سورۃ الفاتحہ

فضیلت اور مقتدی کیلئے حکم

www.KitaboSunnat.com

تالیف
فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترتیب وتدوین
ام محمد شکیلہ قمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الفاتحہ

فضیلت اور مقتدی کیلئے حکم

تالیف

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترتیب وتدوین

ام محمد شکیلہ قمر

www.KitaboSunnat.com

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت
ریحان چیمہ - ڈسکہ

ام القریٰ پبلی کیشنز
سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سورۃ الفاتحہ

فضیلت اور مقتدی کیلئے حکم

تالیف

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترتیب وتدوین

ام محمد شکیلہ قمر

طبع: ــــــــــــــ اپریل 2017ء

کمپوزنگ: ــــــــــــ ابوسفیان عزیزی
0321-6487621

تعداد: ــــــــــــ 1100

ناشر

مکتبہ کتاب وسنت
ریحان چیمہ ۔ ڈسکہ

ام القری پبلی کیشنز
سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ

055-3823990 / 03216466422

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

- حرفے چند ---------- 13
- سورت فاتحہ کی فضیلت ---------- 16
  - نام اور مفہوم ---------- 16
  - سورت فاتحہ کی فرضیت ---------- 16
  - سورۃ الفاتحہ نماز ہے ---------- 24
- مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا حکم ---------- 28
  - قائلینِ قراءت ---------- 29
  - بعض ائمہ وعلمائے احناف کا اختیار ---------- 29
  - ایک مناظرہ ---------- 33
  - ایک عقلی دلیل اور اس کا نقلی وشرعی رد ---------- 36
  - احناف کے تین مسالک ---------- 53
  - تبع التابعین کا نظریہ ---------- 55
  - تابعین کا نقطۂ نظر ---------- 56
  - صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل ---------- 56
- قائلینِ قراءتِ خلف الامام کے دلائل ---------- 58

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- قرآنی آیات سے استدلال ---------- 58
- پہلی آیت ---------- 58
- دوسری آیت ---------- 60
- تیسری آیت ---------- 63
- چوتھی آیت ---------- 64
- احادیثِ رسول ﷺ سے استدلال ---------- 66
- پہلی حدیث ---------- 67
- بعض اعتراضات کا جائزہ ---------- 74
- (1) "لا" نفی جنس کی بحث ---------- 74
- (2) "فصاعداً" کی بحث ---------- 75
- (3) مدرکِ رکوع کی رکعت ---------- 80
- مانعینِ رکعت اور ان کے دلائل ---------- 82
- (1) مشکات کی شرح المرعاۃ ---------- 83
- (2) جزء القراءۃ ---------- 83
- (3) شرح زرقانی ---------- 86
- (4) نیل الاوطار ---------- 86
- (5) کتاب القراءۃ بیہقی ---------- 87
- (6) المحلی ---------- 87
- (1) امام شوکانی رحمہ اللہ ---------- 88
- (2) علامہ مقبلی رحمہ اللہ ---------- 88

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ⊙ (3) علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ ---------- 89
- ⊙ (4) شیخ الکل علامہ سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ ---------- 89
- ⊙ (5) علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ ---------- 90
- ⊙ (6) علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ ---------- 90
- ⊙ دیگر کبار علما ---------- 91

❀ قائلینِ رکعت اور ان کے دلائل ---------- 92

- ⊙ پہلی دلیل ---------- 92
- ⊙ دوسری دلیل ---------- 94
- ⊙ تیسری دلیل ---------- 95
- ⊙ چوتھی دلیل ---------- 97
- ⊙ ممانعت کس بات کی؟ ---------- 99
- ⊙ ”لا تعد“ کا ضبط اور اعراب ---------- 101
- ⊙ وہ رکعت ہوئی یا نہیں؟ ---------- 103
- ⊙ دوسری حدیث ---------- 106
- ⊙ ”الصلاۃ“ سے مراد ---------- 107

❀ ”خِداج“ کا معنی ومفہوم ---------- 109

- ⊙ دل میں پڑھنے کا مفہوم ---------- 113
- ⊙ دیگر احادیثِ ”خِداج“ (3-5) ---------- 117
- ⊙ وجوبِ فاتحہ کی مزید احادیث (6-14) ---------- 118
- ⊙ پچاس سے زیادہ احادیث ---------- 120

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں ---------- 121

(1) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اثر ---------- 121

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ---------- 122

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر ---------- 122

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا اثر ---------- 123

(5) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا اثر ---------- 123

(6) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر ---------- 124

(7) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر ---------- 124

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر ---------- 125

(9) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا اثر ---------- 125

(10) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر ---------- 126

آثارِ تابعین رحمہم اللہ کی رُو سے ---------- 126

(1) اثرِ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ ---------- 127

(2) اثرِ حضرت حماد رحمہ اللہ، اُستاذِ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ---------- 127

(3) اثرِ امام مکحول رحمہ اللہ ---------- 128

(4) اثرِ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ---------- 129

(5) اثرِ حضرت عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ ---------- 129

(6) اثرِ امام مجاہد رحمہ اللہ ---------- 130

(7) اثرِ حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ---------- 130

(8) اثرِ امام زہری رحمہ اللہ ---------- 131

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- 9 اثرِ امام سعید بن مسیبؒ ---------- 131
- 10 اثرِ امام اوزاعیؒ ---------- 131
- 11 اثرِ امام عطاءؒ (استادِ امام ابوحنیفہؒ) ---------- 132
- قراءتِ فاتحہ اور دو فریق ---------- 132

❀ مانعینِ قراءت کے دلائل ---------- 134

❀ مانعینِ قراءت کے قرآنی دلائل ---------- 134
- اس دلیل کا پہلا جواب ---------- 135
- دوسرا جواب ---------- 140
- تیسرا جواب ---------- 141
- چوتھا جواب ---------- 144
- پانچواں جواب ---------- 146
- چھٹا جواب ---------- 148
- ساتواں جواب ---------- 154

❀ سکتات ---------- 155
- دیگر سکتات ---------- 157
- علمائے احناف کا اعترافِ سکتات اور عمل ---------- 160
- نان سٹاپ امام کے پیچھے ---------- 162
- آٹھواں جواب ---------- 163

❀ آیت کا شانِ نزول، کتبِ تفسیر کی رو سے ---------- 164
- 1 تفسیر رازی ---------- 164

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ② تائید علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ ---------- 165
- ③ اختیارِ میر سیالکوٹی ---------- 165
- ④ تفسیر البحر المحیط ---------- 166
- ⑤ تفسیر قرطبی ---------- 166
- ⑥ تفسیر ماجدی ---------- 167
- ⑦ تفسیر معالم التنزیل ---------- 167
- ⑧ تفسیر جلالین ---------- 168
- دوسرا پہلو ---------- 168
- مانعینِ قراءت کے حدیثی دلائل ---------- 170
- دوسری دلیل ---------- 170
- دوسری دلیل کا پہلا جواب ---------- 172
- دوسرا جواب ---------- 173
- تیسرا جواب ---------- 174
- چوتھا جواب ---------- 176
- دیگر جوابات ---------- 179
- تیسری دلیل ---------- 179
- وجہِ استدلال ---------- 182
- تیسری دلیل کا پہلا جواب ---------- 182
- دوسرا جواب ---------- 184
- تیسرا جواب ---------- 184

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- چوتھا جواب ---------- 188
- مانعین کی چوتھی دلیل ---------- 189
- پہلا جواب ---------- 190
- دوسرا جواب ---------- 194
- تیسرا جواب ---------- 194
- چوتھا جواب ---------- 194
- پانچواں جواب ---------- 195
- پانچویں دلیل اور اس کا جواب ---------- 196
- آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ ---------- 200
- حجیتِ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرائط ---------- 200
- مسئلہ زیرِ بحث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم ---------- 202
- پہلا اثر ---------- 204
- دوسرا اثر ---------- 205
- تیسرا اور چوتھا اثر ---------- 206
- پانچواں اثر ---------- 208
- چھٹا اثر ---------- 209
- ساتواں اثر ---------- 211
- آٹھواں اثر ---------- 213
- نواں اثر ---------- 215
- دسواں اثر ---------- 216

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- قد کاٹھ بڑھانے کے لیے ---------- 217
- دعوائے اجماع کی حقیقت ---------- 218

آثارِ تابعین رحمہم اللہ اور ان کے جوابات ---------- 221

- (1) اثرِ سعید رحمہ اللہ ---------- 222
- (2)، (3)، (4) آثارِ علقمہ رحمہ اللہ ---------- 223
- (5) اثرِ عمرو بن میمون رحمہ اللہ ---------- 225
- (6)، (7)، (8) آثارِ اسود بن یزید ---------- 225
- (9)، (10) آثارِ ابراہیم نخعی ---------- 226

قیاسی اور عقلی دلائل ---------- 228

- وکیل ---------- 228
- وفد ---------- 229
- مناظرہ ---------- 230
- رجوعِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: ---------- 230
- امام محمد کا قول، ہدایہ اور احناف ---------- 232
- ایک اہم وضاحت ---------- 237
- مصادر و مراجع ---------- 242

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ چند

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، أَمَّا بَعْدُ:

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سورۃ الفاتحہ قرآنِ کریم کی پہلی سورت ہے، جو اگرچہ آیات کے اعتبار سے بہت ہی چھوٹی سی ہے، مگر اس کی عظمت وفضیلت اور مقام ومرتبہ بہت ہی بڑا ہے، جس کی تفصیل اس کتاب میں آپ کے سامنے آجائے گی۔

اس فضیلت و برکت والی سورت کو سبھی نمازی، ہر نماز کی تمام ہی رکعتوں میں پڑھتے ہیں اور بار بار پڑھے جانے کی وجہ ہی سے اسے ''السبع المثاني'' (بار بار پڑھی جانے والی سات آیات) کا نام دیا گیا ہے۔

البتہ ایک صورت ایسی ہے کہ اس میں نمازی کے اس سورت کو پڑھنے یا نہ پڑھنے میں اہلِ علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ صورت ہے: ''امام کے پیچھے مقتدی کا سورت فاتحہ پڑھنا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے ہو تو وہ خود سورت فاتحہ نہ پڑھے، امام کی قراءت سرّی ہو یا جہری، جب کہ بعض دیگر کا کہنا ہے کہ جہری قراءت والی نماز ہو تو مقتدی نہ پڑھے اور اگر سرّی قراءت والی نماز (ظہر و عصر) ہو تو مقتدی بھی پڑھ لے، جب کہ کثیر ائمہ و محدثین کا اختیار یہ ہے کہ نماز سرّی قراءت والی ہو یا جہری والی (جیسے فجر و مغرب و عشا) مقتدی کو بہر حال بلا آواز قراءتِ فاتحہ ضرور کرنی چاہیے۔

زیرِ نظر کتاب میں سورۃ الفاتحہ کی فضیلت و برکت کے ساتھ ساتھ ہی مقتدی کی قراءت یا عدمِ قراءت کے مسئلے پر تفصیلی بحث اور انتہائی بے لاگ قسم کی تحقیق پیش کی گئی ہے اور ہر ہر بات کو قرآن و سنت کے دلائل، صحابہ و ائمہ کے آثار و اقوال اور ہر مکتبِ فکر کے علما کے اختیارات و ترجیحات سے مزین کیا گیا ہے، لہٰذا امید ہے کہ قارئین کرام کے لیے "صحیح سنت" کو اپنانے میں یہ کتاب مددگار ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس "بضاعة مزجٰة" کو شرفِ قبول سے نوازے، اسے قارئین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے اور اسے مولف و مرتبہ کے لیے توشۂ آخرت بنائے، نیز اس کی کتابت و طباعت اور نشر و اشاعت میں جناب ریحان قریشی صاحب (حَفِظَهُ اللّٰهُ وَرَعَاهُ وَبَارِكْ فِيْ أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ) اور جس کسی نے بھی دامے درمے قدمے سخنے کچھ بھی تعاون کیا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے میری لختِ جگر و نورِ نظر، دخترِ عزیز امِ محمد شکیلہ قمر کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ میرے ام القیوین ریڈیو سے نشر شدہ پروگراموں کو کتابی شکل میں پیش کر سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَفَّقَنِيَ اللّٰهُ وَ إِيَّاهَا لِمَا فِيهِ خَيْرُ الْإِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ.
وَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ.

ابو حسان محمد منیر قمر

9/1/1438ھ بمطابق 10/10/2016ء

ترجمان سپریم کورٹ الخبر

و داعیہ متعاون بمراکز الدعوۃ و الارشاد

بالدمام و الظہران و الخبر، سعودی عرب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورت فاتحہ کی فضیلت

نام اور مفہوم:

دعائے استفتاح یعنی «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ...» یا «اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي ...» پھر "أَعُوذُ بِاللّٰهِ" اور "بِسْمِ اللّٰهِ" کے بعد نماز میں بحالتِ قیام سورت فاتحہ پڑھی جاتی ہے، جو انتہائی قدر و منزلت اور فضیلت و برکت والی سورت ہے، جسے فاتحہ کے علاوہ "أُمُّ الْكِتَاب"، "أُمُّ الْقُرْآن"، "اَلْقُرْآنُ الْعَظِيْم"، "اَلسَّبْعُ الْمَثَانِيْ" اور "فَاتِحَةُ الْكِتَابِ" وغیرہ اسماء حاصل ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ایسے ہی اس کا نام "اَلرُّقْيَة"، "اَلْحَمْدُ"، "اَلصَّلَاة"، "اَلشِّفَاء"، "اَلْكَافِيَة"، "اَلْوَافِيَة" اور "اَلْكَنْزَ" بھی ہے۔ صاحبِ تفسیر ستاری نے اس کے تیس نام ذکر فرمائے ہیں۔[1]

فاتحہ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز، مضمون یا کتاب کا افتتاح ہو اور قرآنِ کریم کا افتتاح بھی چونکہ اسی سورت سے ہوتا ہے، لہٰذا اس کا نام "الفاتحة" بھی اسی مناسبت سے ہے، بالفاظِ دیگر یہ نام "دیباچہ" اور "آغازِ کلام" کا ہم معنی ہے۔[2]

سورت فاتحہ کی فرضیت:

سورت فاتحہ کے فضائل و برکات تو بکثرت ہیں، لیکن اب ہم اس کے

[1] تفسیر کشاف (۲۳/۱، ۲٤) تفسیر ابن کثیر (۸/۱، ۹) تفسیر ستاری (۶۸/۱-۹۳)

[2] تفہیم القرآن (٤٢/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضائل و برکات کے ساتھ ساتھ ہی اس کی فرضیت و رکنیت بھی بیان کرنے جا رہے ہیں اور وہ یوں کہ نماز کی ہر رکعت میں امام اور منفرد، یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے تمام ائمہ وفقہا اور محدثینِ کرام کے نزدیک اس سورت فاتحہ کا پڑھنا بلا اختلاف فرض ہے، اس سلسلے میں فرضی ونفلی اور سری و جہری، یعنی بلا آوازِ قراءت والی یا بآوازِ بلند قراءت والی نمازوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہے اور نبیِ اکرم ﷺ سے اس موضوع پر متعدد ارشادات مروی ہیں:

1. صحیح بخاری، مسلم، ترمذی، سنن کبریٰ بیہقی، کتاب القراءۃ بیہقی اور جزء القراءۃ

امام بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»[1]

''جو سورت فاتحہ نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں۔''

یہ روایت صحیحین، سنن اربعہ، مسند احمد، دارقطنی، ابوعوانہ، بیہقی اور دارمی میں بھی ہے اور امام بخاری نے اسے متواتر قرار دیا ہے۔[2]

صحیح مسلم کی ایک روایت میں «بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» کے بجائے «بِفَاتِحَةِ الْقُرْآنِ فَصَاعِداً» کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔[3]

''اس کی کوئی نماز نہیں، جو اُم القرآن، یعنی سورت فاتحہ اور کچھ قرآن نہیں پڑھتا۔''

---

[1] صحيح البخاري مع الفتح (٢/٢٣٧) صحيح مسلم مع النووي (٢/٤/١٠٠) مشكاة المصابيح (١/٢٦٢) كتاب القراءة للبيهقي (مترجم اردو)

[2] توضیح الکلام (١/١١٩) وجزء القراءة (ص ٣٧) (مترجم اردو)

[3] صحيح مسلم مع النووي (٢/٤/١٠٠).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگ ''فَصَاعِداً'' سے سورت فاتحہ کے عدمِ وجوب پر استدلال کرتے ہیں، جس کی تفصیلی تردید وتوضیح کے لیے امام بیہقی کی کتاب ''جزء القراءة'' (ص: ۲۵،۲٤) اور ''توضیح الکلام'' مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ (۱۱۲/۱۔۱۲۹) کے محولہ سابقہ مقامات دیکھے جاسکتے ہیں۔[1]

2 سری و جہری ہر نماز میں سورت فاتحہ کے ضرور پڑھنے اوران میں کوئی فرق نہ ہونے کا پتا أبو داود، ترمذي، نسائي (معناه) دارقطني، مستدرك حاكم، بيهقي، طبراني، مسند أحمد، ابن خزيمة، ابن حبان، جزء القراءة للبخاري، كتاب القراءة للبيهقي اور المنتقیٰ لابن الجارود کی وہ حدیث دیتی ہے جس میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں:

«كُنَّا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: لَعَلَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ؟ قُلْنَا: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: لَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْهَا»[2]

''ہم نمازِ فجر میں نبی ﷺ کے پیچھے تھے، آپ ﷺ نے قراءت فرمائی، تو قراءت آپ ﷺ پر کچھ بوجھل ہوئی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی: ہاں، اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: سورت فاتحہ کے سوا ایسا نہ کرو، کیوں کہ سورت فاتحہ کو پڑھے بغیر تو نماز ہی نہیں ہے۔''

[1] نیز دیکھیے: جزء القراءة إمام بخاري (ص:۲۰) (مترجم اردو)

[2] صحيح أبي داود، صحيح الترمذي، دارقطني (۳۱۹/۱/۱)، مشكاة المصابيح (۲٦۹/۱۔۲۷۰)، توضیح الکلام (۲۲۱/۱۔۲۲۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3 سنن نسائی ہی کی ہم معنی ایک روایت میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

«صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْضَ الصَّلَاةِ الَّتِيْ يُجْهَرُ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: لَا يَقْرَأَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ»[1]

''نبی اکرم ﷺ نے ہمیں کوئی جہری نماز پڑھائی اور فرمایا: جب میں جہراً (بلند آواز سے) قراءت کروں تو تم سورت فاتحہ کے سوا ہرگز کچھ نہ پڑھو۔''

4 ابو داود کی ایک دوسری روایت جو سنن الدارقطني، بیھقي، جزء القراءة بیھقي اور جزء القراءة بخاري میں بھی ہے، جس کی سند پر ایک راوی نافع بن محمود بن ربیع کے غیر معروف ہونے کی وجہ سے بعض محدثین کی طرف سے کلام کیا گیا ہے، لیکن وہ حسن الحدیث راوی ہے، اُس میں ہے:

«وَأَنَا أَقُوْلُ: مَا لِيْ يُنَازِعُنِيْ الْقُرْآنُ؟ فَلَا تَقْرَءُوْا بِشَيْئٍ مِّنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ»[2]

''میں بھی کہوں کہ مجھے قرآن پڑھنے میں دِقت کیوں ہو رہی ہے؟ جب میں جہراً قراءت کروں تو تم ام القرآن (فاتحہ) کے سوا قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھو۔''

اِس روایت کی سند اگرچہ متکلم فیہ ہے، لیکن پھر بھی یہ پہلی حدیث کی تائید کے لیے مفیدِ مطلب ہے، کیوں کہ اس کا مفہوم پہلی حدیث میں بھی وارد ہوا ہے، جو

---

[1] صحيح النسائي.

[2] بيهقي (١٦٤/٢)، دارقطني (٣٢٠/١/١) وقال: رجاله كلهم ثقات، مشكاة (٢٧٠/١) وضعفه الألباني.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے، جب کہ اس متکلم فیہ روایت کی سند کے تمام راویوں کو ثقہ بھی قرار دیا گیا ہے جن میں ذکر کیے گئے راوی نافع بھی شامل ہیں۔

5 نافع بن محمود بن ربیع انصاری کے طریق ہی سے ایک روایت کتاب القراءۃ بیہقي میں بھی مروی ہے جس میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والا واقعہ اسی طرح مروی ہے جس طرح پہلے ذکر کی گئی حدیث میں ہے، محض الفاظ کا فرق ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قراءت میں التباس ہوا تو سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« هَلْ تَقْرَؤُوْنَ مَعِيْ؟ قَالُوْا : نَعَمْ، قَالَ : لَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا »[1]

''کیا تم بھی میرے ساتھ قراءت کرتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُم القرآن کے سوا کچھ مت پڑھو، کیوں کہ اسے پڑھے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی۔''

اس حدیث میں نافع نامی راوی ہونے کے باوجود امام بیہقی نے اس کے بارے میں کہا ہے:

''وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَ رُوَاتُهٗ ثِقَاتٌ''

''یہ صحیح سند ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

الختصر نافع بن محمود بن ربیع کی حدیث کو امام دارقطنی، بیہقی، ابو داود اور منذری کے علاوہ ابن ہمام حنفی، علامہ زیلعی حنفی، علامہ کاشمیری حنفی، مولانا شوق نیموی حنفی اور

[1] كتاب القراءة للبيهقي، (ص: ٥١ مترجم اردو، ص: ٥١ عربی)، مصنف ابن أبي شيبه (٣٧٥/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ظفر احمد عثمانی حنفی نے بھی کم از کم حسن مانا ہے۔[1]

6 اسی موضوع کی ایک چھٹی حدیث جزء القراءۃ امام بخاري، سنن کبریٰ اور کتاب القراءۃ بیھقي میں ہے، اس میں بھی صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصُّبْحَ فَثَقُلَتْ عَلَیْهِ الْقِرَاءَةُ، أَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: إِنِّيْ لَأَرَاكُمْ تَقْرَؤُوْنَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ إِذَا جَهَرَ»

''نبی کریم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی، آپ ﷺ کو قراءت میں دقت محسوس ہوئی، جب نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: ''میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ تم امام کی جہری قراءت کے وقت بھی اس کے پیچھے قراءت کرتے ہو۔''

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کی: ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَإِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِهَا»[2]

''ام القرآن کے سوا کچھ قراءت مت کرو، کیوں کہ اسے پڑھے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی۔''

7 صحیح سند والی اس حدیث کی طرح ہی امام بیہقی کتاب القراءۃ میں ایک اور حدیث بھی لائے ہیں اور اسے بھی صحیح قرار دیا گیا ہے، اس میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ

---

1. دیکھیں: توضیح الکلام (۱/۳۵۷۔۳۸٦)

2. کتاب القراءة (ص: ٤٣۔٤٥)، وقال: وهذا إسناد صحیح، وجزء القراءة، سنن کبری للبیهقي (۲/۱٦٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَلْفَ الْإِمَامِ»[1]

”جو شخص امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔“

اس حدیث پر وارد کیے گئے اعتراضات کے تفصیلی جوابات کے لیے دیکھیے: توضیح الکلام (۱/۳۸۶_۳۹۲).

8 معجم طبرانی کبیر میں کم از کم حسن درجے کی ایک حدیث میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْإِمَامِ فَلْيَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»[2]

”جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اسے سورت فاتحہ پڑھ لینی چاہیے۔“

اس حدیث کو امام سیوطی نے الجامع الصغیر میں حسن قرار دیا ہے اور علامہ ہیثمی نے اس کے تمام راویوں کو ثقہ بتایا ہے، البتہ شیخ البانی نے اسے ضعیف الجامع میں نقل کیا ہے، جو صحیح نہیں۔ (دیکھیے: توضیح الکلام: ۱/۱۰۳_ ۳۹۲).

9 سنن دارقطني، ابن حبان وابن خزيمه اور كتاب القراءة للبيهقي میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک حدیث میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»[3]

”جس نماز میں آدمی سورت فاتحہ نہ پڑھے، وہ نماز نہیں ہوتی۔“

اس حدیث کے بارے میں امام دارقطنی نے اپنی سنن میں لکھا ہے:

---

1. كتاب القراءة (ص: ٤٧) توضیح الکلام (۳۸۶/۱) وصححه العلامة على متقى حنفي في كنز العمال (٨/١١٢، ح: ٢٢١٤٠)
2. مجمع الزوائد (١١٤/٢/١) ووثق رجاله، ضعيف الجامع الصغير (٢١٣/٦/٣).
3. دارقطني، كتاب القراءة (ص:١١، ٢٣) مترجم اردو، صفة الصلاة للألباني (ص: ٥٠).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ" "یہ سند حسن ہے۔"

ائمہ حدیث ابن خزیمہ و ابن حبان اور ابن القطان نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ مزید تفصیل شرح مسلم نووي (١٧٠/١) التلخيص الحبير (٨٧/١) دارقطني (١٢٢/١) التعليق الممجد (١٢٢/١) اور كتاب القراءة (ص: ٢٠) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

"الدراية في تخريج أحاديث الهداية" میں حافظ ابن حجر نے کہا ہے:

"رجاله ثقات"[1] "اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔"

(10) سابق میں جو حدیث نمبر 4 اور 5 ذکر کی گئی ہیں، انہی سے ملتی جلتی ایک اور حدیث سنن دارقطنی اور سنن کبریٰ بیہقی میں بھی ہے، جو نافع بن محمود بن ربیع کے طریق سے حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے اور اس میں بھی ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے جہری یا بلند آواز سے قراءت کرنے والی نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی اور سلام پھیرا تو پوچھا:

« هَلْ مِنكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَقْرَأُ شَيْئاً مِّنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ؟»

www.KitaboSunnat.com

"تم میں سے کوئی میرے پیچھے جہری قراءت کے وقت بھی قراءت کرتا ہے؟"

ہم نے جواب دیا: ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« وَأَنَا أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ فَلَا يَقْرَأَنَّ أَحَدٌ مِّنكُمْ شَيْئاً مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ »[2]

---

[1] الدراية (ص: ٧٦)

[2] دارقطني (٣١٩/١/١) بيهقي (١٦٥/١) هذا إسناد حسن و رجاله ثقات كلهم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں بھی کہوں کہ قرآن پڑھنے میں میرے ساتھ منازعت کیوں ہو رہی ہے؟ جب میں جہری قراءت کروں (بلند آواز سے پڑھوں) تو تم میں سے کوئی شخص سورت فاتحہ کے علاوہ ہرگز کسی شے کی قراءت نہ کرے۔''

یہ دس احادیث تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن سے نماز میں سورت فاتحہ کی فرضیت، رکنیت اور اہمیت کا پتا چلتا ہے اور ان ہی سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ اسے پڑھے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی، جب کہ لفظِ فاتحہ اور خلف الامام کے الفاظ سے ایک دوسرے مسئلے کا بھی پتا چلتا ہے، لیکن اس کی تفصیل آگے چل کر ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

(11) حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بعض دیگر صحابہ سے بھی اس موضوع کی کئی احادیث ملتی ہیں، جن میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«مَنْ صَلّٰی صَلَاۃً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ـ ثَلَاثاً ـ غَيْرُ تَمَامٍ»[1]

''جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی، اس کی وہ نماز ناقص ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین مرتبہ فرمایا: نامکمل ہے۔''

یہ الفاظ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً تین دفعہ دہرائے اور آخر میں ''خِدَاجٌ'' کی تفسیر و شرح بھی خود ہی ''غَيْرُ تَمَامٍ'' کے الفاظ سے فرما دی کہ اس کی نماز نامکمل اور ناقص ہے۔

سورۃ الفاتحہ نماز ہے:

سورت فاتحہ کے مقام و مرتبے کا اندازہ اسی حدیث کے اگلے الفاظ سے لگایا

(1) مشکاۃ المصابیح (۲۶۲/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا ہے، جن میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

«قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ»

''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے مابین تقسیم کردیا ہے اور میرا بندہ جو کچھ بھی مانگے گا، میں اسے دوں گا۔''

«فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾»

''جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾''

''ہر قسم کی تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

«قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: حَمِدَنِي عَبْدِي»

''اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔''

«وَإِذَا قَالَ: ﴿ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾»

''اور جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾''

''جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

«قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: أَثْنىٰ عَلَيَّ عَبْدِي»

''اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔''

«وَ إِذَا قَالَ: ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾»

''اور جب بندہ کہتا ہے: ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾''

''وہ روزِ آخرت کا مالک ہے۔''

«قَالَ: مَجَّدَنِي عَبْدِي»

''اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری تمجید و تعظیم کی۔''

مسلم شریف ہی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِيْ»

"میرے بندے نے اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیا ہے۔"

«وَ إِذَا قَالَ: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾»

"اور جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾"

"میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد مانگتا ہوں۔"

«قَالَ: هُوَ ذَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَبْدِيْ وَ لِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ»

"اللہ کہتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے مابین مشترک ہے اور میرے بندے کو ہر وہ چیز ملے گی جس کا وہ سوال کرے گا۔"

«فَإِذَا قَالَ: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾»

"اور جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾"

"ہمیں سیدھی راہ دکھلا۔"

﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾

"ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔"

﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾

"ان لوگوں کی راہ نہیں جو تیرے غضب کا شکار ہوئے اور نہ ان لوگوں کی راہ جو گمراہ ہوئے۔"

«قَالَ: هٰذَا لِعَبْدِيْ، وَ لِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ»[1]

"اللہ کہتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے اسے وہی ملے گا۔"

---

[1] مسلم بحوالہ مشکاة (٢٦٢/١) بتحقيق شيخ ألباني، وابن كثير (٩/١)، موطأ إمام مالك مع الزرقاني (١٧٠/١-١٧٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم کے علاوہ یہ روایت موطأ امام مالك، أبو داود، ترمذي اور ابن ماجه میں بھی ہے۔ علامہ عبد الحی حنفی نے أحکام القنطارة (ص: ٢٢٦) میں مسند احمد، مصنف ابن شیبہ، ابن جریر، ابن حبان، دارقطنی اور بیہقی سمیت سولہ کتبِ حدیث کے نام لکھے ہیں۔ ①

صحیح مسلم شریف اور مذکورہ سابقہ دیگر کتب کی اس حدیثِ قدسی اور ارشادِ نبوی ﷺ سے سورت فاتحہ کی فضیلت و عظمت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ سورت فاتحہ اللہ اور بندے کے مابین مناجات و سرگوشی اور ایک مسلسل مکالمہ و گفتگو ہے، جس میں بندہ پہلے نہایت مہذب طریقے سے اپنے رب کی تعریفیں بیان کرتا ہے اور پھر ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ سے لے کر آخر تک اپنے لیے دعا مانگتا ہے۔ یہ سورت واقعی اس مقام و مرتبے کی مستحق تھی کہ اسے ہر نماز کی ہر رکعت میں فرض و رکن قرار دے دیا جاتا اور نبیِ کریم ﷺ نے سچ ہی فرمایا ہے:

''جو شخص نماز میں سورت فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی کوئی نماز ہی نہیں۔''

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ امام و منفرد ہر دو کے لیے تو نماز کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ فرض و رکن ہے۔

اس بات کے دلائل وہ گیارہ احادیث ہیں جو ہم ذکر کر چکے ہیں اور ایسی ہی کتنی احادیث دوسری بھی ہیں، جنھیں اختصار کے پیشِ نظر ہم نے ذکر نہیں کیا۔ ②

---

① توضیح الکلام (١/١٦٤).

② تفصیل کے لیے دیکھیں: توضیح الکلام (٢٦_٤٣،٥١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا حکم

امام و منفرد کے علاوہ نمازیوں کی تیسری صورت ہے ان کا مقتدی ہونا، یعنی کسی امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا، اس صورت میں مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلے میں اہلِ علم کا عہدِ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے اور اصل تو دو بڑے فریق ہیں؛ ایک قائلین اور دوسرے مانعین، جب کہ مانعین میں پھر کئی طرح کے لوگ ہیں۔ بعض مکروہ کہتے ہیں اور بعض سری نمازوں میں استحسان کے قائل ہیں، جب کہ کچھ لوگ اسے حرام کہتے ہیں اور اسے مبطلات و مفسداتِ نماز کا درجہ دیتے ہیں۔

اس طرح قائلینِ قراءتِ فاتحہ خلف الامام اور مانعین کے تینوں طرح کے لوگوں سمیت یہ چار معروف نظریات بنتے ہیں۔ ان نظریات کے حامل حضرات میں سے خصوصاً قائلین و مانعین ہر دو فریق اس موضوع پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور ان میں سے جو کتب و رسائل اور مقالات و مضامین ہمیں دستیاب ہوئے ہیں، ان کا حاصلِ مطالعہ و خلاصہ پیش کر دینا ہی کافی لگتا ہے، لیکن موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم بڑے اختصار کے ساتھ ہر دو کے دلائل بھی ذکر کیے دیتے ہیں، تاکہ قارئین کو فیصلہ کرنے میں آسانی رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائلینِ قراءت:

قائلینِ قراءت کا کہنا ہے کہ نماز میں سورت فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے، چاہے نماز فرض ہو یا نفل، سری قراءت والی ہو یا جہری والی اور نمازی اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ اور وہ امام ہو یا مقتدی، بہرحال اسے سورت فاتحہ ضرور ہی پڑھنا چاہیے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں لکھا ہے کہ اس پر اکثر اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا عمل رہا ہے اور امام مالک بن انس، عبد اللہ بن مبارک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ بھی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔[1]

بعض ائمہ و علمائے احناف کا اختیار:

تحفۃ الاحوذی میں علامہ عبد الرحمان مبارک پوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کئی علمائے احناف کا بھی یہی مسلک ہے، مثلاً:

1. علامہ بدر الدین عینی ''عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب تو تمام نمازوں میں (وہ سری ہوں یا جہری) امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کو بر بنائے احتیاط مستحسن سمجھتے ہیں، جب کہ بعض دوسرے صرف سری نمازوں میں (جن میں قراءت آواز کے بغیر کی جاتی ہے) مقتدی کے قراءت کرنے کو مستحسن یا اچھا قرار دیتے ہیں اور فقہائے حجاز و شام کا عمل بھی قراءت والا ہی ہے۔[2]

2. علمائے احناف ہی میں سے ملا جیون رحمہ اللہ "تفسیر أحمدي" (ص: ٤٢٧،

---

[1] سنن الترمذي مع التحفة (٢/٢٣٠).

[2] فتاوی علمائے حدیث (٣/١٢٩)، تحفة الأحوذي (٢/٢٣)، فتاوی اولیائے کرام وفقہائے عظام (ص: ٢٣) طبع شارجہ، توضیح الکلام (١٠/٢٧، ٢٨)، عمدة القاري (٦/١٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ط مكتبه كريمي، بمبئي) میں لکھتے ہیں کہ صوفیہ کا گروہ اور حنفیہ کے مشائخ مقتدی کے لیے قراءتِ فاتحہ کو اچھا سمجھتے تھے، جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید) بھی ان سے مروی روایت کے مطابق احتیاطاً مقتدی کے سورت فاتحہ پڑھ لینے کے استحسان اور اچھا ہونے ہی کے قائل تھے۔[1]

3. علمائے احناف ہی میں سے علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية (۱۵۳/۱) میں لکھتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ سری و بلا آواز قراءت والی نمازوں میں مقتدی کے سورت فاتحہ پڑھ لینے کو اچھا خیال کرتے تھے اور ایسی ہی روایت خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں بھی ملتی ہے، جیسا کہ هداية اور شرح مختصر قدوري وغیرہ کتبِ فقہ حنفیہ میں صراحت ملتی ہے اور یہی ہمارے کثیر مشائخِ احناف کا اختیار ہے۔[2]

4. یہی رائے امام محمد رحمہ اللہ کے کبار تلامذہ میں سے امام ابو حفص کبیر اور شیخ تسلیم نظام الدین البیرونی کی بھی ہے، جیسا کہ ''امام الکلام'' میں علامہ عبد الحی حنفی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ شیخ تسلیم فرمایا کرتے تھے:

''لَوْ كَانَ فِيْ فَمِيْ جَمْرَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يُّقَالَ: لَا صَلَاةَ لَكَ''[3]

---

[1] فتاویٰ علمائے حدیث (۱۳۰/۳)، التوضیح (۲۷/۱) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۵۰، ۱۵۱)

[2] فتاویٰ علمائے حدیث (۱۲۹/۳) فتاویٰ اولیائے کرام وفقہائے عظام (ص: ۲۲) نماز میں سورت فاتحہ از مولانا کرم الدین سلفی (ص: ۱۴۹، ۱۵۰) تحقیق الکلام (ص: ۷)، تحفة الأحوذي (۲۳۰/۳)، إمام الكلام (ص: ۴۷)، توضیح الکلام (۲۷/۱).

[3] مسك الختام (۲۱۹/۱) وإمام الكلام (ص: ۳۸)، بحوالہ توضیح الکلام (۲۷/۱) فتاویٰ اولیائے کرام وفقہائے عظام (ص: ۲۴) تحقیق الکلام (ص: ۸)، نماز میں سورت فاتحہ از مولانا کرم الدین سلفی (ص: ۱۵۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قیامت کے دن میرے منہ میں انگارہ ہو، یہ چیز میرے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ مجھے کہا جائے کہ جاؤ تمھاری کوئی نماز نہیں۔''

5 علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سری نماز میں مقتدی کے بھی سورت فاتحہ پڑھنے کا جواز ہمارے مقتدمین سے التفسیر لأبي منصور ماتريدي، الأسرار للقاضي الدبوسي اور شرح مختصر الطحاوي لأبي بكر الرازي وغیرہ میں منقول ہے۔''[1]

فصل الخطاب میں علامہ کاشمیری نے لکھا ہے کہا مقدمہ غزنویہ کے مطابق ہمارے بعض اصحاب نے مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سری نماز میں (سورت فاتحہ) پڑھنے کو اختیار کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قولِ اول بھی یہی ہے۔[2]

"الكتاب المستطاب" کے حاشیے پر لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مقتدی کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ ظہر و عصر میں (امام کے پیچھے) سورت فاتحہ اور جو قرآن چاہے پڑھے۔[3]

علامہ کشمیری نے اس کتاب کے صفحہ: 5,4 اور ص: 278,242 پر بھی فاتحہ پڑھنے کو مباح قرار دیا ہے۔[4]

6 علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ جو کبار علمائے احناف میں سے ہیں، اپنی کتاب "البناية شرح الهداية" (۷۱۲/۱) میں لکھتے ہیں کہ امام رکن الدین علی السفری نے ہمارے مشائخ سے نقل کیا ہے:

---

[1] العرف الشذي (ص: ١٤٧) بحوالہ توضیح الکلام (۲۷/۱).

[2] فصل الخطاب (ص: ٢٩٨) توضیح الکلام (۳۸/۱)، نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٤٩)

[3] فصل الخطاب و الكتاب المستطاب (ص: ٢٩٨).

[4] نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۷۱۔۱۷۵)، التوضیح (۳۹/۱).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"إِنَّ الْإِمَامَ لَا يَتَحَمَّلُ عَنِ الْمُقْتَدِيِّ فِي صَلَاةِ الْمُخَافَتَةِ"[1]

"امام سری نمازوں میں مقتدی کی طرف سے قراءت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

نیز عمدۃ القاری میں ہے:

"بَعْضُ أَصْحَابِنَا اِسْتَحْسَنُوا ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِحْتِيَاطِ فِيْ جَمِيْعِ الصَّلَاةِ"[2]

"ہمارے بعض اصحاب نے احتیاطاً تمام نمازوں میں قراءتِ فاتحہ خلف الامام کو مستحسن قرار دیا ہے۔"

7 علامہ علی قاری معروف ملا علی قاری رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے، چنانچہ وہ مرقات شرح مشکات (۳۰۱/۲) میں لکھتے ہیں:

"ہمارے ائمہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ سری نمازوں میں مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنے کے معاملے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے موافق ہیں اور یہی بات حدیث کی مختلف روایات کے مابین مطابقت و موافقت پیدا کرنے کی ایک واضح صورت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔"[3]

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے جو لکھا ہے کہ ترکِ فاتحہ کا قول قوی ہے، اس کی تردید کرتے ہوئے شرح موطا میں علامہ قاری نے لکھا ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اختلاف سے بچا جائے۔ مکروہ کام کا ارتکاب فساد سے اولیٰ ہے اور فاتحہ نہ پڑھنے میں، پڑھنے کی نسبت زیادہ فساد ہے اور ہر دو بات میں سے قوی بات جمع و تطبیق ہی ہے (یعنی سری نمازوں میں مقتدی کا بھی فاتحہ پڑھنا) نہ کہ اس کا ممنوع ہونا، جب کہ

---

1. بحوالہ توضیح الکلام (۲۸/۱).
2. عمدہ القاري (۲۹/۳) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۵۰).
3. مرقاۃ (۳۰۱/۲) بحوالہ توضیح الکلام (۲۸/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی جمع و تطبیق ہی اکثر مجتہدین کا مذہب ہے۔[1]

8 شیخ محمد بن احمد بدایونی دہلوی رحمہ اللہ (جو نظام الدین اولیاء، سلطان الاولیاء اور سلطان المشائخ کے القاب سے مشہور ہیں وہ) بھی امام کے پیچھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنے کے قائل تھے، ان کے بعض ساتھیوں نے ان پر اعتراض کیا تو انھوں نے فرمایا کہ نبیِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان صحیح ہے:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

''جو سورت فاتحہ نہ پڑھے، اس کی کوئی نماز نہیں۔''

لہٰذا میں منہ میں آگ ڈالے جانے والے (اثر میں وارد ہونے) والی وعید کا تو متحمل ہو سکتا ہوں، مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میری نماز ہی باطل قرار دے دی جائے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کا یہ واقعہ سید عبدالحی نے ''نزهة الخواطر'' (۱۲۶۰/۲) میں علامہ کرمانی سے نقل کیا ہے۔[2]

ایک مناظرہ:

''تاریخِ فرشتہ'' فارسی (۲۱۰/۲) اور ''نزهة الخواطر'' میں لکھا ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاء امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ جس نے سورت فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ جب انھوں نے یہ حدیث پیش کی تو وہاں قاضی رکن دین بھی موجود تھے، وہ کہنے لگے:

''ترا با حدیث چہ کار؟ قولے از ابو حنیفہ بیار''

---

1. فتح المغطأ شرح الموطأ قلمي ورق (٤٠) وإمام الكلام (ص: ٢١٨) بحواله سابقه.
2. فتاوی علمائے حدیث (۱۳٤/۳) بحوالہ التوضیح (۲۹/۱)، نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۵۳) فتاویٰ اولیائے کرام وفقہائے عظام (ص: ۲۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تجھے حدیث سے کیا کام؟ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کوئی قول پیش کرو۔''

یہ سن کر حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے فرمایا:

''سبحان اللہ! میں حدیثِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتا ہوں اور تم مجھ سے قولِ ابو حنیفہ رحمہ اللہ طلب کرتے ہو۔''

اس کے بعد انھوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے جو ارشاد فرمایا، وہ نزهة الخواطر کے الفاظ میں یوں ہے:

"إِنِّي عَجِبْتُ الْيَوْمَ مِنْ جُرْأَةِ الْفُقَهَاءِ أَنْكَرُوا الْأَحَادِيْثَ وَ قَالُوْا إِنَّ الرِّوَايَةَ مُقَدَّمَةٌ عَلَيْهَا"[1]

''آج مجھے فقہا کی اس دلیری پر تعجب ہے کہ احادیث کا کیسے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقہی روایات احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم ہیں؟''

9 مولانا مناظر احسن گیلانی ''پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت'' (۱۳۵/۱) میں لکھتے ہیں:

''مشہور بات ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء حدیث ہی سے متاثر ہو کر باوجود سخت حنفی ہونے کے قراءت خلف الامام کرتے تھے۔ امیٹھی اودھ کے ایک مرکزی بزرگ صوفی شیخ احمد فیاض رحمہ اللہ کے متعلق بھی بدایونی نے لکھا ہے اور بعینہٖ یہی بات ہندی تصوف کے دوسرے رکنِ رکین حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین یحییٰ منیری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ بھی حدیث ہی کے زیرِ اثر فاتحہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔''[2]

---

[1] نزهة الخواطر (ص: ١٢٦) فتاویٰ اولیائے کرام و فقہائے عظام در بارہ سورت فاتحہ خلف الامام (ص: ٤٤، ٤٥) طبع شارجہ

[2] فتاویٰ علمائے حدیث (۱۳۵/۳) پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت (۱۳۵/۱) بحوالہ توضیح الکلام (۲۹/۱، ۳۰) و نزهة الخواطر (٣٢/٤) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٥٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(10) حضرت شیخ حسین بن احمد بخاری مخدومِ جہاں جہاں گشت جو ایک معروف بزرگ گزرے ہیں، ان کا فتویٰ بھی یہی تھا کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھی جائے، چنانچہ سید عبدالحی رحمہ اللہ صاحب اپنی کتاب ''نزهة الخواطر'' (۲۹/۲) میں لکھتے ہیں:

''كَانَ يُجَوِّزُ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ، كَمَا فِي جَامِعِ الْعُلُوْمِ''(1)

''جامع العلوم کے مطابق وہ امام کے پیچھے قراءتِ فاتحہ کو جائز کہا کرتے تھے۔''

''الدر المنظوم'' جو حضرت مخدوم کے حالات وسوانح پر مشتمل کتاب ہے، اس میں حضرت مخدوم سے منقول ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نماز میں فاتحہ امام اور مقتدی کے لیے فرض ہے اور ہمارے نزدیک ایک روایت یہ ہے کہ فاتحہ خلف الامام مستحسن یعنی اچھی ہے، جیسا کہ ''المتفق'' نامی کتاب میں مذکور ہے اور ہر وہ چیز جس کا وجوب مختلف فیہ ہو، اس کا کرنا افضل ہے۔(2)

(11) حضرت والا جاہ علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ والیِ ریاستِ بھوپال، شیخ شمس الدین مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے متعلق ''أبجد العلوم (ص: ۹۰۰) اور ''مسك الختام شرح بلوغ المرام'' (۲۱۹/۱) میں لکھتے ہیں:

''وَيُقَوِّي قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ''(3)

''وہ قراءتِ فاتحہ خلف الامام والے مسلک کو قوی قرار دیا کرتے تھے۔''

ایسے ہی ''تقصار جيود الأحرار'' (ص:۱۱۳) میں لکھا ہے:

---

(1) بحوالہ جات سابقہ۔

(2) الدر المنظوم (۶۶۶/۲، ۶۶۷) نماز میں سورت فاتحہ از مولانا کرم الدین سلفی (ص: ۱۵۵)

(3) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۵۶) توضیح الکلام (۳۱/۱) فتاوی اولیائے کرام (ص: ۸۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”دست در نماز برابر سینہ می بست و فاتحہ خلف الامام می خواند و رفع سبابہ می کرد۔“[1]

”(یعنی حضرت مرزا مظہر جان جاناں) نماز میں سینے کے برابر ہاتھ باندھتے اور امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھتے تھے اور (تشہد میں) رفع سبابہ کرتے (انگلی اٹھاتے) تھے۔“

12 برصغیر ہی نہیں، بلکہ عالمِ اسلام کی معروف شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والدِ گرامی شاہ عبد الرحیم، جو فتاویٰ عالمگیری کے مدوّنین میں سے ہیں، ان کا فتویٰ بھی قراءتِ فاتحہ خلف الامام ہی کا ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ اپنے والد کے بارے میں انفاس العارفین (ص: 69) میں لکھتے ہیں:

”در اقتداء سورت فاتحہ می خواندند و در جنازہ نیز۔“[2]

”وہ امام کی اقتداء میں سورت فاتحہ پڑھتے تھے اور نمازِ جنازہ میں بھی سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔“

یہ تمام نقول علمائے احناف کے اقوال و آراء اور عمل سے تعلق رکھنے والی ہیں۔

ایک عقلی دلیل اور اس کا نقلی و شرعی رد:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم رحمہ اللہ کی قراءتِ فاتحہ خلف الامام کا ذکر تو کیا جا چکا ہے۔ یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ ان کے اس عمل پر شیخ عبد الاحد نے عرض کی: ”با جماعت نماز تو اس طرح ہوتی ہے، جیسے کوئی وفد کسی بادشاہ

---

1. القصار بحوالہ جات سابقہ۔
2. انفاس العارفین (ص: ٦٩) بحوالہ نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٥٨)۔ توضیح الکلام (٣١/١)۔ فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ٣٠، ٣١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خدمت میں حاضر ہو تو ایسے موقع پر مناسب اور ادب یہ ہے کہ سب کی طرف سے ایک ہی شخص تمام وفد کے کام پیش کر دے نہ کہ ہر شخص بولنا شروع کر دے۔''

شاہ عبدالرحیم صاحب نے (اس عقلی دلیل کا نقلی و شرعی رد کرتے ہوئے) فرمایا: ''یہ قیاس مع الفارق ہے (جو درست نہیں، کیوں کہ ان دونوں میں فرق ہے) نماز تو اللہ تعالیٰ سے مناجات اور راز و نیاز ہے اور دعا و عاجزی کے ذریعے اصلاح و تہذیبِ نفس کا ایک ذریعہ ہے، چنانچہ حدیثِ رسول ﷺ «لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِأُمِّ الْکِتَابِ» دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو اس حد تک سننے والی ہے کہ اگر سارا جہان ایک میدان میں (ایک ہی وقت میں) اپنی مختلف زبانوں میں اپنی معروضات پیش کرے تو اللہ تعالیٰ سب کی معروضات کو سن لے گا اور کسی کی بھی عرض کسی دوسرے کی عرض میں خلل پیدا نہیں کر سکے گی۔''[1]

(13) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ عبدالحی حنفی نے ''غیث الغمام حاشیہ إمام الکلام'' (ص: ۲۱۵) میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک مذہبِ مختار یہ تھا کہ امام کے پیچھے مقتدی بھی سورہ فاتحہ پڑھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''وھو مختار صاحب حجة اللّٰہ البالغة''[2]

''صاحبِ حجۃ اللہ البالغہ کا مذہبِ مختار یہی (قراءت فاتحہ خلف الامام) ہے۔''

خود شاہ ولی اللہ نے اپنی مشہورِ عالم کتاب ''حجة اللّٰہ البالغة'' (۲/۴) میں ''الأمور التي لا بد منھا في الصلاۃ'' یعنی ان امور کا تذکرہ جن کے بغیر

---

(1) حوالہ جات سابقہ ایضاً۔

(2) التوضیح (۱/۳۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز میں کوئی چارہ ہی نہیں۔'' ان میں لکھا ہے کہ اُس چیز کے چھوڑ دینے سے بھی نماز کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے، جسے نبیِ اکرم ﷺ نے رکن قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»①

''سورت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہے۔''

پھر آگے چل کر (۹/۲) لکھتے ہیں کہ نمازی اگر مقتدی ہے تو استماع و انصات واجب ہے کہ اگر امام بلند آواز سے قراءت کرے تو مقتدی قراءت نہ کرے، مگر سکتات میں (یعنی امام کے ساتھ ساتھ تو نہ پڑھے، بلکہ جب وہ ایک آیت پڑھ کر خاموش ہو تو اس سکتہ یا خاموشی میں مقتدی بھی سورت فاتحہ کی وہ آیت پڑھ لے) اور اگر امام آہستہ سے (بلا آواز) قراءت کرے تو مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ اس انداز سے پڑھے کہ امام کی قراءت میں خلل انداز نہ ہو اور آگے وہ اپنے لیے ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

''هٰذَا أَوْلَى الْأَقْوَالِ عِنْدِي''②

''میرے نزدیک یہ (مقتدی کا فاتحہ پڑھنا) سب سے بہتر قول ہے۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ان الفاظ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ان کے نزدیک بلند آواز سے قراءت کی جانے والی نمازوں میں امام کے سکتات میں سورت فاتحہ کو پڑھ لینا استماع وانصات کے منافی نہیں ہے اور سورت فاتحہ پڑھنے سے امام کی قراءت میں خلل واقع نہ ہوتا ہو تو مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا اولیٰ ہے۔

(14) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحب زادے مفتی و مفسرِ قرآن شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ

---

① حجة الله (۴/۲) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۵۹، ۱۶۰)، تحقیق الکلام (ص:۹)۔

② حجة الله (۹/۲) بحوالہ التوضیح (ص: ۳۲) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۶۰)، فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ۳۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا شمار بھی ان علمائے احناف ہی میں سے ہوتا ہے، جو امام کے پیچھے مقتدی کے لیے بھی سورت فاتحہ پڑھنے کی رائے رکھتے تھے، چنانچہ ان کا ایک فتویٰ ہے، جسے سب سے پہلے 1226ھ میں علمائے کلکتہ نے شائع کیا تھا اور پھر متعدد بار شائع ہونے کے بعد نایاب ہوگیا تو مولانا محمد غلام کبریا خان کے شائع کردہ فتویٰ مطبوعہ 1926ء سے فوٹو لے کر 1374ھ میں لاہور سے شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتبہ سلفیہ کی طرف سے شائع کیا تھا، جسے بعد میں شارجہ کے ایک مخیّر الحاج محمد سعید باقرین رحمہ اللہ نے بھی شائع کروا کر متحدہ عرب امارات میں تقسیم کیا تھا جو اس مجموعہ فتاویٰ کے ضمن میں ہے، جس کا عنوان ہے: ''فتاویٰ اولیائے کرام وفقہائے عظام دربارہ قراءتِ سورت فاتحہ خلف الامام۔''

اس فارسی تفصیلی فتوے کے ضمن میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مقتدی کے لیے سورت فاتحہ پڑھنا ممنوع ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سری نمازوں میں مقتدی کے لیے سورت فاتحہ جائز بلکہ اولیٰ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بغیر فاتحہ نماز نہیں ہوتی اور اس فقیر کے نزدیک امام شافعی رحمہ اللہ کا قول راجح اور اولیٰ ہے۔[1]

(15) خاندانِ ولی اللّٰہی رحمہ اللہ کے گلِ سرسبد حضرت شاہ اسماعیل شہید ابن شاہ عبد الغنی ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ بھی نماز باجماعت کی صورت میں مقتدی کے لیے سورت فاتحہ پڑھنے کے قائلین میں سے ہیں۔ غرض شاہ صاحب نے

---

(1) فتاویٰ مذکورہ، طبع لاہور و شارجہ (ص: ۳۲۔۳۸) تحقیق الکلام (ص: ۹) توضیح الکلام (۱/ ۳۴) فتاویٰ علمائے حدیث (۳/ ۱۲۶، ۱۳۴) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۶۱، ۱۶۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تنویر العینین" (ص: ۲۹ مطبوعہ لاهور) میں لکھا ہے:

"لَكِنْ يَظْهَرُ بَعْدَ التَّأَمُّلِ فِي الدَّلَائِلِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ أَوْلَىٰ مِنْ تَرْكِهَا"①

"لیکن دلائل پر تامل اور غور وفکر کرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ قراءت کرنا ترک کرنے سے اولیٰ ہے۔"

16 مولانا خرم علی بلہوری رحمہ اللہ بھی علمائے احناف میں سے گزرے ہیں اور ان کے بھی سورت فاتحہ خلف الامام کے قائلین سے ہونے کا پتا اس بات سے چلتا ہے کہ جناب سید عبدالحی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "نزهة الخواطر" (ج ۷، ص: ۱۵۸) میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

"وَلَهُ رِسَالَةٌ فِي قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ"②

"نماز میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کے بارے میں ان کا ایک رسالہ ہے۔"

ان تمام نقول و اقتباسات سے معلوم ہوا کہ یہ سب علمائے احناف امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے، کچھ مطلقاً، کچھ سری نمازوں میں اور کچھ سکتاتِ امام میں۔

17 انہی ائمہ و علمائے احناف میں سے ایک امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بھی ہیں، جو بلا واسطہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور حاضر جواب عالم تھے۔ ان کے بارے میں امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

---

① فتاویٰ علمائے حدیث (۱۳۰/۳، ۱۳۵) فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ۳۸) التوضیح (۳۵/۱) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٦٦) نزهة الخواطر (۵۸/۷).

② فتاویٰ علمائے حدیث (۱۳۵/۳) النزهة (۱۵۸/۷) نماز میں سورت فاتحہ (...)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"أَنَا أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالنَّاسُ يَقْرَؤُونَ، إِلَّا قَوْمٌ مِنَ الْكُوفِيِّينَ، وَأَرَىٰ أَنَّ مَنْ لَمْ يَقْرَأْ صَلَاتُهُ جَائِزَةٌ"①

"میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھتا ہوں اور لوگ بھی پڑھتے ہیں سوائے فقہائے کوفہ کی ایک جماعت کے، اور میرے نزدیک فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔"

⑱ شیخ عبد الرحیم رحمہ اللہ حنفی مسلک کے ایک مجتہد گزرے ہیں، انھوں نے بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قدیم قول کو چھوڑ کر ان کے قولِ جدید پر عمل کرتے ہوئے سورت فاتحہ پڑھنا شروع کر دیا تھا اور وہ اسی کا فتویٰ بھی دیتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرح ہی شیخ عبد الرحیم نے بھی کہا تھا:

"لَوْ كَانَ فِي فَمِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَمْرَةٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يُّقَالَ: لَا صَلَاةَ لَكَ"②

"اگر قیامت کے دن میرے منہ میں انگارا ہو تو بھی یہ بات میرے لیے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ مجھے کہہ دیا جائے کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔"

⑲ ایسے ہی "أنفاس العارفين" (ص: ۱۸۹، طبع دوم) اور "مسك الختام" (۱۳۹/۱) نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب "إنسان العين في ذكر مشائخ الحرمين" سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے استاذ ابو طاہر مدنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ

① ترمذی مع التحفة (۲۳۸/۲)، فتاویٰ علمائے حدیث (۱۲۹/۳)، فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ۲۳)، الترمذي (۲۳۸/۲) تحقیق الکلام (ص: ٦)

② إمام الكلام (ص: ۲۰) ومسك الختام (۲۱۹/۱) فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ۲۵، ۲٦) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۵۱، ۱۵۲) فتاویٰ علمائے حدیث (۱۳۰/۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کرتے تھے کہ شیخ حسن عجمی ایک حنفی عالم تھے، لیکن سفر میں نمازِ ظہر وعصر اور مغرب وعشا جمع کرکے پڑھتے تھے:

''ودر حالت اقتداء سورت فاتحہ میخوانند''[1]

''اور بحالتِ اقتدا سورت فاتحہ پڑھتے تھے۔''

(20) مرزا حسن علی لکھنوی بھی حنفی تھے اور وہ نہ صرف یہ کہ بحالتِ اقتدا سورت فاتحہ پڑھتے تھے، بلکہ ''مسك الختام شرح بلوغ المرام'' میں علامہ صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا تھا جس میں قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے کو کتبِ فقہ حنفیہ سے ثابت کیا تھا۔[2]

(21) فقہ حنفیہ کی ایک معتبر ترین اور معروف ومتداول کتاب ہدایہ میں ہے:

''وَيُسْتَحْسَنُ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِحْتِيَاطِ فِيْمَا يُرْوٰى عَنْ مُحَمَّدٍ''[3]

''امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ برسبیلِ احتیاط قراءت کرلینا مستحسن ہے۔''

(22) مولانا عبدالحی رحمہ اللہ حنفی لکھنوی فرنگی محلی نے ہدایہ پر جو حاشیہ لکھا ہے، اس میں امام محمد سے مروی اس قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُوْنَ الْوَاقِعُ مَا قَالَهُ الشَّافِعِيُّ''[4]

---

(1) فتاویٰ اولیائے کرام (ص:۲۹)، نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۵۷)، توضیح الکلام (۱۳۱/۱)

(2) مسك الختام (۲۱۹/۱)

(3) هدايه مع فتح القدير (۲۴۱/۱)، هدايه (۱۰۱/۱)، فتاوی اولیائے کرام (ص:۲۱) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۴۹)، التوضیح (۵۸/۱).

(4) أيضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس احتمال کی بنا پر کہ ممکن ہے اس مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک صحیح ہو۔ (لہٰذا احتیاطاً امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھ لینا مستحسن و بہتر ہے)''

(23) ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ابن حبان سے نقل کرتے ہوئے ابن ہمام نے لکھا ہے:

''وَأَهْلُ الْكُوفَةِ إِنَّمَا اخْتَارُوا تَرْكَ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَط، لَا أَنَّهُمْ لَا يُجِيزُونَهَا'' [1]

''اہلِ کوفہ یعنی فقہائے احناف نے فاتحہ نہ پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔ یہ تو نہیں کہ وہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو جائز ہی نہ سمجھتے ہوں۔''

(24) امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا معمول بیان کرتے ہوئے ''زبدة المقامات'' (ص: ۲۰۹) پر مصنف کتاب خواجہ محمد ہاشم نے لکھا ہے کہ وہ بھی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور اس کو مستحسن سمجھتے تھے: ''فاتحہ خلف الامام ہمی خواندند و آں را مستحسن ہمی شمردند۔'' [2]

اس کے علاوہ مولانا بدر الدین نے ''حضرات القدس'' میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اکثر خود امامت فرماتے تھے اور ایک مرتبہ اس کی حکمت یہ ارشاد فرمائی: حضرات شافعیہ و مالکیہ کے یہاں قراءت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اس لیے وہ امام کے پیچھے بھی فاتحہ پڑھتے ہیں اور بہت سی احادیثِ صریحہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، لیکن ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے یہاں مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں اور جمہور فقہائے حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے، چونکہ میں مذاہب کے جمع کرنے کی

---

(1) فتح القدیر (ص: ۱۳۷)، فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ۴۲۔۴۳)، تحقیق الکلام (ص: ۵)۔
(2) فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ۴۳)، توضیح الکلام (۳۲/۱)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کرتا ہوں، اس لیے آسان صورت یہی معلوم ہوئی کہ خود امامت کروں۔[1]

25 شیخ محمد عابد سندھی کبار علمائے احناف میں سے تھے، ان کی ایک تصنیف "المواهب اللطيفة شرح مسند أبي حنيفة" جو طباعت کے مراحل سے شاید اب تک نہیں گزر سکی، اس کے قلمی نسخے سے نقل کرتے ہوئے مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ نے "توضیح الکلام" (ج ۱ ص: ۳۱) میں لکھا ہے کہ علامہ سندھی نے سری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کو "أعدل الأقوال" قرار دیا ہے کہ یہ سب سے زیادہ مبنی بر عدل وانصاف قول ہے اور اکثر متاخرین کا میلان اس سلسلے میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول کی طرف ہے۔[2]

26 امام ابو حامد الغزالی رحمہ اللہ نے اپنی مشہورِ عالم کتاب "إحياء علوم الدين" میں، جس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے، مقتدی کی نسبت سورت فاتحہ کے تعلق سے لکھا ہے:

"وَيَقْرَأُ الْمَأْمُومُ الْفَاتِحَةَ"[3]

"مقتدی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھے۔"

27 "تقصار جيود الأحرار" (ص: ۱۱۳) میں شاہ شمس الدین رحمہ اللہ کا معمول یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔[4]

28 سید عبد الحی ندوی رحمہ اللہ نے "نزهة الخواطر" (۸/۲۷۲) پر ایک حنفی عالم شیخ

---

(1) تاریخِ دعوت وعزیمت (۱۷٤/٤)، مطبوع لکھنؤ بضمن عادات ومعمولات توضیح الکلام (۳۲/۱).

(2) حوالہ مذکورہ۔

(3) إحیاء العلوم (ص:۱۳۹)، فتاویٰ اولیائے کرام (ص ٤۳).

(4) فتاویٰ اولیائے کرام (ص:٤۳).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد ارشد جونپوری کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے معمول کا ذکر کرتے ہوئے سید صاحب لکھتے ہیں:

"كَانَ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ فِيْ صَلَاتِهِ السِّرِيَّةِ"

''وہ سری قراءت والی نمازوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔''[1]

(29) ایسے ہی "نزهة الخواطر" (٣٦٩/٥) میں سید عبدالحی نے ایک دوسرے بزرگ شیخ محمد رشید عثمانی جونپوری مصنف "الرشيديه" کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے مختارات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"وَمِنْ مُخْتَارَاتِهِ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْ صَلَاتِهِ السِّرِيَّةِ"[2]

''اور ان کے مختارات و معمولات میں سے یہ بھی تھا کہ وہ سری قراءت والی نمازں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔''

(30) برصغیر کے معروف علمائے احناف میں سے ایک مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ بھی ہیں، انھوں نے اپنی کتاب "سبيل الرشاد" (ص: ١٠) میں، (بعض طبعات میں (ص: ١٦) اور بعض میں (ص: ٢١، ٢٠)، جب کہ ادارہ اسلامیات لاہور کے ایڈیشن میں ص: ٣٢، ٣٣) ایک حدیثِ رسول ﷺ کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

الحاصل جب آپ ﷺ کو قراءت میں منازعت اور ثقل ہوا اور لوگوں کا پڑھنا

---

[1] نزهة الخواطر (٢٧٢/٦)، نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٥٦)، توضیح الکلام (٣٢/١)، فتاویٰ علمائے حدیث (١٣٥/٣).

[2] بحوالہ جاتِ سابقہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ »

''یعنی اگر چہ تم جلدی جلدی سکتاتِ امام میں ہی پڑھتے ہو، تاہم مت پڑھا کرو۔''

موصوف نے سبیل الرشاد میں الفاظِ حدیث میں سے صرف اتنے ہی الفاظ کا اردو ترجمہ کیا ہے اور بقیہ الفاظ کا ترجمہ کسی وجہ سے رہ گیا ہے، جو یوں ہے: '' تاہم مت پڑھا کرو سوائے سورت فاتحہ کے، کیوں کہ سورت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

بہر حال آگے وہ مزید لکھتے ہیں:

''پس جب اس (سورت فاتحہ) کو اس قدر خصوصیت باصلاۃ ہے تو اگر سکتات میں اس کو پڑھ لو تو رخصت ہے۔ اور یہ قدرِ قلیل آیات ہیں۔ محلِ ثنا میں ختم ہو سکتی ہیں اور خلطِ امام کی نوبت نہیں آتی۔''[1]

31 معروف حنفی عالم علامہ عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی کے شاگردوں نے سورت فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر متعدد رسائل کے مجموعہ پر مشتمل مستقل ایک کتاب لکھی، جس کا نام ''امام الکلام'' ہے اور جب امام الکلام کو دوبارہ چھاپنے کی نوبت آئی تو مولانا عبدالحی نے غیث الغمام کے نام سے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔ یہ متن و حاشیہ امام الکلام کے نام سے مولانا لکھنوی کی تالیف کے طور پر ہی معروف ہیں۔[2]

---

(1) بحوالہ فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ٤٥) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٦٩)، توضیح الکلام (١/٣١، ٣٨)

(2) سیرت شبلی از سید سلیمان ندوی (ص: ١٠١) بحوالہ توضیح الکلام (١/٣٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں انھوں نے حنفی ہونے کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کے لیے سری نمازوں میں الحمد للہ پڑھنا مستحسن ومستحب ہے اور جہری یا بلند آواز سے قراءت کی جانے والی نمازوں میں بھی امام کے سکتات میں مقتدی سورت فاتحہ پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "إمام الکلام" (ص: ١٥٦) اور بعض طبعات (ص: ٢١٦) میں لکھتے ہیں کہ اب نہایت اچھی طرح ظاہر ہوگیا ہے کہ جن اقوال کو ہمارے فقہائے احناف نے اختیار کیا ہے، ان میں سب سے زیادہ قوی مسلک وقول یہ ہے کہ سری نمازوں میں (جن میں قراءت بلا آواز کی جاتی ہے) امام کے پیچھے الحمد للہ پڑھنا مستحسن ہے، جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ اور دیگر فقہائے زمانہ کی ایک جماعت سے مروی ہے۔

مجھے امیدِ واثق ہے کہ جب امام محمد رحمہ اللہ سری نمازوں میں سورت فاتحہ پڑھنے کو مستحسن کہتے ہیں تو لازماً جہری یعنی بلند آواز کی قراءت والی نمازوں میں بھی امام کے سکتات میں سورت فاتحہ پڑھنے کو جائز سمجھتے ہوں گے، کیوں کہ جہری میں سکتاتِ امام میں قراءت کرنے اور سری نمازوں میں قراءت کرنے کے مابین کوئی فرق نہیں اور محدثین کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے۔ اللہ ان سب کو روزِ قیامت جزا عطا فرمائے۔[1]

نیز "عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ" (١٧٤/١) میں لکھتے ہیں کہ مقتدی کے لیے سری نمازوں میں اور جہری نمازوں کے سکتات میں (یعنی جب امام ایک ایک آیت پڑھ کر خاموشی اختیار کرتا ہے ان میں) سورت فاتحہ پڑھنے پر حضرت

---

[1] إمام الکلام بحوالہ توضیح الکلام (٣٥/١). فتاوی اولیائے کرام (ص: ٣٩، ٤٠)، نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٦٦، ١٦٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ والی وہ حدیث دلالت کرتی ہے، جس میں ان کا بیان ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی ایک نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قراءت دشوار ہوگئی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟ ہم نے عرض کی: ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم (ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سورت فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو، کیوں کہ جس شخص نے سورت فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی تو نماز ہی نہیں ہوتی۔''

یہ حدیث ابو داود، ترمذی، نسائی، معجم طبرانی صغیر اور دیگر کتبِ حدیث میں حسن درجے کی سند سے مروی ہے۔[1]

یہ حدیث تفصیلی تخریج کے ساتھ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔

''التعليق الممجد على موطأ الإمام محمد'' (ص: ۹۹) اور بعض طبعات کے (ص: ۱۰۱) (طبع یوسفی) میں علامہ لکھنوی لکھتے ہیں: ''کسی مرفوع صحیح حدیث میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں اور جو بھی مرفوع احادیث پیش کرتے ہیں، وہ یا تو صحیح نہیں یا لا اصل ہیں۔''[2]

تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں:

''امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کی احادیث کے معارض و مخالف کوئی مرفوع حدیث نہیں پائی جاتی۔''

پھر آگے خلاصہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بالجملہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ

---

① بحوالہ فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ۴۰۔۴۱) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۶۸، ۱۶۹)۔

② بحوالہ توضیح الکلام (۱/۳۶) فتاویٰ (ص: ۴۱، ۴۲) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۷۱، ۱۷۲)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے کی احادیث کے درجے کی کوئی معارض ومخالف حدیث نہیں اور نہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی کوئی حدیث ہے۔[1]

جب کہ اپنی چوتھی کتاب "السعایة" میں وہ لکھتے ہیں کہ تمام اطراف پر نظر ڈالنے کے بعد مجھ پر یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ قراءت خلف الامام کی ممانعت بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے ہوتی ہے اور انھی پر ہمارے علما نے اعتماد کیا ہے اور کراہت کا فتویٰ دیا ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی با اعتماد سند کے ساتھ ممانعت ثابت نہیں ہے اور اس سلسلے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ ثابت نہیں ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ سری نمازوں میں قراءت کو جائز قرار دیتے ہیں، البتہ جہری میں ان کے نزدیک بھی منع ہے تو ان کی اس ممانعت والی رائے کو ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالحی نے لکھا ہے:

"أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ حَدِيثَ عُبَادَةَ صَرِيحٌ فِي تَجْوِيزِهٖ فِي الْجَهْرِيَّةِ"[2]

"کیا انھیں معلوم نہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جہری نمازوں میں بھی قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے جواز کی صریح دلیل ہے۔"

(32) معاصرین کبار علمائے احناف میں سے مولانا ظفر احمد عثمانی کا ایک مضمون جناب ماہر القادری رحمہ اللہ کے ماہنامہ "فاران" کراچی کے نومبر، دسمبر 1960ء کے دو شماروں میں شائع ہوا تھا، اس میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

---

[1] بحوالہ فتاوی اولیائے کرام وفقہائے عظام (ص ٤٢) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٧٢).

[2] السعاية (٢/٣٠٢_٣٠٤) بحوالہ توضیح الکلام (١/٣٦_٣٧) حاشیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مولانا عبدالحی رحمہ اللہ اور ملا جیون رحمہ اللہ کی عبارتوں میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول کا حوالہ صراحتاً موجود ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول میں سری نمازوں کی قید صراحتاً مذکور ہے اور اس میں کسی کو نزاع نہیں، بلکہ ہم تو جہری نمازوں میں بھی امام کی قراءت سے پہلے یا پیچھے مقتدی کو قراءت کی اجازت دیتے ہیں۔''[1]

ایک جگہ لکھتے ہیں:

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''حجة الله البالغة'' میں اور حضرت فقیہ الامت رشید الملت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''سبيل الرشاد'' میں اس کی تصریح کی ہے کہ جہری کے سکتات میں قراءت خلف الامام جائز ہے۔[2]

نیز ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''حنفیہ سب روایات کو جمع کر کے یہ فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں امام کی قراءت کے ساتھ قراءت کرنا منع ہے۔ اس سے پہلے یا پیچھے سکتاتِ امام میں اور سری نمازوں میں قراءت فاتحہ خلف الامام جائز یا مستحسن ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

''جو لوگ سکتاتِ امام کی رعایت کر کے سورۃ فاتحہ خلف الامام پڑھ سکیں، اس کو کسی نے ناجائز اور حرام نہیں کہا۔ اسی طرح سری نمازوں میں بھی قراءت فاتحہ خلف الامام جائز ہے، جب کہ امام سے منازعت اور

---

[1] ''فاران'' (صفحہ: 29) شمارہ دسمبر 1960ء بحوالہ توضیح الکلام (۳۷/۱) فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ٤٧) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٧٠)

[2] ''فاران'' (صفحہ: 28) شمارہ دسمبر 1960ء بحوالہ توضیح الکلام (۳۷/۱).

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشویش نہ ہو۔"[1]

33 مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بھی فاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں روایتی تشدد کے قائل نہیں تھے، بلکہ اپنی کتاب "توثيق الكلام في الإنصات خلف الامام" میں وہ فرماتے ہیں:

"امامِ اعظم بھی باوجود عظمتِ شان، امکانِ خطا سے منزہ نہیں۔ کیا عجب کہ امام شافعی رحمہ اللہ ہی صحیح فرماتے ہوں اور ہم ہنوز ان کے قول کی وجہ نہ سمجھتے ہوں اور اس امر میں زیادہ تعصب کو (ہم) پسند نہیں کرتے۔"[2]

34 شیخ عبدالقادر جیلانی معروف بزرگ گزرے ہیں، انھوں نے اپنی کتاب "غنية الطالبين" میں نماز کے ارکان بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے:

"سورت فاتحہ کا پڑھنا فرض اور نماز کا رکن ہے، سورت فاتحہ کے نہ پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر بھی لکھتے ہیں:

"نماز کے ارکان میں سے سورت فاتحہ کا پڑھنا بھی ایک رکن ہے۔"

ایک اور جگہ پر لکھا ہے:

"نماز پڑھنے والا اگر نماز کا کوئی رکن جان بوجھ کر یا بھول کر چھوڑ دے تو وہ نماز باطل ہو جائے گی۔"[3]

---

1. "فاران" کراچی 1960ء نومبر، دسمبر بحوالہ "فتاویٰ اولیائے کرام" (ص: ۲۷)، نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۷۰، ۱۷۱).
2. بحوالہ توضیح الکلام (۱/ ۸۳).
3. غنية الطالبين مع اردو ترجمہ (ص: ۲۱، ۲۲)، نیز دیکھیے: فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ٤٦)، نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۵۲، ۱۵۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت شیخ نے امام و منفرد یا مقتدی کا فرق تو نہیں کیا، لیکن ایک بات جو واضح ہے وہ یہ کہ انھوں نے قراءتِ فاتحہ کو فرض اور نماز کا رکن قرار دیا ہے اور نماز کے رکن کی ادائیگی میں دوسرا کوئی شخص (امام) متحمل نہیں ہو سکتا، بلکہ ہر شخص کو وہ رکن خود ادا کرنا پڑتا ہے، ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی جیسے رکوع اور سجدہ وغیرہ ارکان ہیں۔[1]

35 اس سلسلۂ اقتباسات کو ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استادِ گرامی امام حماد رحمہ اللہ کے قول پر ختم کرنا چاہتے ہیں، ہم نے جس قدر بھی اقوال و آرا اور اقتباسات ذکر کیے ہیں وہ ائمہ و فقہائے احناف کے تھے، جب کہ امام حماد رحمہ اللہ تو حقیقی مذہب سے پہلے کے ہیں، لیکن چونکہ وہ امام صاحب رحمہ اللہ کے استاد ہیں، لہٰذا ان کا فتویٰ بھی یہاں ذکر کر رہے ہیں، چنانچہ ''جزء القراءۃ'' امام بخاری میں حضرت حنظلہ بن ابو مغیرہ رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''سَأَلْتُ حَمَّاداً عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ: كَانَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَقْرَأُ، فَقُلْتُ: أَيُّ ذَلِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ فَقَالَ: أَنْتَ تَقْرَأُ''[2]

''میں نے امام حماد سے ظہر و عصر میں قراءت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا: آپ کو کیا پسند ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تم امام کے پیچھے قراءت کرو۔'' (یعنی سورت فاتحہ پڑھی جائے)۔

---

[1] أیضاً.

[2] جزء القراءۃ مترجم (ص: ۳۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض ائمہ وفقہائے احناف کے ان اقتباسات کی تفصیلات ذکر کرنے سے مقصد صرف اتنا ہے کہ ان سب کے نزدیک بھی کسی نہ کسی رنگ میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا مستحسن ومستحب یا کم ازکم جائز ہے اور یہ مسئلہ چونکہ خود علمائے احناف کے یہاں بھی مختلف فیہ ہے، لہٰذا ان میں سے محقق اور منصف مزاج علما روایتی تشدد کے قائل نہیں، لہٰذا ہم سب کو بھی اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے۔ و اللّٰہ الموفق.

احناف کے تین مسالک:

سابق میں ہم نے ائمہ وفقہائے احناف اور جماعتِ صوفیائے کرام و اولیائے عظام میں سے پینتیس (35) کے اقتباسات ذکر کیے ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ احناف میں سے اہلِ علم کے تین مسلک رہے ہیں:

1. جہری و سری نمازوں میں مقتدی کے لیے ترکِ قراءت کا اولیٰ ہونا، یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قدیم قول ہے اور اس میں بھی ترکِ قراءت کو اختیار ہے، قراءت کو حرام یا مکروہ نہیں کہا گیا۔ اگرچہ بعد میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اس قولِ اوّل سے رجوع بھی نقل کیا گیا ہے، جیسا کہ علامہ عبد الوہاب شعرانی نے "المیزان الکبریٰ" میں ذکر کیا ہے، جس کی کچھ تفصیل بھی آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ[1]

2. دوسرا مسلک قراءت کا مکروہ (تحریمی) ہونا بتایا جاتا ہے۔ اکثر احناف کا یہی قول ہے۔ یہاں یہ بات بطورِ خاص ذہن میں رہے کہ یہ کراہت (تحریمی) والا قول متاخرین کا ہے، خود صاحبِ مذہب حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا نہیں اور

---

[1] غیث الغمام (ص: ۲۱۶) توضیح الکلام (۵۸/۱) فتاویٰ اولیائے کرام (ص: ۱۷) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۴۳) تحقیق الکلام (ص: ۶، ۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ صاحبین، یعنی امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کا ہے، بلکہ "امام الکلام" (جدید ص: ٤٦، قدیم ص: ٣٧) میں علامہ عبد الحی رحمہ اللہ کے بقول کراہت یا حرمت کی تنصیص متاخرین کی تخریجات ہیں۔[1]

تخریج کو امام صاحب کا مذہب بتلانا، سراسر غلط ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "حجة الله" (١/٦٠) میں وضاحت کی ہے۔

3 تیسرا مسلک امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کا (خصوصاً سری نمازوں میں) اچھا (مستحسن) ہونا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردِ خاص ہیں، ان کا یہی مسلک ہے، بلکہ خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی یہ منقول ہے، جیسا کہ "مختصر القدوري" کی شرح "المجتبیٰ" کے مؤلف علامہ مختار محمود نجم الدین زاہدی سے علامہ انور شاہ کاشمیری نے "فصل الخطاب" (ص: ٢٩٨) میں اور علامہ عبد الحی نے "إمام الكلام" (ص: ٣٩) میں نقل کیا ہے۔ ایسے ہی "جامع الرموز" سے علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے "مسك الختام" (١/٢١٩) میں بھی نقل کیا ہے اور امام صاحب کے ساتھ ہی امام محمد رحمہ اللہ کا ذکر بھی ہے۔

بعض علما نے کہہ دیا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا یہ قول شاذ ہے، جیسا کہ "تکمیل البرھان" کے جواب میں مولانا عثمانی نے "فاران" (کراچی) میں دو قسطوں پر مشتمل مضمون لکھا تھا، اس میں انھوں نے لکھا کہ ہدایہ جو حنفی فقہ کی مشہور کتاب اور داخلِ درس ہے (اس) میں یہ قول مذکور ہے کہ امام محمد نے احتیاطاً سری نمازوں میں قراءتِ فاتحہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔ ہدایہ سے زیادہ کون سی کتاب فقہ حنفی میں مشہور ہوگی۔[2]

---

1. تحقیق الکلام (ص: ٥)
2. "فاران" (دسمبر 1960ء، صفحہ: 68) بحوالہ توضیح کلام۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "العرف الشذي" (ص: ١٤٧) میں اور انہی سے نقل کرتے ہوئے علامہ بنوری نے "معارف السنن" (١٨٨/٣) میں لکھا ہے کہ سری نمازوں میں استحساناً قراءت کی روایت لا محالہ ثابت ہے، کیوں کہ صاحبِ ہدایہ نے اسے نقل کیا ہے:

"فَإِنَّ صَاحِبَ الْهِدَايَةِ مُتَثَبِّتٌ فِي النَّقْلِ مُتْقِنٌ لِلْمَذْهَبِ"

"کیوں کہ صاحب الہدایہ نقل میں پختہ اور مذہب میں مُتْقِنْ ہیں۔"[1]

ایسے ہی "فیض الباري شرح صحیح بخاري" (١٠٥/٣، ٢٧٢) میں علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے۔

تبع التابعین رحمہم اللہ کا نظریہ:

ان ائمہ وفقہائے احناف کے بعد اب آیئے آپ کو بتائیں کہ امام کے پیچھے قراءتِ فاتحہ کے قائلین میں سے بے شمار تبع تابعین عظام رحمہم اللہ بھی تھے، چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عون، ایوب سختیانی اور اصحابِ شافعی میں سے ابو ثور اور داود بن علی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے بھی ایسا ہی قول مروی ہے اور مکحول کا بھی یہی قول ہے۔[2]

نیز امام بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنہ میں لکھا ہے کہ امام اوزاعی اور لیث رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے اور ابو ثور نے بھی یہی کہا ہے۔[3]

علامہ حازمی نے "الاعتبار" میں لکھا ہے کہ اہلِ علم کی ایک جماعت تمام نمازوں

---

① بحوالہ سابقہ

② قرطبي (٨٤/١)

③ شرح السنه للبغوي (٨٥/٣)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں (وہ جہری ہوں یا سری) الحمد للہ کو فرض و واجب کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عون، اوزاعی اور دوسرے علمائے شام رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔[1]

تابعین رحمہم اللہ کا نقطۂ نظر:

ان تبع تابعین رحمہم اللہ کے علاوہ اور ان سے بھی پہلے تابعینِ عظام رحمہم اللہ میں سے بھی بکثرت حضرات کا یہی مسلک تھا، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ "جزء القراءۃ" میں لکھتے ہیں: "حضرت حسن بصری، سعید بن جبیر، میمون بن مہران رحمہم اللہ اور بے شمار دیگر تابعینِ عظام رحمہم اللہ اور دوسرے اہلِ علم حضرات قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے، خواہ امام جہراً قراءت ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔"[2]

تابعینِ کرام رحمہم اللہ میں سے ہی امام مکحول، عروہ بن زبیر، شعبی، مجاہد، قاسم بن محمد رحمہم اللہ بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے، البتہ ان میں سے بعض ہر نماز میں اور بعض صرف سری قراءت والی نمازوں میں اس کے قائل تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استاد امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ، ایسے ہی ایک دوسرے استاد امام عطا رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ان حضرات کے آثار کا تذکرہ بھی ہم آگے چل کر کریں گے۔ ان شاء اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول حضرت ابو ہریرہ، اُم المومنین حضرت عائشہ، حضرت عمر فاروق، حضرت ابی بن کعب، حضرت حذیفہ، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہم اور کتنے

---

[1] الاعتبار (ص:۹۹) توضیح الکلام (۱/۵۳)

[2] جزء القراءۃ إمام القراءۃ مترجم (ص: ۳٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ [1]

امام بخاری رحمہ اللہ کے ذکر کردہ ان صحابہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس، انس، ابن مسعود، جابر، ابو الدرداء، ابن زبیر، ہشام بن عامر، خوات بن جبیر اور حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم بھی قراءت کے قائل تھے اور ان میں سے بھی بعض تمام نمازوں میں اور بعض صرف سری میں۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت عمر، عثمان، علی، ابن عباس، معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو تمام نمازوں میں وجوبِ قراءتِ فاتحہ کا قائل بتایا ہے۔ [2]

امام قرطبی رحمہ اللہ نے حضرت عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ، ابی بن کعب، ابو ایوب انصاری، عبد اللہ بن عمرو بن عاص، عبادہ، ابو سعید خدری، عثمان بن ابو العاص اور حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہم کو ہر نماز میں وجوبِ قراءت کا قائل لکھا ہے۔ [3]

---

1. جزء القراءة (ص: ٣٤)، الكواكب الدرية (ص: ٧٥، ٧٦)
2. شرح السنة (٣/٨٤، ٨٥)
3. قرطبي (١/٨٤، ٨٥)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائلینِ قراءتِ خلف الامام کے دلائل

اب آیئے دیکھیں کہ قائلینِ قراءت کے دلائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورتِ فاتحہ پڑھنے کو ضروری سمجھنے والے قرآن وسنت، آثارِ صحابہ وتابعین اور اقوالِ تبع التابعین اور فتاویٰ ائمہ سے استدلال کرتے ہیں۔

قرآنی آیات سے استدلال

اس سلسلے میں جن قرآنی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ بھی متعدد ہیں:

پہلی آیت:

ان میں سے سب سے پہلی آیت وہ ہے جو چودھویں پارے میں سورت حجر میں ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴾ [الحجر: ۸۷]

’’(اے نبی!) ہم نے آپ کو وہ سات (آیات) دی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآنِ عظیم عنایت کیا ہے۔‘‘

اس آیت میں ’’السبع المثاني‘‘ اور ’’القرآن العظیم‘‘ سے مراد سورت فاتحہ ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور دو حدیثوں سے پتا چلتا ہے، جن میں سے پہلی حدیث میں حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

« ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْآنُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ»①

''﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (سورت فاتحہ) ہی السبع المثانی اور قرآن عظیم ہے، جو مجھے عطا فرمائی گئی ہے۔''

دوسری حدیث بھی صحیح بخاری کی ہے اور اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ»②

''سورت فاتحہ ہی السبع المثانی اور قرآنِ عظیم ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی، عمر، ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔ امام نخعی، عبد اللہ بن عبید بن عمر، ابن ابی ملیکہ، شہر بن حوشب، حسن بصری، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔③

سورت فاتحہ کو ''مثانی'' کیوں کہا گیا ہے؟ اس سلسلے میں امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُنَّ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَأَنَّهُنَّ يُثْنَيْنَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مَكْتُوبَةٍ أَوْ تَطَوُّعٍ''④

''ہمیں بتلایا گیا ہے کہ وہ ''السبع المثانی'' فاتحہ الکتاب ہے اور وہ فرض و نفل تمام نمازوں کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام المفسرین امام ابن جریر

---

① موطأ (۱/۱۷۲۔۱۷٤) صحيح البخاري (۸/۱۵٦، ۱۵۷) ابن كثير (۲/۵۵۷)

② أيضاً.

③ ابن كثير أيضاً.

④ ابن كثير أيضاً و انظر تفسير طبري (۱۳/۵٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبری رحمہ اللہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔ علامہ آلوسی نے "روح المعاني" (۳۲٤/۲) اور علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے بھی "تفسیر کشاف" (۵۸۷/۲) میں ''مثانی'' کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

"الإتقان في علوم القرآن" (۵۳/۱) میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اسے ''مثانی'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے اور اس کی تائید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے بھی ہوتی ہے جو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حسن درجے کی سند سے روایت کیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

«السَّبْعُ الْمَثَانِيْ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ تُثْنٰى فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ» [1]

''(السبع المثانی) سورت فاتحہ ہے کہ ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔''

مفسرینِ کرام کی ان تفسیری تصریحات کا لبِ لباب یہ ہوا کہ سورت فاتحہ کو "السبع المثاني" اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ فرض و نفل ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔ اس آیت میں امام و منفرد یا مقتدی کی کوئی تخصیص نہیں ہے، لہٰذا مفسرین کے اقوال کی روشنی میں اس آیت کے عموم سے قائلینِ وجوبِ فاتحہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ نمازی کو سورت فاتحہ پڑھنی چاہیے، خواہ منفرد ہو یا مقتدی یا امام۔

دوسری آیت:

ایسے ہی وجوبِ قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے قائلین کا استدلال ایک دوسری آیت سے بھی ہے، جو انتیسویں پارے کی سورت مزمل میں ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ [المزمل: ۲۰]

''قرآن میں سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔''

---

[1] الاتقان (۵۳/۱) بحوالہ توضیح الکلام (۱۰۳/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے وجہ استدلال یوں ہے کہ نماز میں مطلق قراءت کی فرضیت پر تو علمائے احناف نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے، اور ان کے نزدیک اس آیت کا مخاطب جس طرح منفرد ہے ویسے ہی امام و مقتدی بھی تو ہے، لہٰذا یہ آیت جس طرح منفرد سے قراءت کا تقاضا کرتی ہے، ایسے ہی امام و مقتدی سے بھی۔ اب رہا معاملہ یہ کہ اس آیت میں ﴿مَا تَيَسَّرَ﴾ سے مراد کیا ہے؟ اس کے بارے میں علمائے احناف کے دو قول ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن کی کوئی ایک آیت اور امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ کے نزدیک تین آیتیں ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آیت کے الفاظ ﴿مَا تَيَسَّرَ﴾ کی تعیین ایک آیت یا تین آیتوں سے کرنا محض ایک دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ قرآن و سنت سے اور نہ اجماعِ امت ہی سے، بلکہ اس کے برعکس قائلینِ وجوبِ فاتحہ کا کہنا ہے کہ یہاں ﴿مَا تَيَسَّرَ﴾ سے مراد سورت فاتحہ ہے، کیوں کہ وہی ''السبع المثاني'' یعنی نماز میں بار بار پڑھی جانے والی ہے، جیسا کہ پہلی آیت کے تحت بعض احادیث و آثار ذکر کیے گئے ہیں اور «لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» والی حدیث کہ ''فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔'' متواتر حدیث ہے، جیسا کہ امام بخاری نے ''جزء القراءۃ'' (ص: ٤) میں کہا ہے اور ایک جگہ یہاں تک لکھا ہے:

«وَأَهْلُ الصَّلَاةِ مُجْتَمِعُوْنَ فِيْ بِلَادِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ يَوْمِهِمْ وَ لَيْلَتِهِمْ عَلٰى قِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ»

''پورے عالمِ اسلام کے تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ نماز میں سورت فاتحہ پڑھنی چاہیے۔''

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الإتقان'' (١/١٢) میں لکھا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لَمْ يُحْفَظْ أَنَّهُ كَانَ فِي الْإِسْلَامِ صَلَاةٌ بِغَيْرِ الْفَاتِحَةِ"

''اسلام میں فاتحہ کے بغیر نماز کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔''

امام بخاری و سیوطی ﷭ کے بیان کردہ اس تواترِ عملی و تواترِ قولی سے معلوم ہوا کہ عموم کی تعیین سورت فاتحہ سے کرنا بالاتفاق جائز ہے، بلکہ لازماً سورت فاتحہ ہی مراد لینا ہوگا، کیوں کہ حدیث سے صرف اسی کی تعیین ہی ثابت ہوتی ہے اور نماز اچھی طرح نہ پڑھنے والے صحابی والی معروف حدیث سے بھی اس آیت کی تفسیر ہوتی ہے، چنانچہ اس حدیث کے بعض طُرق میں ہے:

«ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ»

''پھر قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھو جو تمھیں یاد ہو۔''

بعض روایات میں صراحتاً مذکور ہے:

«ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ أَوْ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَقْرَأَ»[1]

''پھر ام القرآن اور مزید جتنا اللہ چاہے اتنا پڑھو۔''

اس حدیث کے آخر میں ہے:

«ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا»[2]

''پھر ساری نماز کی ہر رکعت کو اسی طرح پڑھو۔''

علامہ عینی اور ابن ہمام ﷭ نے اس سے آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔[3]

جب کہ ابو داود میں ام القرآن کے الفاظ واضح ہیں۔ استاذ الاساتذہ حضرت

---

[1] أبو داود مع العون (٣/٦٧) و بحواله فتح الباري (٢/٢٧٨)

[2] بخاري مع الفتح (٢/٢٣٧، ٢٧٧)

[3] احسن الکلام (١/٢٧١) بحوالہ توضیح الکلام (١/١٠٥، ١٠٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے بھی ان دونوں آیتوں سے اپنی کتاب ''خیر الکلام'' میں سورت فاتحہ کی فرضیت پر استدلال کیا ہے اور باوجود اس کے کہ صاحبِ احسن الکلام نے مختلف احادیث کا کسی نہ کسی طرح سے جواب لکھا ہے، لیکن ان آیات کا ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑا، بلکہ خاموشی ہی میں عافیت پائی ہے۔

تیسری آیت:

اسی سلسلے میں وہ ایک تیسری آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ [النجم: ٣٩]

''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔''

قائلینِ وجوب کا کہنا ہے کہ اس آیت میں ایک قاعدہ بیان ہوا ہے کہ انسان کو اس کی اپنی سعی و عمل ہی کام دیں گے اور چونکہ پہلے ذکر کی گئی دونوں آیتوں سے قراءتِ فاتحہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، لہٰذا مقتدی کا بھی یہی فریضہ ہے اور اگر مقتدی نے فاتحہ نہیں پڑھی تو یہ فریضہ اس کے ذمے رہے گا۔ اِلا یہ کہ وہ معذور ہو، لہٰذا محض امام کے فاتحہ پڑھ دینے سے مقتدی اس فریضے سے بری الذمہ کیسے ہو سکتا ہے؟ خصوصاً جب کہ نماز خالص بدنی عبادت ہے اور بدنی عبادت میں نیابت ائمہ احناف کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے، جس کی تفصیل حضرت محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''خیر الکلام'' (٧١۔ ٧٤) میں دیکھی جا سکتی ہے۔[1]

آیت سے طریقۂ استدلال، اس پر فریقِ ثانی کی طرف سے مؤلفِ کتاب ''احسن الکلام'' (مولانا سرفراز خان صفدر صاحب آف گکھڑ) کے بعض اعتراضات اور ان کے مسکت جوابات کی تفصیل مطلوب ہو تو حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

[1] توضیح الکلام (١٠٦/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی کتاب ”خیر الکلام“ (ص: ۴۱۔۴۷) اور مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب ”توضیح الکلام“ (۱/۱۰۶، ۱۱۱) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

چوتھی آیت:

فریقِ اول، یعنی قائلینِ قراءت کا وجوبِ فاتحہ پر استدلال ایک چوتھی آیت سے بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ [الأعراف: ۲۰۵]

”اور اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے، پست آواز سے صبح و شام یاد کرتے رہو۔“

اس آیت سے قائلینِ وجوبِ فاتحہ کا استدلال یوں ہے کہ پہلی ذکر کردہ تینوں آیات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سورت فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں ہر نمازی کے لیے فرض ہے اور یہ بھی کہ قراءتِ فاتحہ نماز کا رکن ہے اور یہ کہ عباداتِ بدنیہ میں نیابت صحیح نہیں ہے اور اس آہستہ آواز سے پڑھنے والی آیت سے پہلے والی آیت:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ [الأعراف: ۲۰۴]

میں چونکہ قرآن مجید سننے کا حکم ہے، اس لیے یہاں اگلی ہی آیت میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ آہستہ پڑھو، آہستہ پڑھنا انصات اور استماع کے منافی نہیں ہے۔ اس آیت کی تفسیر و تشریح اگر امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر (۹/۱۶۸) اور علامہ آلوسی کی ”روح المعاني“ (۹/۱۵۴) میں ملاحظہ کی جائے تو پتا چلتا ہے کہ اسے انھوں نے مقتدی سے خطاب بتایا ہے۔

علامہ عبد الحی لکھنوی نے ابن جریر اور ابو الشیخ کے حوالے سے اسے ابن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زید رحمہ اللہ کا قول بتایا ہے جو اپنے والد زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت بیان کرتے ہیں جو تابعینِ کرام میں سے ہیں اور "خیر الکلام" (ص: ٤٩) میں تفسیر نیشاپوری کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ اس میں تصریح ہے کہ آہستگی سے پڑھنا انصات کے منافی نہیں۔ اس بات کی تفصیل فریقِ ثانی کے دلائل کے ضمن میں ان شاء اللہ ذکر کی جائے گی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی سری نمازوں میں اور جہری نمازوں میں بھی اس وقت جب مقتدی قراءت کی آواز نہ سن رہا ہو تو امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (٢٨٥/٢٣) اور فتاویٰ مصریہ (١٤٩/٢)

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر (٢٢٥/٧) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

«اَنَّهُ يَعْنِي بِالذِّكْرِ: الْقِرَاءَةَ فِي الصَّلَاةِ»[1]

"یہاں ذکر سے مراد نماز میں قراءت کرنا ہے۔"

صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سری و جہری تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ کی قراءت ثابت ہے، جس کی نص ہم آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ضمن میں ذکر کریں گے۔ باذن اللہ

علامہ ابن حزم نے "المحلّٰی" (٢٣٩/٣) میں اس ذکر کو نماز میں قراءت کرنا ہی شمار کیا ہے اور ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ شاید ذکر سے مراد "ذکرِ قلبی" ہو تو یہ خیال بھی درست نہیں، کیوں کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الأذکار" میں لکھا ہے:

---

[1] أيضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اِعْلَمْ أَنَّ الْأَذْكَارَ الْمَشْرُوْعَةَ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا وَاجِبَةً كَانَتْ أَوْ مُسْتَحَبَّةً لَا يُحْسَبُ شَيْئٌ مِّنْهَا وَلَا يُعْتَدُّ بِهٖ حَتّٰى يَتَلَفَّظَ بِهٖ بِحَيْثُ يُسْمِعُ نَفْسَهٗ إِذَا كَانَ صَحِيْحَ السَّمْعِ لَا عَارِضَ لَهٗ" [1]

"یاد رہے جو اذکار نماز وغیرہ میں مشروع ہیں، وہ واجب ہوں یا مستحب، ان کا اس وقت تک اعتبار نہ ہوگا جب تک ان میں اس انداز کا تلفظ نہ ہو جس میں خود اپنے آپ کو سنا سکے بشرطیکہ صحیح سننے پر قادر ہو اور کوئی عارضہ بھی اسے لاحق نہ ہو۔"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی یہی بات کہی ہے، بلکہ انھوں نے تو زبان کو حرکت دیے بغیر نماز کو صحیح کہنے والے کے ارتداد کی رائے دیتے ہوئے لکھا ہے:

"مَنْ قَالَ: اَنَّهَا تَصِحُّ دُوْنَهٗ فَيُسْتَتَابُ" [2]

"جو اس کے بغیر نماز کو صحیح کہے، اس سے توبہ کرائی جائے۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے عموم سے بھی مقتدی کے لیے سورت فاتحہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کا پڑھنا واجب بنتا ہے۔

اس آیت سے استدلال پر وارد اعتراضات کے تفصیلی جوابات کے لیے دیکھیں: "توضیح الکلام" (۱/۱۱۳۔۱۱۸)

احادیثِ رسول ﷺ سے استدلال

قرآنی آیات کے علاوہ قائلینِ قراءتِ فاتحہ خلف الامام کا استدلال بکثرت

---

[1] الأذكار (ص: ۱۰) بتحقيق الأرناؤوط.

[2] مختصر الفتاوى المصريه (ص: ۴۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث اور آثارِ صحابہ و تابعین سے بھی ہے، تو آیئے اُن احادیث کی بات کریں جنھیں وجوبِ قراءت والے فریقِ اول نے اپنے دلائل بنایا ہے۔

پہلی حدیث:

اس سلسلے میں پہلی حدیث وہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ، ابن حبان، ابن خزیمہ، مسند احمد، دار قطنی، مسند شافعی، حمیدی، ایسے ہی سنن کبریٰ بیہقی، دارمی، ابی عوانہ، "کتاب القراءۃ" بیہقی، طبرانی صغیر، شرح السنہ اور "جزء القراءۃ" امام بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ »[1]

"جس نے سورت فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں۔"

1. "جزء القراءۃ" (ص: ۷۲) میں امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا صَلَاةَ اِلَّا بِقِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ"[2]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ سورت فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔"

2. اس حدیث کے تحت علامہ کرمانی شرح البخاری میں لکھتے ہیں:

"وَفِي الْحَدِيْثِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ وَاجِبَةٌ عَلٰى

---

[1] بخاري مع الفتح (۲۳۷/۲)، مسلم مع نووي (۱۰۰/۴/۲)، الاحسان (۸۲/۵) مشكاة (۲۶۲/۱)، ابن خزيمه (۲٤٦/۱)، كتاب القراءة للبيهقي (ص: ۵۰)، تحقیق الکلام (ص: ۱۳)، توضیح الکلام (۱۱۹/۱)

[2] جزء القراءة (ص: ۲۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ فِيْ الصَّلَاةِ كُلِّهَا"[1]

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ تمام نمازوں میں سورت فاتحہ کا پڑھنا امام و مقتدی سب پر واجب ہے۔''

3 علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اپنی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ''جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہے۔'' سے مراد ہے:

"فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مُنْفَرِداً أَوْ إِمَاماً سَوَاءً أَسَرَّ الْإِمَامُ أَوْ جَهَرَ"[2]

''ہر رکعت میں، نمازی منفرد ہو، امام ہو یا مقتدی اور امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری۔''

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے آگے (۲/۴۳۵) یہ بھی لکھا ہے:

"وَهٰذَا مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ"

''یہ جمہور کا مذہب ہے۔''

نیز علامہ موصوف نے ایک جگہ (۲/۴۴۰) لکھا ہے:

"وَقَدْ ثَبَتَ الْإِذْنُ بِقِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ لِلْمَأْمُوْمِ فِيْ الْجَهْرِيَّةِ بِغَيْرِ قَيْدٍ"[3]

''مقتدی کے لیے کسی بھی قید و شرط کے بغیر سورت فاتحہ پڑھنے کی اجازت ثابت ہوگئی۔''

4 اس حدیث پر امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یوں عنوان قائم کیا ہے:

---

1. تحقیق الکلام (ص:۱۳) توضیح الکلام (۱/۱۱۹/۱۲۰)
2. (ص: ۹۶) بحوالہ تحقیق (۲/۴۳۹) نماز میں سورت فاتحہ (ص:۱۲)
3. نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۳۔۱۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَ الْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَ السَّفَرِ وَ مَا يُجْهَرُ فِيهَا وَ مَا يُخَافَتُ"[1]

"اس بات کا بیان کہ امام و مقتدی سب کے لیے تمام نمازوں میں قراءت (فاتحہ) واجب ہے، نماز حضر میں ہو یا سفر میں اور قراءت جہری ہو یا سری۔"

5 امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مقتدی کے بھی سورت فاتحہ کو پڑھنے کا مذہب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے (جن میں سے حضرت عمر فاروق، علی، جابر، عمران بن حصین اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں) اور امام ابن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔[2]

قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے سلسلے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ جو کہا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں سے اکثر اہلِ علم کا عمل اسی پر تھا کہ امام کے پیچھے مقتدی بھی قراءت کرے۔ بریلوی مکتبِ فکر کے ایک مفتی و حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی بدایونی گجرات میں گزرے ہیں، وہ اپنی کتاب " جاء الحق" (ص: ۳۹) میں امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس قول کی عجیب عجیب تاویلات کرتے ہیں، حتیٰ کہ اپنی بات کی تائید کے لیے قرآنِ کریم کی آیت میں بھی ردو بدل کر دیا ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب مسئلہ رفع الیدین کے آخر میں "چند نئے کاوشوں کا تحقیقی جائزہ" کے تحت اور "اندھی تقلید و تعصب میں تحریفِ کتاب و سنت" نامی اپنی کتاب میں ذکر کی ہے اور وہیں اس کتاب "جاء الحق" کا مختصر تعارف بھی کرایا گیا ہے۔

---

1. بخاري مع الفتح (۲۳۶/۲) مع عمده القاري (۴/۴/۲)
2. ترمذي مع التحفة (۲۳۰/۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6 علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ اپنی شرح بخاری (عمدۃ القاری) میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے امام عبد اللہ بن مبارک، اوزاعی، مالک، شافعی، احمد، اسحاق، ابو ثور اور داود رحمہم اللہ نے تمام نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی کے لیے سورت فاتحہ پڑھنے کے واجب ہونے پر استدلال کیا ہے۔[1]

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ فرض اور واجب تمام محدثین اور جمہور ائمہ وفقہا کے نزدیک یہ دونوں مترادف لفظ ہیں، ان کے مابین باہم کوئی فرق نہیں ہے، البتہ فقہائے احناف نے ان کے مابین کچھ فرق کیا ہے اور وہ بھی کوئی خاص عملی فرق نہیں، محض نظری سا ہے۔

7 علامہ ابو الحسن سندھی حنفی نے اپنے حاشیہ بخاری میں لکھا ہے:

"فَالْحَقُّ أَنَّ الْحَدِيْثَ يُفِيْدُ بُطْلَانَ الصَّلَاةِ إِذَا لَمْ يُقْرَأْ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"

"حق بات یہ ہے کہ حدیث اس نماز کے بطلان کا پتا دیتی ہے جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو۔"

دوسری جگہ لکھا ہے:

"مَفَادُ الْحَدِيْثِ نَفْيُ الْوُجُوْدِ الشَّرْعِيِّ لِلصَّلَاةِ الَّتِيْ لَمْ يُقْرَأْ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَهُوَ عَيْنُ نَفْيِ الصِّحَّةِ"[2]

"یہ حدیث اس بات کا پتا دیتی ہے کہ اس نماز کے وجودِ شرعی ہی کی نفی ہوتی ہے کہ جس نماز میں سورت فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو اور یہ نفی بعینہٖ

---

[1] عمدة القاري (٣/٩/١٠)

[2] حاشية السندي (١/٩٥) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ١٥، ١٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحتِ نماز کی نفی ہے۔''

یعنی وہ نماز ادا نہیں ہوتی جس میں کوئی فاتحہ نہ پڑھے۔

8 یہ حدیث چونکہ صحیح مسلم میں بھی ہے، چنانچہ اس کی شرح بیان کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے موافقین دوسرے ائمہ کے لیے دلیل ہے کہ منفرد و مقتدی کے لیے سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔[1]

اپنی ایک دوسری کتاب ''المجموع شرح المھذب'' میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جو شخص سورت فاتحہ پڑھ سکتا ہے، اس کے لیے اس کا پڑھنا نماز کے فرائض میں سے ایک فرض اور نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ نماز میں سورت فاتحہ پڑھنا ایسا متعین ہے کہ نہ تو اس کی بجائے غیر عربی میں اس کا ترجمہ قائم مقام ہو سکتا ہے اور نہ قرآن کریم کی کوئی دوسری آیت۔ اس تعینِ فاتحہ میں تمام نمازیں برابر ہیں فرض ہوں یا نفل، جہری ہوں یا سری۔ نمازی مرد ہو یا عورت (جوان ہو) یا نا بالغ (مقیم ہو) یا مسافر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا یا بیٹھ کر اور چاہے لیٹ کر۔ حالتِ خوف ہو یا پر امن حالت، سب اس حکم میں برابر ہیں اور اس قراءتِ فاتحہ کی تعیین میں منفرد اور مقتدی سبھی برابر ہیں۔''[2]

www.KitaboSunnat.com

9 ابو داود کی شرح ''معالم السنن'' میں امام خطابی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے

---

① شرح نووي (۲/۴/۱۰۳)

② المجموع (۳/۳۲۶) مصري.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحت لکھا ہے:

''اصل حقیقت یہ ہے کہ سورت فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی، کیوں کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''سورت فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں۔''[1]

10 علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ موطا امام مالک کی جامع ترین شرح ''التمہید'' میں لکھتے ہیں:

''دیگر محدثین کرام کا کہنا ہے کہ مقتدیوں میں سے کوئی بھی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا نہ چھوڑے، اگر چہ امام جہری قراءت ہی کیوں نہ کر رہا ہو، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» ''جس نے سورت فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔'' اس حدیث میں وارد عام حکم میں سے کسی (مقتدی) کو خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی نمازی کو خاص نہیں کیا (امام و منفرد ہو یا مقتدی) اس لیے اہلِ علم نے کہا ہے کہ یہ حدیثِ عبادہ رضی اللہ عنہ اپنے عموم کے اعتبار سے امام و مقتدی دونوں کو برابر شامل ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے امام و مقتدی یا اکیلے کو خاص نہیں کیا ہے۔''[2]

11 بلوغ المرام کی شرح ''سبل السلام'' میں علامہ یمانی امیر صنعانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''ثُمَّ ظَاهِرُ الْحَدِيْثِ وُجُوْبُ قِرَاءَتِهَا فِي سِرِّيَّةٍ وَجَهْرِيَّةٍ لِلْمُنْفَرِدِ وَ الْمُؤْتَمِّ''[3]

---

[1] معالم السنن (١٧٩/١/١) طبع بیروت.

[2] التمهید، تحقیق الکلام (ص:١٣) نماز میں سورت فاتحہ (ص:١٧، ١٨)

[3] سبل السلام (١٦٩/١/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس حدیث کا ظاہر یہ بتارہا ہے کہ اکیلے اور مقتدی کے لیے سری قراءت والی یا جہری قراءت والی تمام نمازوں میں سورت فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''منفرد یا اکیلے پر قراءت کا واجب ہونا تو ظاہر ہے، جب کہ مقتدی کا بھی اس حکم ہی میں شامل ہونا بھی واضح ہے۔ اس کی مزید وضاحت ابو داود، ترمذی، ابن حبان اور مسند احمد کی اس روایت سے ہو جاتی ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟ تو انھوں نے کہا: جی ہاں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''قراءت نہ کیا کرو سوائے سورت فاتحہ کے، کیوں کہ اسے پڑھے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔'' یہ دلیل ہے کہ قراءتِ فاتحہ بالخصوص امام کے پیچھے مقتدی کے لیے واجب ہے، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کے الفاظ کا عموم دلالت کرتا ہے اور یہ ہر نماز کے لیے عام ہے وہ سری ہو یا جہری اور ہر رکعت کے لیے ہے۔ شافعیہ کا یہی مذہب ہے۔''[1]

12 معروف محدث و مفسر اور مجتہد امام شوکانی رحمہ اللہ ''منتقی الأخبار'' کی شرح ''نیل الأوطار'' میں فرماتے ہیں:

''یہ حدیثِ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نماز میں سورت فاتحہ کے متعین ہونے کی دلیل ہے اور اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اس فاتحہ کی جگہ کوئی دوسری آیت کفایت نہیں کر سکتی۔ امام مالک و شافعی رحمہما اللہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین کرام رحمہم اللہ اور ان کے بعد آنے والوں میں سے بھی

[1] سبل السلام (۱/۱/۱۴۹۔۱۷۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہور اہلِ علم کا یہی مسلک ہے۔''[1]

ان دلائل کا ظاہر اس بات کا پتا دیتا ہے کہ سورت فاتحہ ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے، کوئی امام ہو یا مقتدی اور قراءت سری ہو یا ظاہری، اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔[2]

13 علامہ احمد حسن محدث دہلوی حاشیہ بلوغ المرام میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث سورت فاتحہ کے متعین ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ نماز نہیں ہوتی جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے جیسا کہ مسند احمد میں ہے اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد والے اہلِ علم میں سے اکثر کا یہی مسلک ہے۔[3]

بعض اعتراضات کا جائزہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی اس پہلی حدیث سے استدلال پر کئی طرح کے اعتراضات بھی فریقِ ثانی کی طرف سے وارد کیے گئے ہیں اور بعض اشکالات کی بنا پر اس کے دلیل ہونے کی حیثیت کمزور کرنے کی چارہ جوئی کی گئی ہے:

1 ''لا'' نفی جنس کی بحث:

اس حدیث میں ''لَا صَلَاۃَ'' کی ''لَا'' کا معنی یہ نہیں کہ نماز نہیں ہوتی، بلکہ یہاں لا نفی کمال کے لیے ہے نہ کہ نفی جنس کے لیے۔ متقدمین نے اس اشکال کو بڑے زور شور سے پیش کیا تھا، پھر خود انہی میں سے بعض محققین، مثلاً: مولانا عبد الحی رحمہ اللہ

---

1. نیل الأوطار (٢/٣/٤٦)
2. نیل الأوطار (٢/٣/٤٩)
3. حاشية الدهلوي.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ”امام الکلام“ میں، علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ”روح المعاني“ (۱۳۰/۹) میں، ابن ہمام نے ”فتح القدير شرح هدايه“ (۱۲۰/۱) میں، علامہ سندھی نے ”حاشيه ابن ماجه“ (۱۴۳/۱) وغیرہ میں اس بحث میں اپنے اصحاب سے اختلاف کیا تو متاخرین نے اس بحث کو چھیڑنا ہی چھوڑ دیا۔ دیکھیے کہ ”احسن الکلام“ اس بحث سے قطعاً خالی ہے۔

البتہ متقدمین کے اٹھائے ہوئے اس اشکال کا شافی و کافی جواب علامہ عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے ”تحقيق الكلام“ (۱۹/۱۔۳۵) میں دے دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ محدثین کرام، حتیٰ کہ کئی فقہا و علمائے احناف نے بھی ”لَا صَلَاةَ“ میں ”لا“ کو نفیِ جنس کے لیے ہی مانا ہے کہ نماز ہی نہیں ہوتی۔ اور اگر علیٰ وجہ التنزل مان ہی لیا جائے کہ یہاں ”لا“ نفیِ جنس کا نہیں بلکہ ”لا“ نفیِ کمال ہے کہ اس کی نماز کمال درجے کی نہیں ہوتی جو سورت فاتحہ نہ پڑھے تو اس شکل میں بھی مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنی ہی چاہیے، تاکہ اس کی نماز بھی کامل ہو جائے۔ کیا کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ نماز بھی پڑھے تو ایسے انداز سے کہ اسے معلوم بھی ہے کہ یہ کامل نہیں؟ یہ بھی ہم محض ایک لمحۂ فکریہ کے طور پر ذکر کر رہے ہیں، ورنہ یہ ”لا“ نفیِ جنس کا ہی ہے، جیسا کہ خود فریقِ ثانی کے علما نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

2 ”فصاعداً“ کی بحث:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کو کمزور کرنے کی دوسری کوشش اس طرح کی جاتی ہے کہ اس حدیث کے آخر میں فاتحۃ الکتاب کے بعد ”فَصَاعِداً“ کا لفظ بھی صحیح مسلم، ابی عوانہ اور نسائی میں معمر کے طریق سے مروی ہے، جب کہ ابو داود میں یہی لفظ ابن عیینہ کے طریق سے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کتاب القراءۃ" بیہقی میں اوزاعی وشعیب بن ابی حمزہ اور عبدالرحمان بن اسحاق مدنی سے بھی مروی ہے اور علامہ بدرالدین عینی نے صالح بن کیسان کے طریق سے بھی اس لفظ کا ذکر کیا ہے۔[1]

ایسے ہی ابو داود، "جزء القراءۃ" اور مستدرک حاکم میں فاتحۃ الکتاب کے بعد: «وَمَازَادَ» کے الفاظ آئے ہیں۔[2] نیز ابو داود و ابن حبان میں: «وَ مَاتَیَسَّرَ» کے الفاظ وارد ہوئے۔[3] جب کہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں: «سُوْرَۃٍ مَعَھَا» کہا گیا ہے اور "جزء القراءۃ" کی ایک روایت میں ہے: «وَآیَتَیْنِ أَوْ ثَلَاثٍ»[4] "دو تین آیات۔"

نصب الرایہ میں علامہ زیلعی رحمہ اللہ کے بقول "الکامل" لابن عدي کی ایک روایت میں: «وَسُوْرَۃٍ»[5] مجمع الزوائد میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کے بقول ایک روایت میں: «وَآیَتَیْنِ مَعَھَا» مروی ہے[6]

مسند احمد میں: «ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ»، اور ابو داود کی ایک روایت میں: «وَبِمَا شَاءَ اللّٰہُ أَنْ تَقْرَأَ» ہے۔ "کتاب القراءۃ" بیہقی کی ایک روایت میں: «وَشَيْءٌ مَعَھَا» اور ایک میں: «وَمَعَھَا غَیْرُھَا» کے الفاظ ہیں۔ "کتاب القراءۃ" بیہقی کی ایک روایت میں: «بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ» کے بعد: «وَشَيْءٍ» کا

---

[1] أحسن الکلام (۲/۲۷، ۲۸)

[2] أحسن الکلام (۲/۲۹) تحقیق الکلام (۱/۳۶)

[3] أبو داود مع العون (۳/۳٤، ۳۷)

[4] توضیح الکلام (۱/۱۳۳، ۱۳۵)

[5] نصب الرایۃ (۱/۳٦۳)

[6] توضیح الکلام (۱/۱۳۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ ہے اور ایک روایت میں: ((فَمَا فَوْقَهَا)) کے الفاظ ہیں۔[1]

قراءتِ فاتحہ کے سلسلے میں فریقِ ثانی، یعنی مانعین نے یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ ان روایات میں وارد ہونے والے الفاظ: "فَصَاعِداً، وَمَا زَادَ، وَمَا تَيَسَّرَ، وَ سُوْرَةٍ مَعَهَا، وَآيَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ، وَالسُّوْرَةِ، وَآيَتَيْنِ غَيْرَهَا، وَشَيْئٌ، فَمَا فَوْقَهَا" سے پتا چلتا ہے کہ نماز میں سورت فاتحہ کے علاوہ کچھ اور بھی قرآن پڑھنا واجب ہے اور یہ حکم صرف امام و منفرد کے ساتھ خاص ہے، تو اسی طرح ہی سورت فاتحہ کو بھی امام و منفرد کے ساتھ خاص کرتے ہوئے مقتدی کو اس حکم سے خارج کرنا چاہیے۔

جب کہ اصولِ نقدِ روایت کے اعتبار سے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ان تمام روایات میں سے کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں جو لائقِ استدلال ہو، کیوں کہ "فَصَاعِداً" کے اضافے والی روایت کے منفرد راوی معمر رحمہ اللہ اگرچہ ثقہ و ثبت ہیں، مگر ثقہ سے غلطی کے صدور کی نفی کسی بھی صورت میں ناممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "جزء القراءة" میں لکھا ہے:

"وَعَامَّةُ الثِّقَاتِ لَمْ يُتَابِعْ مَعمراً فِيْ قَوْلِهٖ: فَصَاعِداً ... وَقَوْلُهٗ: فَصَاعِداً غَيْرُ مَعْرُوْفٍ"[2]

"عام ثقہ رواۃ نے لفظ: "فَصَاعِداً" کو روایت کرنے میں معمر کی متابعت نہیں کی ...اور یہ لفظ "فَصَاعِداً" غیر معروف ہے۔"

ابن حجر رحمہ اللہ نے "تلخيص الحبير" میں لکھا ہے کہ امام ابن حبان کا کہنا ہے کہ "فَصَاعِداً" کے لفظ کی امام زہری رحمہ اللہ سے روایت میں معمر رحمہ اللہ منفرد ہے،

---

[1] نصب الراية (١٦٤/١) التوضيح (١٣٥/١، ١٣٦)

[2] جزء القراءة (ص: ٢٠)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس اضافی لفظ کو امام بخاری نے "جزء القراءة" میں معلول قرار دیا ہے۔[1]

امام ابن حبان کا یہ کلام "الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان" (۸۷/۱) میں دیکھا جا سکتا ہے جس پر شیخ شعیب ارناؤوط نے یہ حاشیہ چڑھایا ہے کہ معمر منفرد نہیں، بلکہ ابو داؤد میں زہری سے اسے بیان کرنے والے سفیان بھی ہیں۔ جس حدیث کی طرف موصوف نے اشارہ کیا ہے وہ سنن ابی داؤد "کتاب الصلاة باب من ترك القراءة في صلاته بفاتحه الكتاب" میں (ح: ۸۰۸) ہے جس کے بارے میں علامہ منذری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث تو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے، لیکن ان میں سے بعض کے یہاں یہ لفظ "فَصَاعِداً" نہیں ہے۔[2]

اس سے علامہ منذری رحمہ اللہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ ان سب کتبِ حدیث صحیحین و سننِ ثلاثہ میں یہ حدیث سفیان سے مروی ہے، مگر کسی میں یہ لفظ نہیں، تو معلوم ہوا کہ امام ابو داود کو اس روایت میں وہم ہوگیا ہے کہ معمر کے اس اضافے کو سفیان کی روایت میں درج کردیا ہے اور یہی بات قدرے تفصیل سے علامہ عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی لکھی ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

"سفیان کی یہ روایت دارقطنی، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابی عوانہ اور "جزء القراءة" امام بخاری میں بھی ہے، لیکن کسی میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔ امام بخاری نے "جزء القراءة" میں معمر کے اس اضافی لفظ کا

---

[1] تلخيص الحبير (۲۳۱،۲۳۰/۱/۱)

[2] بحواله عون المعبود (۴۴/۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر سفیان کی روایت کے بعد کیا جس سے بخوبی ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ جیسے محدث کے تتبع میں بھی سفیان کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے، ان وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو داود کو یا ان کے شیخ کو وہم ہوا ہے جس کے نتیجے میں لفظ "فَصَاعِدًا" سفیان کی روایت میں آ گیا ہے، ورنہ درحقیقت اسے بیان کرنے میں معمر منفرد ہے۔[1]

غرض یہ لفظ ضعیف ہے اور معمر رحمہ اللہ سے بعض دیگر مقامات پر بھی خطا ہوئی ہے، جیسے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے واقعے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے الفاظ: «وَ صَلّٰى عَلَيْهِ» وارد ہوئے ہیں، جنھیں بیان کرنے کے بعد خود امام بخاری رحمہ اللہ نے معمر کے تفرد کی نشاندہی کر دی ہے، ایسے ہی امام بیہقی رحمہ اللہ نے "السنن الکبریٰ" (۸/۲۲۸) میں، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے "زاد المعاد" (۱/۵۱٦) میں اور علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے "نصب الرایہ" (۱/۲۳۷) بحوالہ "توضیح" (۱/۱۲٤) میں اسے معلول قرار دیا ہے۔

امام بخاری و مسلم کا ان الفاظ پر مشتمل روایات کو اپنی صحیحین میں لانا صحت کے لیے مضر نہیں، کیوں کہ وہ ایسی احادیث کو بھی لے آتے ہیں، جو مقصود کے اعتبار سے "من حیث المجموع" تو صحیح ہوں، اگرچہ ان کا کوئی ٹکڑا یا لفظ ان کے معیارِ صحت پر پورا نہ بھی اترتا ہو، بعض رواۃ کے وہم پر مبنی ہو۔ امام بخاری نے تو اس ٹکڑے کے معلول ہونے کی صراحت بھی کر دی ہے اور معاملہ صاف ہو گیا۔ جب کہ بقیہ الفاظ دیگر کتبِ حدیث میں بھی ثابت ہیں۔ صحیحین کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے والے اہلِ علم کے لیے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔

---

[1] تحقیق الکلام (۱/۳۸) توضیح الکلام (۱/۱۳٦، ۱۳۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض یہ لفظ معلول و شاذ اور ضعیف ہے جو قابلِ حجت ہی نہیں اور یہی عالم دوسری روایات والے الفاظ کا ہے، جن کی الگ الگ تفصیل ذکر کرنے سے بات بہت لمبی ہو جائے گی، لہٰذا جسے تفصیلات درکار ہوں، وہ ''توضیح الکلام'' (۱/۱۲۲۔۱۴۱) ''خیر الکلام'' (ص: ۸۹، ۱۳۴) ''تحقیق الکلام'' (۱/۳۶، ۴۵) ''جزء القراءۃ'' امام بخاری مع اردو ترجمہ (۲۰/۲۲) اور کتاب ''القراءۃ بیھقي'' مترجم اردو (ص: ۲۲۔۲۵) کی طرف رجوع کرے۔ واللّٰہ ھو الموفق.

اگر مان ہی لیا جائے کہ ''فَصَاعِداً'' کے لفظ سمیت یہ روایت صحیح ہے تب بھی اس سے سورت فاتحہ کے بعد کسی سورت یا آیت کی قراءت فرض ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری حنفی رحمہ اللہ نے ''العرف الشذي'' (ص: ۱۵۰) میں لکھا ہے کہ احناف نے اس حدیث کا یہ معنیٰ لیا ہے کہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت بھی واجب ہے، لیکن یہ بات لغت کے خلاف ہے، کیوں کہ اہلِ لغت اس بات پر متفق ہیں کہ (ف) کے بعد غیر ضروری حکم ہوتا ہے اور امامِ لغت سیبویہ رحمہ اللہ نے الکتاب کے ''بابُ الإضافۃ'' میں اس امر کی صراحت کی ہے۔[1]

لہٰذا مانعین کا یہ اعتراض یا اشکال ہی صحیح نہیں، کیوں کہ لغت کے قواعد ہی اس کے متحمل نہیں، چہ جائیکہ روایات کی استنادی حیثیت ان کا ساتھ دے سکے۔

3 مُدرکِ رکوع کی رکعت:

ایسے ہی فریقِ ثانی کی طرف سے یہ اشکال یا اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ اس حدیث کے عموم پر عمل کیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ رکوع میں جماعت سے ملنے والے کی وہ رکعت نہیں ہوگی، حالانکہ جمہورِ امت اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی

---

(1) بحوالہ توضیح (۱/۱۲۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو تو اس کی رکعت ہو جائے گی، خواہ اس نے سورت فاتحہ نہ پڑھی ہو۔[1]

جب کہ قائلین وجوبِ فاتحہ کی طرف سے اس کا حل اور جواب یہ پیش کیا گیا ہے کہ مقتدی کے رکوع میں آکر امام کے ساتھ مل جانے سے اس کی وہ رکعت ہو جائے گی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، اگرچہ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ ہو جائے گی، لیکن راجح یہی ہے کہ وہ رکعت نہیں ہوگی، جس میں رکوع پانے والا شخص سورت فاتحہ نہیں پڑھتا۔

---

[1] أحسن الكلام (٣٩/٢)، ٤٠ ملخصاً، توضيح الكلام (١٤١/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانعینِ رکعت اور ان کے دلائل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اور بعض محدثین و محققین جن میں امام بخاری رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت نہیں ہو گی اور اپنی کتاب "جزء القراءۃ" میں انھوں نے اس موضوع پر بحث بھی کی ہے۔[1] واضح بات ہے کہ جمہور کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔[2] کبھی جمہور کے برعکس دوسرے صحابہ و علما کے یہاں دلائلِ قویہ ہوتے ہیں اور انہی کا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔ اس موضوع کی تفصیل تو علامہ بشیر احمد سہسوانی رحمہ اللہ نے علامہ عبد الحی لکھنوی کی "امام الکلام" اور "غیث الغمام" کے جواب میں "البرھان العجاب" لکھ کر بیان کردی ہے۔[3]

مختصر یہ کہ رکوع میں آکر ملنے والے سے دو اہم اجزائے نماز چھوٹ گئے ہیں:

1. ایک قیام جو بالاتفاق نماز، بلکہ ہر رکعت کا رکن ہے۔
2. دوسرا سورت فاتحہ جو نہ اس نے امام سے سنی اور نہ خود ہی پڑھی۔

اس پر بھی اتفاق ہے کہ کسی رکن کے چھوٹ جانے سے نماز نہیں ہوتی۔ رکوع

---

(1) جزء القراءۃ مع اردو (ص: ۳۴، ۸۲، ۹۰، ۱۰۱، ۱۱۱)

(2) دیکھیں: المحلی (۲۴۶/۶/۳)

(3) البرھان العجاب في فرضية أم الكتاب (ص: ۱۲۹، ۱۵۸) نیز دیکھیے: تحقیق (۵۳/۱، ۵۴) توضیح (۱۴۱/۱، ۱۵۰) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۸۵، ۲۰۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ملنے والے کا رکن قیام چھوٹنے کے ساتھ ساتھ ہی سورت فاتحہ قراءت و سماعت ہر دو طرح سے چھوٹ گئی، لہٰذا اس کی رکعت کیسے شمار کی جائے گی؟ خصوصاً جب کہ صحیح بخاری و مسلم، "جزء القراءۃ" امام بخاری اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا»[1]

"جس قدر نماز امام کے ساتھ پالو وہ پڑھ لو اور نماز کا جو حصہ رہ جائے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کر لو۔"

1 مشکات کی شرح المرعاۃ:

زیرِ بحث مسئلے کے بارے میں علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ رکوع میں ملنے والا اس رکعت کو شمار نہ کرے، کیوں کہ اسے فوت شدہ نماز کے پورا کرنے کا حکم ہے، اس سے قیام اور قراءت دو اہم امور فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے، بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات کو ہر اس شخص کا قول بتایا ہے جو امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کو واجب جانتا ہے۔ محدثینِ شافعیہ میں سے امام ابن خزیمہ اور امام ابو بکر ضبعی رحمہ اللہ نے اسے ہی اختیار کیا ہے اور علامہ تقی الدین سبکی نے اسے ہی قوی قرار دیا ہے۔"[2]

2 جزء القراءۃ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

---

[1] بخاري (۲/۱۱٦، ۱۱۷، ۳۹۰) جزء القراءة (ص: ۹٤) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۸۵)

[2] المرعاة شرح المشكاة (۱/٤٤۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فَمَنْ فَاتَه، فَرْضُ الْقِرَاءَةِ وَالْقِيَامُ فَعَلَيْهِ اِتْمَامُه، كَمَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ"[1]

"جس سے فریضۂ قراءت و قیام فوت ہو جائیں، اُس کے لیے ان کا مکمل کرنا ضروری ہے، جیسا کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔"

تھوڑا آگے جا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث بھی روایت کی ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے انھیں فرمایا تھا:

«صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا فَاتَكَ»[2]

"جو حصہ امام کے ساتھ مل جائے وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے وہ بعد میں پورا کرلو۔"

مزید "جزء القراءة" میں ایک جگہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ اِرشادِ نبوی ﷺ بھی روایت کیا ہے جس میں ہے:

«فَلْيُصَلِّ مَا أَدْرَكَ وَلْيَقْضِ مَا سَبَقَهُ»[3]

"جو امام کے ساتھ مل جائے وہ پڑھ لے اور جو چھوٹ گیا ہو، اسے بعد میں اٹھ کر پورا کر لے۔"

ایک جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر بھی بیان کیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

"لَا يُجْزِئُكَ إِلَّا اَنْ تُدْرِكَ الْإِمَامَ قَائِماً قَبْلَ اَنْ يَّرْكَعَ"[4]

"امام کو اگر رکوع جانے سے پہلے کھڑے نہ پا لو تو تمھاری وہ رکعت نہیں

[1] جزء القراءة بخاري و كتاب القراءة بيهقي.

[2] جزء القراءة (ص: ٩٨)

[3] جزء القراءة (ص: ٩٣)

[4] جزء القراءة (ص: ٩٣)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گی۔"

دوسرا اثر یوں ہے:

"اِذَا أَدْرَكْتَ الْقَوْمَ رُكُوعاً لَمْ تَعْتَدَّ بِتِلْكَ الرَّكْعَةِ"[1]

"اگر لوگوں کو رکوع کی حالت میں پاؤ اور ساتھ ملو تو اس رکعت کو شمار نہیں کرو۔"

ایک جگہ ہے کہ حضرت ابو سعید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے:

"لَا يَرْكَعُ اَحَدٌ حَتّٰى يَقْرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ"

"سورت فاتحہ پڑھے بغیر کوئی شخص رکوع نہ کرے۔"

"جزء القراءۃ" ہی میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی بیان کی ہے، جس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھاتے وقت لمبے لمبے سانسوں اور ہانپنے کی آواز سنی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کرنے کے بعد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا تم ہانپ رہے تھے؟"

انھوں نے عرض کی: جی ہاں! میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رکعت رہ جانے کا خطرہ تھا، اس لیے میں جلدی جلدی چل کر ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصاً وَلَا تَعُدْ، صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَ»[2]

"اللہ تمھاری حرص میں اضافہ فرمائے، آیندہ ایسا نہ کرو، جو پا لو وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے وہ مکمل کر لو۔"

---

[1] جزء القراءۃ (ص: ۷۸) نیل الأوطار.

[2] جزء القراءۃ (ص: ۱۰۰، ۱۰۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں وارد ہونے والے لفظ ''تعد''، کو کئی طرح پڑھا جا سکتا ہے اور زیر، زبر تبدیل کرنے سے معنی بھی بدل جاتا ہے، مثلاً:

1 وَلَا تَعُدْ ''دوبارہ ایسا نہ کرو۔''

2 وَلَا تُعِدْ ''نماز کو دہراؤ نہیں۔''

3 وَلَا تَعُدَّ ''اس رکعت کو شمار نہیں کرو۔''

4 وَلَا تَعْدُ ''بھاگ کر نہ آؤ۔''

3 شرح زرقانی:

موطا مالک کی اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی یہ رکعت نہیں ہوگی، کیوں کہ اسے فوت شدہ حصے کو ادا کرنے کا حکم ہے اور اس کا قیام اور قراءت دونوں فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کا قول یہی ہے۔ امام ابن خزیمہ اور بعض دوسرے شافعی محدثین نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے اور علامہ سبکی نے بھی اسے قوی کہا ہے۔''[1]

4 نیل الاوطار:

امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''بعض اہلِ ظاہر، امام ابن خزیمہ اور امام ابو بکر ضبعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی اور علامہ عراقی نے شرح ترمذی میں اپنے شیخ علامہ سبکی کا بھی یہی اختیار بتانے کے بعد لکھا ہے کہ

[1] الزرقاني (١٤١/١)، عون المعبود (١٤٦/٢)، نيل الأوطار (٥٧/٣/٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک سورت فاتحہ نہ پڑھ لے اس وقت تک رکعت شمار نہ کرے: ''لَا يَعْتَدُّ بِالرَّكْعَةِ مَنْ لَا يُدْرِكُ الْفَاتِحَةَ'' [1]

''جو فاتحہ نہ (پڑھ) سکے وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے۔''

اگلے ہی صفحے پر لکھا ہے کہ زید بن وہب سے بھی یہی مروی ہے کہ رکوع میں آکر ملنے والا اپنی رکعت کی قضا کرے۔ [2]

5 کتاب القراءۃ بیہقی:

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ میں نے حافظ ابوعبد اللہ امام حاکم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے شیخ ابوبکر احمد بن اسحاق ضبعی کو فتویٰ دیتے سنا ہے:

''اَنَّہ لَا يَصِيْرُ مُدْرِكاً لِلرَّكْعَةِ بِإِدْرَاكِ الرَّكُوْعِ'' [3]

''مدرکِ رکوع، مدرکِ رکعت نہیں ہوسکتا۔''

6 المحلی:

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے: «مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِمُّوْا» کے حکم پر مشتمل حدیث کی رو سے رکعت شمار کرنے کے لیے قیام اور قراءت کا پانا ضروری ہے، کسی رکعت اور رکن اور ذکرِ مفروض کے فوت ہو جانے میں کوئی فرق نہیں ہے، کیوں کہ ان میں سے ہر ایک فرض ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

رکوع میں ملنے والے کو حکم ہے کہ امام جو کچھ اس سے پہلے ادا کر چکا ہو وہ اسے اس کی سلام کے بعد پورا کرے اور ان میں سے کسی امر کی تخصیص کسی نص شرعی

---

[1] نیل الأوطار (٥٧/٣/٢)

[2] نیل الأوطار (٥٨/٣/٢) المحلی (٢٤٥٣/٢)

[3] کتاب القراءۃ بیہقي (ص:١٥٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بغیر جائز نہیں اور ایسی کوئی نص نہیں۔ نمازی آئے اور امام رکوع میں ہو تو نمازی امام کے ساتھ رکوع چلا جائے اور اس رکعت کو شمار نہ کرے، کیوں کہ اسے قیام اور قراءت نہیں ملی، لیکن جب امام سلام پھیر دے تو وہ نمازی اس رکعت کی قضا کر لے۔[1]

1 امام شوکانی رحمہ اللہ:

امام شوکانی رحمہ اللہ نے "نیل الأوطار" (۵۲/۳/۲، ۵۸) میں یہی مسلک اختیار کیا ہے کہ رکوع میں جا کر ملنے سے وہ رکعت نہیں ہوتی اور علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المقالة الفصيحة في الوصية و النصيحة" (ص: ۷۸) میں لکھا ہے کہ اہلِ علم کی ایک جماعت نے بہت سے مسائل میں اپنے اقوالِ سابقہ سے رجوع کیا ہے اور لوگوں کو اپنے رجوع سے آگاہ بھی کیا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ بھی انھی میں سے ہیں۔ یہ بھی پہلے خلع کو طلاق سمجھتے رہے، پھر دلائل پر فکر و نظر کے بعد قائل ہو گئے کہ خلع طلاق نہیں، بلکہ فسخِ نکاح ہے۔ اسی طرح پہلے وہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت کے قائل تھے اور پھر اس وقت اس سے رجوع کر لیا، جب تحقیق کرنے سے ظاہر ہو گیا کہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت نہیں ہوتی۔[2]

2 علامہ مقبلی رحمہ اللہ:

علامہ صالح بن علی مقبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَقَدْ بَحَثْتُ هَذِهِ الْمَسْئَلَةَ وَ أَحَطْتُهَا فِيْ جَمِيْعِ بَحْثِيْ فِقْهاً وَحَدِيْثاً فَلَمْ اَحْصُلْ مِنْهَا عَلٰى غَيْرِ مَا ذَكَرْتُ يَعْنِيْ مِنْ عَدَمِ

① المحلى (۲/۳/۲۴۳، ۲۴۴)، نيل الأوطار (۲/۳/۵۷، ۵۸)

② نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۱۹۰، ۱۹۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الِاعْتِدَادِ بِإِدْرَاكِ الرُّكُوعِ"[1]

"میں نے فقہ و حدیث کے تمام دلائل کی رو سے بحث و تحقیق کی اور میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں جو میں نے ذکر کر دیا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔"

3 علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ:

علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ والیِ ریاست بھوپال نے اپنی ایک کتاب "دليل الطالب على أرجح المطالب" (ص: ٣٤٥) میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب "جزء القراءة" میں فرمایا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی ہے اور یہ ہر اس شخص کا مذہب ہے جو قراءتِ فاتحہ خلف الامام کو واجب سمجھتا ہے۔ جمہور اہلِ علم چونکہ قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، اس اعتبار سے رکوع میں ملنے والے کی رکعت نہ ہونا جمہور کا مسلک ہوا۔[2]

4 شیخ الکل علامہ سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ:

برصغیر کے ایک بہت بڑے عالم جنھیں پچاس سے زیادہ مرتبہ صحیح بخاری شریف پڑھانے کا شرف حاصل ہے اور استاذ الاساتذہ ہی نہیں شیخ الکل کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں، وہ علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ ہیں، فتاویٰ نذیریہ میں اس موضوع سے متعلقہ ان کا ایک مختصر سا فتویٰ ہے، جس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ مدرکِ رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ

---

[1] "نيل الأوطار (٢/٣/٥٧)

[2] فتح الباري (١١٩/٢) جزء القراءة، دليل الطالب (ص: ٣٤٥)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا فرض ہے۔[1]

ان کے قابلِ فخر شاگرد علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ ''عون المعبود شرح ابو داود'' میں فرماتے ہیں:

''وَهَذَا أَعْنِي بِعَدَمِ اعْتِدَادِ هُوَ قَوْلُ شَيْخِنَا الْعَلَّامَةِ السَّيِّدِ مُحَمَّد نَذِير حُسَيْن الدِّهْلَوِي''[2]

''ہمارے استادِ گرامی علامہ سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے کہ رکوع پانے والا اس رکعت کو شمار نہ کرے۔''

5 علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ:

شارح ابو داود علامہ عظیم آبادی رحمہ اللہ خود بھی رکوع پانے والے کی رکعت کو شمار کرنے کے قائلین میں سے نہیں تھے۔[3]

6 علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ:

شارح ترمذی علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی ''تحفۃ الاحوذی'' میں لکھا ہے:

''اَلْقَوْلُ الرَّاجِحُ عِنْدِي قَوْلُ مَنْ قَالَ: إِنَّ مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعاً لَمْ تُحْتَسَبْ لَهُ تِلْكَ الرَّكْعَةُ''[4]

''میرے نزدیک انہی کا قول راجح ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص امام کو رکوع

[1] فتاویٰ نذیریہ (۲/۲۸۶) فتاویٰ علمائے حدیث (۳/۱۷۰، ۱۷٤)

[2] عون المعبود (۲/۱٤٥) مدني.

[3] عون المعبود (۲/۱٤٥، ۱٦۱)

[4] تحفة الأحوذي (۳/ ۱٦٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پائے وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے۔“

دیگر کبار علما:

ایسے ہی دیگر کتنے ہی کبار علما و مفتیانِ کرام بھی رکوع میں ملنے والے کی اس رکعت کو شمار کرنے کے قائل نہیں تھے۔ اگر ان کے فتاویٰ سے اقتباسات ذکر کیے جائیں تو یہ باعثِ طوالت ہوگا، لہٰذا ان کے اسمائے گرامی کے تذکرے پر ہی اکتفا کرتے ہیں، چنانچہ ان میں سے: شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، المعروف فاتحِ قادیان، مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی، مولانا محمد یونس صاحب دہلوی، حضرت العلامہ شیخ الحدیث حافظ محمد محدث گوندلوی، علامہ محمد یوسف کلکتوی، مولانا عبدالجبار جہلمی، مولانا ابوسعید قمر بنارسی، مولانا عبدالسلام صاحب بستوی، مولانا محمد داود راز دہلوی، محدثِ کبیر علامہ محمد بشیر سہسوانی، مولانا خلیل الرحمان، مولانا سید محمد عبدالحفیظ، مولانا سید ابو الحسن، مولانا سید عبدالسلام، مولانا ابو محمد عبدالستار عمر پوری، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا ابو البشار امیر احمد سہسوانی، محدثِ شہیر اور حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ غازی پوری رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جو اصحابِ مسند و فتویٰ تھے۔[1]

[1] فتاوی علمائے حدیث (۳/۱۷۰/۱۷۴،) عون المعبود (۲/۱۴۵، ۱۶۱) نیل الأوطار (۲/۳/۵۲، ۵۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائلینِ رکعت اور ان کے دلائل

یہاں تک تو دلائل و اقوال تھے اُن ائمہ و محدثین اور اہلِ علم کے جو رکوع میں آکر ملنے والے کی رکعت کو شمار کرنے کے قائل نہیں تھے۔ مناسب ہوگا کہ جمہور قائلینِ رکعت کے دلائل بھی ذکر کر دیے جائیں، تاکہ جانبین یا فریقین کے دلائل کا موازنہ کرنے میں آسانی رہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں قائلینِ رکعت نے اپنے دلائل کے طور پر جو احادیث لی ہیں، ان میں سے معروف احادیث چار ہیں اور ان چار میں سے بھی تین احادیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اور ایک حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی تینوں احادیث کی حیثیت کا اندازہ تو اسی امر سے ہو جاتا ہے کہ وہ خود رکوع میں ملنے والے کی رکعت کے قائل نہیں تھے، بلکہ ان کا فتویٰ یہ رہا ہے کہ رکوع میں ملنے والی کی وہ رکعت نہیں ہوتی، اسے وہ رکعت امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر پڑھ لینی چاہیے، ان کے وہ دلائل درجِ ذیل ہیں:

پہلی دلیل:

ان کی پہلی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن دارقطنی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ہے:

«مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَلْيُضِفْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِلَيْهَا رَكْعَةً»①

''جو شخص نمازِ جمعہ کی آخری رکعت پالے وہ (بعد میں اٹھ کر) ایک رکعت اور پڑھ لے۔''

لیکن یہ حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ استدلال ہے، چنانچہ امام شوکانی ''نیل الاوطار'' میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے وارد ہوئی ہے، لیکن اس کی سند کے طرق میں سے کوئی بھی کلام (نقد و جرح) سے خالی نہیں ہے، بلکہ ابو حاتم سے ان کے بیٹے نے ''العلل'' میں نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، یعنی یہ بے سروپا یا بے اصل روایت ہے۔②

''التعليق المغني علىٰ سنن الدار قطني'' میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔③

علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے ''المرعاة شرح المشكاة'' میں لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اِس کی سند میں ایک راوی سلیمان بن ابو داؤد الحرانی ہے، جسے امام ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے اور امام ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی بیان کردہ روایت قابلِ حجت نہیں ہے۔④

یہ تو ہوئی اس روایت کی استنادی حیثیت، جب کہ متن میں بھی دلیل نہیں پائی جاتی، کیوں کہ:

① اس میں تو نمازِ جمعہ کا ذکر ہے، لہٰذا یہ جمعے کے ساتھ خاص ہوگی، عام پنج گانہ

---

① مشكاة (٤٤٥/١) وضعفه الألباني، دارقطني (١٣،١٠/١/١) تحفة الأحوذي (٦٢/٣)

② نيل الأوطار (٥٧،٥٦/٣/٢)

③ أيضاً.

④ المرعاة (٣١٧/٣) و فتاویٰ ستاریه (٦٥/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازوں کے لیے یہ کیسے دلیل بنے گی؟[1]

2 دوسری بات یہ کہ اگر اسے عام اور صحیح بھی سمجھ لیں تو یہ منسوخ ہوگی، کیوں کہ خود فریقِ ثانی کا بنایا ہوا اصول ہے کہ اگر راوی کا عمل روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت منسوخ شمار ہوگی اور اس روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل وفتویٰ ذکر کیا جا چکا ہے کہ وہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت شمار نہیں کیا کرتے تھے۔

3 تیسری بات یہ کہ اس میں رکعت پا لینے کا ذکر ہے نہ کہ رکوع پا لینے کا، لہٰذا یہ اس مسئلے میں دلیل کیسے ہوگی؟

دوسری دلیل:

اس سلسلے میں دوسری دلیل کے طور پر جو حدیث پیش کی جاتی ہے، وہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، جس میں ہے:

«مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مَعَ الْإِمَامِ قَبْلَ اَنْ يُقِيمَ صُلْبَهُ فَقَدْ اَدْرَكَهَا»[2]

''جس نے امام کے ساتھ رکعت کو پا لیا قبل اس کے کہ وہ اپنی کمر سیدھی کرے (رکوع سے کھڑا ہو) اس نے اسے پا لیا۔''

اس حدیث سے استدلال بھی کئی وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے، کیوں کہ:

1 اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن حمید ہے، جس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ''جزء القراءۃ'' میں کہا ہے کہ یہ مجہول ہے، اس کی بیان کردہ حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مرفوعاً اس کی حدیث صحیح نہیں اور یہ راوی اہلِ علم کے نزدیک قابلِ حجت نہیں ہے۔[3]

---

[1] نيل الأوطار (٥٦/٣/٢)

[2] جزء القراءة (ص: ١٠٦، ١٠٧) و سنن دارقطني (٣٤٧/١/١)

[3] جزء القراءة (ص: ١٠٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگلے ہی صفحے پر امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''یہ روایت تو علمائے حجاز وغیرہ کے یہاں مستفیض ہے، جب کہ اس میں «قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ صُلْبَهٗ» کے الفاظ کا کوئی معنی ہی نہیں اور نہ اس اضافے کی کوئی وجہ ہے۔''[1]

علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے بھی ''المرعاۃ'' میں لکھا ہے:

''اس روایت کے آخری الفاظ جن میں امام کے کمر سیدھی کرنے کا ذکر ہے: « قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ صُلْبَهٗ » یہ الفاظ صرف یہی راوی یحییٰ بن حمید روایت کرتا ہے، اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے، چنانچہ عقیلی کہتے ہیں کہ امام زہری کے اصحاب میں سے امام مالک اور بعض دوسرے حفاظِ حدیث نے بھی یہ روایت بیان کی ہے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی یہ اضافہ نقل نہیں کیا۔''[2]

جب اس اِضافے کو نقل کرنے والا ہی ضعیف ہے تو مقصود حاصل نہ ہوا۔

2 اس روایت کی سند ہی میں ایک دوسرا راوی قرہ بن عبد الرحمان بھی ہے، جو ضعیف ہے۔ جوزجانی نے کہا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ قرہ بن عبد الرحمان سخت منکر الحدیث ہے۔ یحییٰ نے کہا ہے: یہ ضعیف الحدیث ہے اور ابو حاتم کا کہنا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔[3]

ان ساری تفاصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف و نا قابلِ قبول ہے۔

تیسری دلیل:

رکوع میں ملنے والے کی رکعت کے قائلین کی تیسری دلیل ابو داود اور دارقطنی

---

1 جزء القراءة (ص: ١٠٨)

2 جزء القراءة (ص: ١٠٧، ١٠٨) المرعاة (٣/٩٨) تحفة الأحوذي (٣/٩٢)

3 ميزان الاعتدال (٣/٣٤٦) بحوالہ نماز میں سورت فاتحہ (ص: ٢٠٨)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، جس میں ہے:

«إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَيْئاً وَ مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ»①

''جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم بحالتِ سجدہ ہوں تو تم بھی سجدہ کرو اور اسے کچھ شمار مت کرو (اور جس نے رکوع پا لیا اس نے رکعت پالی)۔''

اس روایت سے استدلال بھی کئی وجوہ کی بنا پر مخدوش ہے، کیوں کہ:

① اس کی سند ضعیف و ناقابلِ حجت ہے، اس کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ابو سلیمان ہے، جسے امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے اور ابو حاتم کا کہنا ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی، لیکن وہ قوی نہیں۔ اس حدیث کے ضعف کو بعض قائلینِ رکعت نے بھی تسلیم کیا ہے، جیسا کہ فتاویٰ ستاریہ (۱/۵۵) میں ہے۔

② دوسری بات یہ کہ یحییٰ نے یہ روایت زید اور ابن المقبری سے نہیں سنی، لہٰذا یہ منقطع ہونے کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔②

③ تیسری بات یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس روایت کو بیان کرنے والے ہیں، خود ان کا فتویٰ اس روایت کے خلاف ہے کہ وہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت کے قائل نہیں، جیسا کہ پہلی روایت کے ضمن میں بھی کہا گیا ہے۔③

④ چوتھی بات یہ کہ اس روایت میں رکعۃ کا لفظ ہے، نہ کہ رکوع کا اور رکعت کا اطلاق شرعاً قیام، رکوع، سجدتین اور ارکان و اذکار پر ہوتا ہے اور یہی رکعت کی شرعی ہیئت ہے۔ رکوع کو رکعت کے معنوں میں لینا مجاز ہے اور حقیقتِ شرعیہ

---

① ضعيف. سنن أبي داود، رقم الحديث (٧٩٣)، دارقطني (١/١/٣٤٧)

② جزء القراءة (ص: ١٠٨) عون المعبود.

③ جزء القراءة (ص: ٧٠) نيل الأوطار (٢/٣/٥٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہوتے ہوئے مجاز مراد لینا تمام علمائے اصول کے نزدیک غلط ہے اور یہاں کوئی قرینۂ صارفہ بھی نہیں جیسا کہ ''عون المعبود'' میں تفصیل مذکور ہے۔

5 پانچویں چیز یہ کہ اس روایت کے الفاظ: « مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ » کا معنی جمہور اہلِ علم نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی کو نماز کا صرف اتنا ہی وقت ملا کہ اس میں وہ صرف ایک ہی رکعت پڑھ سکا ہے تو وہ بعد میں نماز مکمل کر لے، اس نے نماز کو بر وقت پا لیا اور بعض نے کہا ہے کہ جس نے ایک رکعت جماعت سے پالی، اس نے نمازِ باجماعت کا ثواب پا لیا۔[1]

6 نسائی میں ایک حدیث ہے، اُسے پیشِ نظر رکھیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ زیرِ بحث حدیث سے کیا مراد ہے، چنانچہ اس میں ہے:

« مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ كُلَّهَا اِلَّا اَنَّهُ يَقْضِي مَا فَاتَهُ »[2]

''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی، اس نے پوری ہی نماز پالی، البتہ جو رہ گئی اسے پورا کر لے۔''

جب کہ رکوع میں ملنے والے کا قیام و قراءت رہ جاتے ہیں، لہٰذا وہ اسے بعد میں پورے کرنے ہوں گے، جن کے لیے وہ رکعت پڑھنی پڑے گی۔

چوتھی دلیل:

اس سلسلے میں ان کا استدلال ایک چوتھی حدیث سے بھی ہے جو بلا شبہہ صحیح تو ہے، لیکن اس مسئلے میں صریح و واضح نہیں، چنانچہ صحیح البخاری، ابو داود، نسائی، مسند احمد،

---

1. المرعاة (٢/٤١)
2. أيضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حبان، بیہقی اور دیگر کتب میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا معروف واقعہ ہے جس میں وہ بیان فرماتے ہیں:

«اِنَّهٗ اِنْتَهٰی اِلَی النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ الصَّفَّ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصاً وَ لَا تَعُدْ»

''وہ اس وقت نبی ﷺ کے پاس پہنچے جب کہ آپ ﷺ رکوع میں تھے تو انھوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ یہ بات نبی ﷺ کے سامنے ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تمھارے شوق و حرص کو زیادہ کرے، آیندہ ایسا نہ کرنا۔''

قائلینِ رکعت اس حدیث سے یوں استدلال کرتے ہیں:

1. حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اگر رکوع میں ملنے والے کی اس رکعت کو شمار کرنے والے نہ ہوتے تو پھر انھیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟
2. اگر قراءتِ فاتحہ مقتدی پر بھی واجب ہوتی تو نبی ﷺ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو وہ رکعت لوٹانے کا حکم ضرور فرماتے۔
3. تیسری وجہِ استدلال یہ بنائی گئی ہے کہ اس حدیث کے آخری الفاظ ''وَلَا تَعُدْ'' نہیں، بلکہ ''وَلَا تُعِدْ'' ہیں جن کا معنی یہ بنتا ہے کہ ''اللہ تمھاری حرص کو زیادہ کرے، تم اس رکعت کو نہ دہراؤ۔''

لیکن حقیقت یہ ہے کہ تحقیق و استدلال کی رو سے یہ باتیں صحیح نہیں، جس کی

---

(1) بخاري مع الفتح (٢/٢٦٧) و مع عمدة القاري (٣/٦/٥٤) تلخيص الحبير (١/١/٢٨٤) صحيح أبي داود (١/١٣٣) أبي داود مع العون (٢/٣٧٨۔٣٧٩) مشكاة مع المرعاة (٣/٩٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ تفصیل یہ ہے کہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن منیر سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے ایک فعل، یعنی حصولِ جماعت کی حرص و کوشش کو درست قرار دیا ہے اور یہ عام جہت ہے، جب کہ دوسری خاص جہت سے غیر درست بھی فرمایا اور اس سے روکا۔[1]

ممانعت کس بات کی؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی غیر درست بات ہوگئی تھی، جس سے آپ ﷺ نے انھیں روکا تھا:

1. اس سلسلے میں پہلی بات الفاظِ حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دوڑ کر آئے اور نماز میں شامل ہوئے تھے۔ صحیح ابن السکن میں دوڑنے کے واضح الفاظ بھی ہیں، جن میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَانْطَلَقْتُ اَسْعٰی حَتّٰی دَخَلْتُ الصَّفَّ»[2]

”میں دوڑتا ہوا صف میں داخل ہوا۔“

اور یہ دوڑ کر آنا غلط کام ہے، کیوں کہ صحیح بخاری و مسلم اور ”جزء القراءۃ“ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ وَ الْوَقَارَ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا فَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا»[3]

”جب اقامت کی آواز سنو تو نماز کی طرف چل دو اور سکون و وقار سے چلو، بھاگم بھاگ نہ آؤ۔ جو پالو وہ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے وہ اٹھ کر

[1] فتح الباري (٢/٢٦٨)

[2] بحواله التلخيص والمرعاة (٣/٩٧)

[3] بخاري (٢/١١٦، ١١٧، ٣٩٠) جزء القراءة (ص:٩٤) بلوغ المرام (١/٢/٣٣)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکمل کرلو۔"

اس حدیث کی رو سے نماز کی طرف ان کا دوڑ کر آنا منع تھا، لہٰذا اس سے آپ ﷺ نے روکتے ہوئے فرمایا:

«وَ لَا تَعُدْ» "اور دوبارہ ایسا مت کرو۔"

② صحیح بخاری میں اس حدیث کے الفاظ ہیں: «فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ إِلَى الصَّفِّ» "وہ صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے۔"

ابو داود میں ہے:

«فَرَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى إِلَى الصَّفِّ»[1]

"انھوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کرلیا اور پھر (اسی حالت میں) چل کر صف تک پہنچے تھے۔"

مصنف حماد بن سلمہ میں ہے:

«فَرَكَعَ ثُمَّ دَخَلَ الصَّفَّ وَهُوَ رَاكِعٌ»[2]

"انھوں نے (صف تک پہنچنے سے پہلے ہی) رکوع کیا اور پھر بحالتِ رکوع ہی اس میں داخل ہوئے۔"

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل بھی صحیح نہیں تھا، کیوں کہ "معانی الآثار طحاری" میں حسن درجے کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِذَا اَتٰى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فَلَا يَرْكَعْ دُوْنَ الصَّفِّ حَتّٰى يَأْخُذَ مَكَانَهٗ مِنَ الصَّفِّ»[3]

① أبو داؤد أيضاً.

② المرعاة أيضاً.

③ المرعاة أيضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم میں سے جب کوئی نماز کو آئے تو صف میں اپنی جگہ پا لینے سے پہلے رکوع نہ کرے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ''لَا تَعُدْ'' میں وارد ممانعت اسی بات کی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں فرمایا ہو کہ دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ شارحینِ حدیث نے اس کا یہی معنی بیان کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے ''تلخیص الحبیر'' میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے انھیں جس بات سے روکا تھا، ان میں پہلی بات بقولِ کسے یہ تھی کہ آپ ﷺ نے انھیں صف سے باہر تکبیرِ تحریمہ کہنے سے منع فرمایا اور امام ابن حبان کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھیں نمازِ باجماعت کی طرف تاخیر سے آنے سے منع فرمایا گیا تھا۔

ابن القطان اور مہلب کی طرف سے تیسری بات یہ کہ انھیں رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف میں آنے سے روکا تھا، کیوں کہ یہ جانوروں کی سی چال ہے اور چوتھا قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں نماز کی طرف دوڑ کر آنے سے منع فرمایا۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ''جزء القراءۃ'' میں اس کا یہی معنی کیا ہے اور کہا ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ نبی ﷺ کے منع کردہ کام کو دوبارہ کرے۔[2]

''لا تعد'' کا ضبط اور اعراب:

اس حدیث کے آخر میں وارد ہونے والے دو لفظوں میں سے پہلا تو ''لا'' ہے جو نہی و ممانعت کے لیے آتا ہے، جب کہ دوسرا لفظ تین حروف سے مل کر بنا ہے اور وہ تین حروف ہیں ''ت'' اور ''ع'' اور ''د'' ان تینوں حروف کے مجموعے کو زیر زبر اور پیش، یعنی اعراب کی تبدیلی سے چار طریقوں سے پڑھا جاتا ہے اور اس سے چار

---

(1) التلخيص (٢٨٥/١/١) المرعاة (٩٧/٣)

(2) جزء القراءة (ص: ٧٨) فتح الباري (٢٦٩/٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الگ الگ لفظ بن جاتے ہیں، جن کا الگ الگ ہی مفہوم بھی ہے، جیسا کہ پہلے وہ الفاظ لکھے جاچکے ہیں۔

اس لفظ کے ضبط و اعراب کے سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے:

''یہ لفظ تمام روایات میں تا کے زبر اور عین کی پیش کے ساتھ ''تَعُدْ'' ہے جو عَوْد سے بنا ہے، اس طرح اس حدیث کا معنیٰ صرف یہ بنتا ہے کہ دوبارہ ایسا مت کر۔''[1]

یعنی نہ تیز دوڑ کر نماز کی طرف آؤ، نہ صف سے باہر تکبیرِ تحریمہ کہو، نہ صف سے باہر رکوع کرو، نہ اس طرح صف میں داخل ہو اور نہ جماعت کی طرف تاخیر سے آؤ۔

علامہ جزری نے بھی کہا ہے کہ ''لا تعد'' میں ''تعد'' تا کے زبر اور عین کی پیش کے ساتھ اور دال کے سکون کے ساتھ ہے، جس کا اصل مادہ عود ہے، یعنی ایسا فعل (رکوع میں چلنا) آیندہ نہ کرنا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکیلے اقتدا کرنے سے منع فرمایا ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کرنے سے منع فرمایا ہو اور بظاہر آپ ﷺ نے ان سب امور سے ہی منع فرمایا تھا۔[2]

آگے امام جزری فرماتے ہیں کہ جس نے اس لفظ کو تا کی پیش اور عین کی زبر کے ساتھ ''لا تُعِدْ'' پڑھا ہے اور اسے اعادہ کرنے یا دہرانے سے مانا ہے، اس نے بہت بعید کی بات کی ہے کہ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ہو کہ تم اپنی نماز مت دہراؤ اور اس سے بھی بعید تر بات اس کی ہے جس نے اسے عَدو سے تا کے زبر اور عین کی

---

[1] فتح الباري (٢/٢٦٩) عمدة القاري (٣/٦/٥٥)

[2] المرعاة (٣/٩٨)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکون یا جزم اور دال کی پیش کے ساتھ ”لا تَعْدُ“ مانا ہے جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ دوڑ کر مت آؤ۔ ان آخری دونوں کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے۔[1]

امیر صنعانی نے سبل السلام میں کہا ہے:

”روایت میں ”عَوْد“ سے ”لَا تَعُدْ“ ہی سب سے صحیح تر اعراب واحفظ ہے۔“[2]

اسے ہی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ترجیح دی ہے۔[3]

وہ رکعت ہوئی یا نہیں؟

قائلینِ رکعت کے انداز اور وجہِ استدلال سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے وہ رکعت شمار کی تھی، جب کہ مانعینِ رکعت کا کہنا ہے کہ صحیح بخاری شریف کے وہ الفاظ جو بڑے شد و مد سے پیش کیے جاتے ہیں، ان میں قطعاً اس بات کا ذکر، حتیٰ کہ احتمال تک بھی نہیں پایا جاتا کہ ان کی وہ رکعت ہو گئی ہو اور انھوں نے اسے شمار کر لیا ہو، چنانچہ امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فَلَيْسَ فِيْهِ مَا يَدُلُّ عَلٰى مَا ذَهَبُوْا إِلَيْهِ، لِأَنَّه كَمَا لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْإِعَادَةِ، لَمْ يُنْقَلْ إِلَيْنَا اَنَّهُ إِعْتَدَّ بِهَا، وَالدُّعَاءُ لَهُ بِالْحِرْصِ لَا يَسْتَلْزِمُ الْاِعْتِدَادَ بِهَا وَالْاِحْتِجَاجُ بِشَيْءٍ قَدْ نُهِيَ عَنْهُ لَا يَصِحُّ“[4]

”اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، کیوں کہ انھیں رکعت کے

---

[1] المرعاۃ أیضاً.

[2] سبل السلام (۱/۲/۳۳)

[3] الفتح (۲/۲۶۹)

[4] النیل (۲/۳/۵۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوٹانے کا حکم نہیں دیا تو یہاں اُس رکعت کو شمار کرنے کا بھی تو کوئی اشارہ نقل نہیں ہوا، ان کے لیے دعائے حرص اس رکعت کو شمار کرنے کو لازم نہیں کرتی اور جس سے منع کیا گیا ہو، اس سے حجت و دلیل لینا صحیح نہیں ہے۔"

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی اس سے ملتی جلتی بات "المحلی" (٦/٢٤٣) میں کہی ہے، چنانچہ انھوں نے اس حدیثِ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ پر مسئلہ نمبر (٣٦٢) کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

"فَإِنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ فَلْيَرْكَعْ مَعَه، وَلَا يَعْتَدُّ بِتِلْكَ الرَّكْعَةِ، لِأَنَّهُ لَمْ يُدْرِكِ الْقِيَامَ وَلَا الْقِرَاءَةَ، وَلٰكِنْ يَقْضِيهَا إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ فَإِنْ خَافَ جَاهِلًا فَلْيَتَأَنَّ حَتّٰى يَرْفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَه، مِنَ الرُّكُوعِ فَيُكَبِّرُ حِينَئِذٍ"[1]

"اگر کوئی آئے اور امام رکوع میں ہو تو وہ رکوع کر لے اور اس رکعت کو شمار نہ کرے، کیوں کہ اسے قیام و قراءت نہیں ملے، لیکن جب امام سلام پھیر لے تو یہ اس رکعت کو اٹھ کر پڑھ لے اور اگر کسی بے علم کا خدشہ ہو کہ گلے پڑ جائے گا تو تھوڑا سا آرام سے چلے، حتیٰ کہ امام جب رکوع سے اٹھ جائے تب جا کر تکبیرِ تحریمہ کہے۔"

اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

"أَمَّا حَدِيثُ أَبِي بَكْرَةَ فَلَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيهِ أَصْلًا، لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ أَنَّهُ اجْتَزَأَ بِتِلْكَ الرَّكْعَةِ، وَأَنَّهُ لَمْ يَقْضِهَا؛ فَسَقَطَ تَعَلُّقُهُمْ بِهِ جُمْلَةً وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ"[2]

---

[1] المحلی (٣/٦/٢٤٣)

[2] المحلی (٣/٦/٢٤٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”رہی حدیثِ ابی بکرہ رضی اللہ عنہ تو اس میں قائلینِ رکعت کے لیے اصلاً کوئی دلیل نہیں ہے، کیوں کہ اس میں یہ کہاں ذکر ہے کہ انھوں نے اس رکعت کو شمار کر لیا تھا اور نہ یہ کہ انھوں نے اسے اٹھ کر نہیں پڑھا تھا، لہٰذا اس حدیث سے ان کا تعلق ہی ختم ہو گیا، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔“

اس سلسلے میں ایک حدیث بڑی فیصلہ کن ہے، جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اور علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے ”المرعاۃ شرح المشکاۃ“ میں نقل کیا ہے، چنانچہ معجم طبرانی کبیر اور ”جزء القراءۃ“ میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے اس واقعے پر مشتمل جو حدیث ہے، اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بھی فرمایا تھا:

«صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ» [1]

”جو نماز مل گئی ہے، وہ پڑھ لو اور جو رہ گئی وہ بعد میں پوری کر لو۔“

اس روایت کے الفاظ نے فیصلہ کر دیا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی رکوع میں ملنے والی رکعت نہیں ہوئی تھی، بلکہ انھوں نے بعد میں پڑھی تھی۔

الغرض: مدرکِ رکعت کی رکعت والا شبہہ یا اشکال و اعتراض بھی ختم ہوا اور طے پایا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی بخاری و مسلم، سننِ اربعہ اور دیگر کتب کی حدیث میں «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» کا مفہوم اپنے اعتبار سے ہر نمازی کو شامل ہے، وہ امام ہو یا منفرد اور چاہے وہ مقتدی ہی کیوں نہ ہو، قراءتِ فاتحہ کا حکم سب کو برابر شامل ہے۔ اس طرح قائلینِ عدمِ رکعت یا مانعینِ رکعت کے دلائل پر مشتمل اس پہلی حدیث کی تشریح اور اس کے متعلقہ

[1] طبراني بحواله فتح الباري (٢/٢٦٨) المرعاة (٣/٩٧) جزء القراءة (ص: ١٠٠، ١٠١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحث کو اب ہم اسی حد تک چھوڑ رہے ہیں۔

وَفِيْ هَذَا الْقَدْرِ كِفَايَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰه

دوسری حدیث:

سورت فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہونے اور سری و جہری تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے بھی سورت فاتحہ کے ضروری ہونے کے قائلین کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے، جو صحیح مسلم، ابو داود و ترمذی، ابن ماجہ اور موطا امام مالک میں ہے، بلکہ علامہ لکھنوی نے "أحكام القنطارة" میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ان ذکر کی گئی کتب کے علاوہ صحیح بخاری و نسائی، ابن حبان، دارقطنی، بیہقی و ابن ابی شیبہ، مسند احمد، تفسیر سفیان بن عیینہ، فضائل القرآن ابو عبید، تفسیر ابن جریر اور ابن الانباری میں بھی مروی ہے۔[1]

نہ صرف یہ کہ یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں داخل ہے، بلکہ صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں بھی شامل ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن اور امام ابو زرعہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابو داود اور علامہ منذری نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، جو اس روایت کے غیر مجروح ہونے کا اشارہ ہے اور محدثینِ سابقین میں سے، حتیٰ کہ خود علمائے احناف میں سے علامہ ابن الترکمانی، علامہ زیلعی، علامہ ابن ہمام، علامہ علی قاری، شاہ عبد الحق اور متاخرین علمائے احناف میں سے علامہ انور شاہ کاشمیری، مولانا عبد الحیٔ لکھنوی، مولانا شوق نیموی، مولانا یوسف بنوری اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری وغیرہ رحمہم اللہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث پر کلام نہیں کیا۔[2]

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] أحكام القنطارة (ص: ٢٢٦) من مجموعة رسائل ثمانية بحوالہ توضیح الکلام (١/١٦٤)

[2] التوضیح ایضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثاً غَيْرُ تَمَامٍ»

''جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، نامکمل ہے۔''

کسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''إِنَّا نَكُونُ وَرَآءَ الْإِمَامِ؟''

''ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (تب کیا کریں؟)''

اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ»

''آہستگی سے پڑھا کرو (بلا آواز)۔''

آگے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ»[1]

''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے۔''

اس حدیث کا مکمل متن اور ترجمہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، لہٰذا اعادے کی ضرورت نہیں۔

''الصلاۃ'' سے مراد:

اس حدیث میں محدثینِ کرام کے نزدیک ''الصلاۃ'' سے مراد ہی سورت

[1] مسلم مع نووي (۲/٤/۱۰۱،۱۰۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ ہے، چنانچہ امام سیوطی وزرقانی رحمہ اللہ شرح موطا میں لکھتے ہیں:

''علمائے کرام کا کہنا ہے کہ یہاں ''الصلاۃ'' یعنی نماز سے مراد سورت فاتحہ ہے (جیسا کہ الفاظِ حدیث سے پتا چلتا ہے) اور سورت فاتحہ کو ''نماز'' کے الفاظ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس کے سوا نماز صحیح نہیں ہوتی۔ آگے اسے مثال دے کر سمجھانے کے لیے لکھتے ہیں کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: «اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ»[1] ''حج عرفات میں وقوف کا نام ہے۔''

جس طرح عرفات میں وقوف کے بغیر حج نہیں ہوتا، اس طرح ہی نماز سورت فاتحہ کا نام اور اس کے بغیر بھی نماز نہیں ہوتی، اس حدیث میں عین سورت فاتحہ کے واجب ہونے کا ثبوت پایا جاتا ہے اور عاجز کے سوا ہر نمازی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا ہی متعین اور طے شدہ ہے۔ امام مالک، شافعی، صحابہ و تابعین رحمہم اللہ اور بعد والے علما میں سے جمہور کا یہی مذہب ہے۔[2]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے:

''یہ حدیث نماز میں سورت فاتحہ کے فرض و واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور جمہور اہلِ علم کا یہی مسلک ہے۔''[3]

امام ابن العربی مالکی رحمہ اللہ ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''امام شافعی کے اصحاب کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مقتدی سورت فاتحہ ضرور پڑھے اور اگر نہیں پڑھے گا تو اس حدیث

---

[1] مسلم (٢/٤/١٠١ـ١٠٢) جزء القراءة (ص: ٢٣) موطا مع الزرقاني (١/١٧٥ـ١٧٧)

[2] شرح نووي (٢/٤/١٠٢)

[3] نيل الأوطار (٢/٣/٤٣)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیشِ نظر اسے نماز میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔‘‘

ایک جگہ لکھتے ہیں:

’’اللہ نے خود قرآن (سورت فاتحہ) کو اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے۔ بس اس شخص کی نماز نہیں ہے جو سورت فاتحہ نہ پڑھے اور یہ حدیث اس بات کی قوی دلیل ہے، جب کہ اس کے علاوہ بھی نبی ﷺ سے صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جو نماز میں سورت فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی وہ نماز مردہ و ناقص ہے، مکمل نہیں۔‘‘[1]

’’خِداج‘‘ کا معنی ومفہوم

اس حدیث میں سورت فاتحہ کے بغیر پڑھی گئی نماز کو نبیِ اکرم ﷺ نے تین مرتبہ ’’خِداج‘‘، فرمایا اور پھر ’’غیر تمام‘‘ یا نامکمل بھی فرمایا ہے۔ خداج کے لغوی معنی ومفہوم پر ہی توجہ دی جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے، چنانچہ صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ نے امامِ لغت خلیل بن احمد، اصمعی، ابو حاتم سجستانی، ہروی اور دوسرے ماہرینِ لغت کے حوالے سے لکھا ہے:

’’خداج کا معنی ہے نقصان۔ جب اونٹنی پورے دنوں سے پہلے ہی بچے کو جنم دے دے، اگرچہ وہ تخلیق میں کامل ہی کیوں نہ ہو گیا ہو تو اس وقت کہا جاتا ہے: ’’خَدَجَتِ النَّاقَةُ‘‘ اور جب وہ تخلیق میں ناقص بچے کو جنم دے، چاہے وہ پورے دنوں کا ہی کیوں نہ ہو تو اس وقت کہا جاتا ہے: ’’اَخْدَجَتْهُ‘‘ اور اسی سے اخذ کرتے ہوئے ایک ہاتھ والے (ٹنڈے) کو مخدج الیہ کہا جاتا ہے اور اہلِ لغت کی ایک جماعت نے

[1] أحكام القرآن (٤/٤/٥٠)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"خَدَجَتْ" اور "أَخْدَجَتْ" سے وہ اونٹنی مراد لی ہے جو نا تمام بچے کو جنم دے۔"[1]

یہی بات امام سیوطی رحمہ اللہ نے "تنویر الحوالك شرح موطأ مالك" میں کہی ہے۔[2] نیل الاوطار میں امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی یہ مضمون ذکر کیا ہے۔[3]

علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے بھی "خداج" کی یہی لغوی تشریح "شرح موطا" میں لکھی ہے۔[4] "الجامع لأحكام القرآن" میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی تفسیر سورت فاتحہ میں یہ لغوی بحث ذکر کی ہے۔[5]

امام ابوسلیمان خطابی "معالم السنن شرح أبي داود" میں لکھتے ہیں:

"خِدَاج" کا معنی ہے وہ نماز جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے، اس میں فساد و بطلان پر منتج ہونے والا نقص پایا جاتا ہے اور عرب اس وقت "اَخْدَجَتِ النَّاقَةُ" کہتے ہیں جب کوئی اونٹنی اپنے بچے کو ایسی حالت میں گرا دے کہ وہ ابھی خون کا لوتھڑا ہی ہو اور ابھی اس کی خلقت و پیدائش ظاہر نہ ہوئی ہو۔"[6]

"جزء القراءة" میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو عبید سے نقل کیا ہے کہ "اَخْدَجَتِ النَّاقَةُ" اس وقت کہا جاتا ہے: "إِذَا اَسْقَطَتِ السِّقَطَ مَيِّتاً لَا

---

[1] شرح مسلم مع نووي (۱۰۱/٤/۲)

[2] تنوير الحوالك شرح موطأ (۱۰٦/۱/۱)

[3] نيل الأوطار (٤۳،٤۲/۳/۲)

[4] شرح الزرقاني (۱۷٥/۱_۲۰۲)

[5] قرطبي (۸۷/۱) ط بيروت.

[6] معالم السنن (۱۷٦/۱/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُنْتَفَعُ بِهِ"①

"جب اونٹنی وقت سے پہلے بچے کو مردہ حالت میں گرا دے جس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔"

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے "کتاب الاستذکار" میں لکھا ہے:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز میں سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور جس نماز میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے، وہ نماز خداج ہے۔ خداج کا معنی نقصان اور فساد ہے، اس لیے عرب لوگ "اَخْدَجَتِ النَّاقَةُ" اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنی بچے کو اس کی خلقت و پیدائش سے پہلے گرا دے اور وہ بچہ بے کار ہوتا ہے۔ اخفش سے نقل کرتے ہیں کہ "خَدَجَتِ النَّاقَةُ" اس وقت بولتے ہیں جب وہ وقتِ ولادت سے پہلے ہی بچے کو گرا دے۔ اگرچہ اس کی خلقت پوری ہی کیوں نہ ہو چکی ہو۔"

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"جو حضرات سورت فاتحہ کو نماز میں واجب نہیں سمجھتے ان کا کہنا ہے کہ لفظِ خداج نماز کے جواز پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ خداج کا معنی نقصان ہے اور ناقص نماز جائز ہوتی ہے، لیکن ان کا یہ خیال فاسد ہے اور نظرِ عمیق اس بات کو واجب کرتی ہے کہ ناقص نماز نہیں ہوتی۔ جو شخص نماز پوری ہونے سے پہلے نماز سے نکل جائے، اسے پوری نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے اور جو شخص ناقص نماز کے اقرار کے باوجود اس کے جائز

① معالم السنن (۱/۱/۱۷٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس پر دلیل کا لانا واجب ہے اور وہ کسی طرح بھی ایسی دلیل نہیں لا سکتا۔“[1]

قوامیسِ لغت میں سے ”لسان العرب“ نامی ضخیم کتاب میں بھی خداج کی وہ تشریح کی گئی ہے جو ہم امام خطابی، قرطبی، شوکانی، زرقانی، سیوطی اور نووی رحمہم اللہ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔[2]

”قاموس المحیط“، ”تاج العروس شرح قاموس“، ”اقرب الموارد“، ”المعجم الوسیط“ اور ”مختار الصحاح“ وغیرہ بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔[3]

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاذِ ادب ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی نے ”مصباح اللغات“ میں بھی ”أَخْدَجَتِ الدَّابَّةُ“ کا معنی نا تمام بچہ گرا دینا ہی لکھا ہے۔[4]

اِس ساری لغوی تشریح کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ یہاں ”خِدَاج“ کا معنی نقصانِ ذاتی نہیں، بلکہ نقصان وصفی ہے تو پھر وہ اس کی مرضی ہے۔ پھر ضعیف اور ناقابلِ استدلال روایات کو پیش کر کے صحیح احادیث سے ثابت شدہ حقیقت کو بدلنے اور نقصانِ اصلی یا ذاتی کو وصفی کا جامہ پہنانے سے کیا حاصل ہے؟[5]

---

1. الاستذکار (۲/۱۶۷، ۱۶۸)، المرعاۃ (۱/۵۵۸)، تفسیر ستاری (۱/۳۳۱)، تحقیق الکلام (۱/۱۸۷، ۱۸۸۔۱/۴۷، ۴۷)، إمام الکلام (ص: ۳۵۳).
2. لسان العرب (۳/۷۲، ۷۳)
3. المعجم الوسیط (۱/۱/۲۱۹)، تفسیر ستاری (۱/۳۳۲۔۳۳۳)، تحقیق الکلام (۱/۴۷۔۵۲)، مختار الصحاح (ص:۷۰)
4. مصباح اللغات (ص: ۱۹۳)
5. کما فعل صاحب أحسن الکلام (۲/۵۰۔۵۱) ورد علیه وعلی أمثاله صاحب تحقیق الکلام (۱/۴۹۔۵۲)، توضیح الکلام (۱/۱۷۸۔۱۸۸)، تفسیر ستاری (۱/۳۳۰۔۳۳۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیٰ وجہ التنزل اگر یہ مان ہی لیا جائے کہ یہاں نقصان وصفی ہی مراد ہے، تب بھی نمازی کے لیے بہرحال و بہرصورت سورت فاتحہ کا پڑھنا ضروری قرار پاتا ہے، کیوں کہ ناقص نماز پڑھنے پر کون نمازی رضا مند ہوگا اور کون یہ چاہے گا کہ وہ نماز بھی پڑھے تو محض کسی خاص ذہنی تحفظ کی وجہ سے وہ ناقص پر ہی اکتفا کر لے، جب کہ حقیقتاً یہ نقصان بھی وصفی نہیں، بلکہ نقصانِ فساد و بطلان ہے، جیسا کہ تفصیل ذکر کی جا چکی ہے اور یہ وصفی، وغیر وصفی کی اصطلاح بھی تو ایک نئی اختراع ہے۔

دل میں پڑھنے کا مفہوم:

اس حدیث میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ جب راوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنا اشکال رکھا کہ جب ہم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو قراءت کا کیا کریں؟ تو انھوں نے فرمایا:

''اِقْرَأْ بِهَا يَا فَارِسِيُّ فِيْ نَفْسِكَ''

''اے فارسی! اپنے دل میں آہستہ سے پڑھ لیا کرو۔''

دل میں پڑھ لینے سے مراد یہ بھی نہیں کہ محض تدبر و غور کیا کرو، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بلا آواز آہستگی سے پڑھ لیا کرو، تاکہ امام کو تشویش نہ ہو، اس طرح قراءت کرنے کو ''قِرَاءَةٌ فِي النَّفْسِ'' یا ''دل ہی دل میں پڑھنا'' کہا جاتا ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ باقاعدہ ہونٹ بھی ہلیں اور مقتدی اپنا پڑھنا خود بھی محسوس کرے، چنانچہ اس سلسلے میں شارحینِ حدیث نے یہی معنی و مفہوم ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ کئی اکابر علمائے احناف وغیرہ نے بھی اپنی شروح میں ایسا ہی کیا ہے، مثلاً:

1. علامہ علی قاری ''مرقاۃ شرح مشکاۃ'' میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ سِرًّا غَيْرَ جَهْرٍ"[1]

"اسے تم آہستہ آواز سے پڑھ لو اور بلند آواز سے نہ پڑھو۔"

2 شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے "اللمعات" میں لکھا ہے:

"اِقْرَأْ سِرًّا تُسْمِعُ نَفْسَكَ"[2]

"اتنا آہستہ پڑھ کہ صرف اپنے آپ کو سنا سکے۔"

انھوں نے "أشعة اللمعات" میں بھی یہی معنی کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ"[3]

"بخوانی فاتحہ را پسِ امام نیز اما آہستہ چنانچہ بشنوئی خود را۔"

"سورت فاتحہ امام کے پیچھے اتنا آہستگی سے پڑھو کہ صرف خود سن سکو۔"

"قراءة في النفس" کے بلا آواز پڑھنے کا استعمال خود قرآن کریم میں بھی موجود ہے، چنانچہ سورت اعراف میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ ﴾ [الأعراف: ٢٠٥]

"اور اپنے رب کو آہستگی سے یاد کیجیے۔"

گویا ﴿ فِيْ نَفْسِكَ ﴾ کا معنی سراً بلا آواز پڑھنا ہے نہ کہ صرف غور و فکر کرنا۔

3 تفسیر جلالین میں اس آیت میں آمدہ الفاظ ﴿ فِيْ نَفْسِكَ ﴾ کا معنی کیا گیا ہے: "أَيْ سِرًّا" بلا آواز۔[4]

4 فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب خطیب یہ ارشادِ الٰہی پڑھے:

---

[1] المرقاة (٢/٢٨٣) بحوالہ توضیح الکلام (١/١٨٩)

[2] أشعة اللمعات (٣/١٢٨) بحوالہ سابقہ وتفسیر ستاری (١/٣٣٤)، تحقیق الکلام (١/٥٣)

[3] أشعة اللمعات (١/٣٧١) بحواله جات سابقه.

[4] جلالين (ص: ٢٢٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

"فَيُصَلِّي السَّامِعُ فِي نَفْسِهٖ"

"تو سننے والا اپنے دل میں درود شریف پڑھے۔"

"کفایہ حاشیہ ھدایۃ" میں اس کا معنی یوں کیا گیا ہے:

"أَيْ يُصَلِّي بِلِسَانِهٖ خَفِيًّا"

"سننے والا آہستہ آہستہ درود پڑھ لے۔"

"شرح وقایۃ" میں سامع کے درود پڑھنے کے انداز کے بارے میں لفظ ہی صاف وارد ہوا ہے: "فَيُصَلِّي سِرًّا" "وہ آہستگی سے پڑھ لے۔"

5 علامہ بدر الدین عینی نے "شرح کنز" میں اس کا معنی یوں کیا ہے:

"يُصَلِّي السَّامِعُ وَ يُسَلِّمُ فِي نَفْسِهٖ سِرًّا اِمْتِثَالًا لِأَمْرِ"[1]

"امرِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے سننے والا آہستگی سے درود وسلام پڑھ لے۔"

گویا ﴿ فِيْ نَفْسِكَ ﴾ کا معنی سراً معروف ہے۔

6، 7 ان علمائے احناف کے علاوہ مولانا عبد الحیٔ نے علامہ باجی مالکی سے نقل کرتے ہوئے "التعليق الممجد" میں لکھا ہے:

"هِيَ بِتَحْرِيْكِ اللِّسَانِ بِالتَّكْلِيْمِ وَإِنْ لَّمْ يُسْمِعْ نَفْسَهٗ سِرًّا"

"یہ زبان کو ہلاتے ہوئے پڑھنا ہے، اگرچہ اپنے آپ کو نہ سنا سکے۔"

آگے لکھتے ہیں: "یہ قول سحنون نے قاسم سے روایت کیا ہے۔"

8 خود علامہ باجی رحمہ اللہ نے کہا:

"لَوْ اَسْمَعَ نَفْسَهٗ يَسِيْرًا كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ"[2]

---

1. أيضاً.
2. التعليق الممجد (ص: ٩٣) شرح زرقاني (١٧٤/١) توضيح الكلام (١٨٩/١، ١٩٠)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر تھوڑا تھوڑا اپنے آپ کو سنائے تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔''

9 امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''القراءة'' میں لکھا ہے: ''اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ'' کا مطلب یہ ہے کہ اسے آہستہ لفظاً پڑھا جائے، بلند آواز سے نہ پڑھا جائے۔ اسے دل میں غور و تدبر کرنے کے معنوں پر محمول کرنا جائز نہیں، کیوں کہ اہلِ عرب کا اتفاق ہے کہ اسے قراءت نہیں کہتے اور اہلِ علم کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ لفظ ادا کیے بغیر دل میں غور کرنا نہ شرط ہے نہ مسنون، لہٰذا جس بات کا کوئی بھی قائل نہ ہو، اس پر حدیث کو محمول کرنا جائز نہیں۔[1]

10 امام نووی رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق کتاب الاذکار کے حوالے سے ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ نماز میں اذکار کی ادائیگی زبان سے مطلوب ہے۔[2]

11 ایسے ہی ''مختصر الفتاوی المصريه'' کے حوالے سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ جو شخص زبان کو حرکت دیے بغیر نماز پڑھنے کو جائز کہے، اس سے توبہ کرائی جائے۔[3]

12 ایسے ہی شرح مسلم میں امام نووی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ قراءت کا اطلاق زبان کو حرکت دینے پر ہوتا ہے۔[4]

13 حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی موطا کی فارسی شرح میں ''اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ يَا فَارِسِيُّ'' کا معنی یہ لکھا ہے:

''گفت بخواں آں را در نفسے خود اے فارسی یعنی آہستہ بخواں تا غیرِ تو بشنود۔''

---

1. كتاب القراءة (ص: ٢٩)
2. الأذكار (ص: ١٤)
3. مختصر الفتاوى (ص: ٤٣)
4. شرح نووی (١٠٣/٤/٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے فارسی! سورت فاتحہ کو اپنے دل میں پڑھ، یعنی آہستہ پڑھ، تا کہ دوسرا نہ سن سکے اور اسے تشویش نہ ہو۔''

14 علامہ انور شاہ کشمیری حنفی رحمہ اللہ کی اس سلسلے میں وارد تصریح ''العرف الشذي'' اور ''معارف السنن'' میں دیکھی جا سکتی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

''جو ہمارے معاصر مدرسین ''اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ'' کو تفکر و تدبر کے معنوں پر محمول کرتے ہیں، لغت سے اس کی تائید نہیں ہوتی اور '' قِرَاءَةٌ فِيْ النَّفْسِ'' اس معنی میں قطعاً ثابت نہیں، البتہ قول کا استعمال اس معنی میں ثابت ہے۔''[1]

ان تمام تصریحات یہ سے بات واضح ہوگئی کہ اجماعِ اہلِ علم و لغت اور فقہا، سبھی کے نزدیک اس کا معنی آہستگی سے زبان کو ہلاتے ہوئے بلا آواز پڑھنا ہے نہ کہ غور و فکر کرنا۔ اس سلسلے میں بعض دیگر اشکالات بھی وارد کیے جاتے ہیں۔[2] ان کے ازالے اور تفصیلی جوابات کے لیے ''توضیح الکلام'' (۱۹۲/۱، ۱۹۳) دیکھی جا سکتی ہے۔

دیگر احادیثِ ''خِداج'' (3-5):

صحیح مسلم والی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیثِ خداج ہی کی طرح اس موضوع کی بعض دوسری صحیح احادیث بھی مروی ہیں:

③ جن میں سے ایک معجم طبرانی صغیر، ''کتاب القراءة'' بیہقی اور ''اخبار

[1] معارف السنن (۲۸۱/۳)، العرف الشذی (ص: ۱۵۷) توضیح الکلام (۱۹۲/۱) نماز میں سورت فاتحہ (ص: ۵۰، ۵۱)

[2] أحسن الکلام (۵۳/۲، ۵۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصبہان“ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔

④ دوسری ”کتاب القراءۃ“ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے۔

⑤ تیسری حدیث سنن ابن ماجہ اور ”جزء رفع الیدین“ امام بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

بعض اہلِ علم کی طرف سے ان احادیث پر بھی کچھ اشکالات و اعتراضات بھی وارد کیے گئے ہیں۔[1]

أولاً: ان احادیث کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی وہ حدیث بھی کرتی ہے جو دوسری حدیث کے طور پر ہم صحیح مسلم اور دیگر متعدد کتبِ حدیث کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔

ثانیاً: ان احادیث کی اسناد پر جو اشکالات وارد کیے گئے ہیں، ان کے دوسرے اہلِ علم نے بڑے وزنی جوابات بھی دے دیے ہیں، لہٰذا ان اشکالات و جوابات کی تفصیل سے ہم صرفِ نظر کر رہے ہیں۔[2]

وجوبِ فاتحہ کی مزید احادیث (14-6):

وجوب الفاتحہ خلف الامام کے قائلین دلیل کے طور پر وہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں جو ابو داود، ترمذی، نسائی (معناہ) دارقطنی، بیہقی، مستدرک حاکم، مسند احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان، ”جزء القراءۃ“ امام بخاری ”کتاب القراءۃ“ بیہقی اور المنتقیٰ ابن جارود کے حوالے سے امام و منفرد کے لیے سورت فاتحہ کی فرضیت کے ضمن میں ہم ذکر کر آئے ہیں، اس میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

---

① أحسن الكلام (٥٩،٥٧/٢)

② تفصیل کے لیے دیکھیں: توضیح الکلام (٢١٠،١٩٤/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، آپ ﷺ نے قراءت کی تو وہ آپ ﷺ پر بوجھل ہوئی، نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا:

«لَعَلَّکُمْ تَقْرَؤُنَ خَلْفَ إِمَامِکُمْ؟»

''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟''

ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَإِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ یَقْرَأْ بِهَا»[1]

''سورت فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو، کیوں کہ اسے پڑھے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی۔''

یہ حدیث صراحت کے ساتھ پتا دیتی ہے کہ نماز میں مقتدی پر بھی سورت فاتحہ پڑھنا لازم ہے اور یہ معاملہ چونکہ محض امام و منفرد کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس میں عموم ہے کہ جو بھی سورت فاتحہ نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوتی تو یہ عموم مقتدی کو بھی شامل ہے۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ حکم صرف سری نمازوں ہی میں نہیں، بلکہ ان نمازوں کے لیے بھی ہے، جن میں امام بلند آواز سے قراءت کرتا ہے، کیوں کہ اس حدیث میں نمازِ فجر کا ذکر ہے اور وہ جہری قراءت والی نماز ہے۔ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بعض احادیث میں نماز کا نام نہیں، بلکہ جہری قراءت والی کسی نماز کا مطلق تذکرہ ہے اور حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں سے بعض میں ایک راوی نافع بن محمود بن ربیع الانصاری ہیں جن پر کلام تو کیا گیا ہے، لیکن ان کی حدیث کو امام دارقطنی، بیہقی، ابو داود اور منذری رحمہم اللہ کے علاوہ علمائے احناف میں

[1] دارقطني (۱/۱/۱۳۸، ۳۱۹)، مشكاة (۱/۳۶۹، ۲۷۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ابن ہمام، زیلعی، انور شاہ کاشمیری، شوق نیموی اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی صحیح اور کم از کم حسن درجے کی قرار دیا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کی طرف سے نافع پر کیے گئے کلام کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔ [1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی دو ایک نہیں، بلکہ بکثرت ائمہ و علما نے مقتدی پر سورت فاتحہ کی قراءت کے واجب ہونے پر استدلال کیا ہے، جن میں سے امام ترمذی، نسائی، خطابی، ابن حجر عسقلانی، امیر صنعانی، جمال الدین قاسمی، شوکانی، احمد شاکر اور مولانا عبد الحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جن کے اقوال کی تفصیل سنن ترمذی، نسائی، معالم السنن، فتح الباری، نیل الاوطار، تفسیر قاسمی (۲۹۳۴/۷) سبل السلام، تعلیق احمد شاکر علی الترمذی اور السعایہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں سے ہم نے اس حدیث کے علاوہ بھی نو احادیث فضیلت و فرضیتِ فاتحہ کے ضمن میں ذکر کی تھیں، جن سب کو اب دہرانا مناسب نہیں، اس طرح یہ چودہ احادیث ہوگئیں۔

پچاس سے زیادہ احادیث:

مقتدی کے لیے وجوبِ فاتحہ پر کتنی ہی دوسری احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے، جن کی مجموعی تعداد پچاس سے بھی متجاوز ہے۔ [2]

ظاہر ہے کہ ان تمام احادیث کے تذکرے سے بات بہت طول پکڑ جائے

[1] للتفصیل: توضیح الکلام (۳۵۷/۱، ۳۷۵)

[2] جزء القراءة إمام بخاري، كتاب القراءة، إمام بيهقي، تحقیق الکلام (۱۲/۱، ۱۷) توضیح الکلام (۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی، لہٰذا ہم محض اس اشارے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، تفصیل کے طالب مطولات (مذکور سابقہ) کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ.

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

سابقہ سطور میں ہم مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کو واجب قرار دینے والوں کے دلائل کے سلسلے میں چار قرآنی آیات اور چودہ صحیح و صریح مرفوع احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کر چکے ہیں۔ قرآن و سنت سے ماخوذ ان دلائل کے علاوہ قائلینِ وجوبِ فاتحہ نے ان آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی تائید حاصل کی ہے، جن میں مذکور ہے کہ وہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھتے تھے اور دوسروں کو اسی کا حکم بھی دیتے تھے۔ ان آثار کی تعداد مرفوع احادیث سے بھی زیادہ ہے، لیکن ہم ان میں سے صرف چند آثار کے تذکرے پر ہی اکتفا کریں گے، اگرچہ یہ وجوبِ قراءت کی رائے اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے حوالے سے ہم ذکر بھی کر چکے ہیں۔

1 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اثر:

اس سلسلے میں سب سے پہلا اثر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے، "جزء القراءۃ" اور التاریخ الکبیر امام بخاری، سنن دارقطنی، بیہقی، "کتاب القراءۃ" بیہقی اور مستدرک حاکم میں حضرت یزید بن شریک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

"أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟" "کیا میں امام کے پیچھے پڑھوں؟"

انھوں نے فرمایا: "نعم" "ہاں۔"

میں نے عرض کی: "وَإِنْ قَرَأْتَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اے امیر المومنین! اگرچہ آپ (بلند آواز سے) پڑھ رہے ہوں؟“

انھوں نے فرمایا: ”وَإِنْ قَرَأْتُ“[1]

”اگرچہ میں (بلند آواز سے) پڑھ رہا ہوں۔“

2 حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر:

ایسے ہی ”جزء القراءۃ“ امام بخاری ”کتاب القراءۃ“ و سنن کبری بیہقی، دارقطنی اور مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت ابو رافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ أَنْ يُقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“[2]

”وہ امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھنے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔“

3 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر:

”جزء القراءۃ“ امام بخاری، ”کتاب ”القراءۃ“ سنن الکبری بیہقی اور معانی الآثار طحاوی میں حضرت عبداللہ بن زیاد اسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”صَلَّيْتُ جَنْبَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ خَلْفَ الْإِمَامِ

---

[1] دارقطني (۳۱۷/۱/۱)، جزء القراءة بخاري، (ص: ٤٣)، كتاب القراءة بيهقي (ص: ۲۷)، مستدرك حاكم (۳٤٥/۱)، تحقیق الکلام (۱۰/۱)، تفسیر ستاری (۳٤٠/۱)، توضیح الکلام (٤٦٤/۱)

[2] مستدرك (۳٦٦/۱)، دارقطني (۳۲۲/۱)، تفسیر ستاری (۳٤۱/۱)، كتاب القراءة بيهقي (ص: ٦٩،) جزء القراءة (ص: ٤) توضیح الکلام (٤٨٣/۱) تحقیق الکلام (۱۰۲/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فَسَمِعْتُ أَنَّهُ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ" [1]

''میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پہلو میں امام کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے ظہر اور عصر میں انھیں قراءت کرتے ہوئے سنا۔''

(4) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا اثر:

''جزء القراءة'' امام بخاری، ''کتاب القراءة''، وسنن کبری بیہقی، مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ میں امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ خَلْفَ الْإِمَامِ" [2]

''میں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کرتے ہوئے سنا۔''

(5) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا اثر:

سنن ابن ماجہ اور ''کتاب القراءة'' وسنن کبریٰ بیہقی میں یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"كُنَّا نَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ خَلْفَ الْإِمَامِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ" [3]

---

(1) جزء القراءة (ص: ٤٤)، كتاب القراءة بيهقي (ص:٧١)، سنن كبرى (٢/٦٩) توضیح الکلام (٤٨٣/١)، تفسیر ستاری (١/٢٤٥)

(2) جزء القراءة (ص: ٤٥)، كتاب القراءة (ص: ٧٢)، مصنف عبد الرزاق، (١٣٠/٢) ابن أبي شيبه (٣٧٣/١) السنن الكبرى (٢/ ١٦٩)، تفسیر ستاری (٣٤٢/١)، توضیح الکلام (٤٩٣/١)

(3) ابن ماجه بحواله التوضيح (٥٠١/١)، سنن بيهقي (١٧٠/٢)، تحقیق (١٠٥/١)، كتاب القراءة (ص: ٧٤)، مصنف ابن أبي شيبه (٣٧٦٤/٣٧٤/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے۔''

6 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر:

''کتاب القراءۃ''، وسنن کبری بیہقی اور معانی الآثار طحاوی میں حضرت عیزار بن حریث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''اِقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ''[1]

''امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھو۔''

7 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر:

پانچ اسانید کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ وہ بھی وجوبِ قراءت کے قائل تھے، ان سے ''جزء القراءۃ'' امام بخاری اور ''کتاب القراءۃ''، وسنن کبری بیہقی میں ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکہ مکرمہ میں دریافت کیا کہ میں نماز میں قراءت کروں؟ تو انھوں نے فرمایا:

''إِنِّي لَأَسْتَحِي مِنْ رَبِّ هَذَا الْبَيْتِ أَنْ أُصَلِّيَ لَا أَقْرَأُ فِيهَا وَ لَوْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ''[2]

''میں ربِ کعبہ سے شرماتا ہوں کہ کوئی نماز پڑھوں اور اس میں سورت

---

[1] سنن بیهقي (۲/۱۶۹)، کتاب القراءة (ص: ۷۱)، کنز العمال (۴/۲۵۳)، طحاوي (۱/۱۲۱)، التوضیح (۱/۵۰۷)، تحقیق الکلام (۱/۱۰۶)، تفسیر ستاری (۱/۳۴۵)، مصنف ابن أبي شیبه (۱/۳۷۵/۳۷۷۳)، الکواکب الدریه (ص: ۷۰، ۷۱)

[2] کتاب القراءة (ص: ۷۳، ۱۴۱)، جزء القراءة (ص: ۴۰۲)، سنن بیهقي (۲/۱۶۱)، تفسیر ستاری (۱/۳۴۱)، تحقیق (۱/۱۰۲)، توضیح (۱/۵۲۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ بھی نہ پڑھوں۔‘‘

8 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر:

صحیح مسلم، ابو داود و ترمذی، ابن ماجہ، موطا امام مالک اور دیگر کتبِ حدیث کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ خداج پہلے بالتفصیل ذکر کی جا چکی ہے، اس مرفوع حدیث ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر بھی ہے، چنانچہ اس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کریں؟ انھوں نے فرمایا:

’’اِقْرَأْ بِهَا يَا فَارِسِيُّ فِيْ نَفْسِكَ‘‘ [1]

’’اے فارسی! اسے آہستگی سے پڑھ لو۔‘‘

9 حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا اثر:

’’کتاب القراءۃ‘‘ اور سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

’’سَمِعْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَقُلْتُ لَهُ: تَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ فَقَالَ عُبَادَةُ: لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ‘‘ [2]

’’میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو امام کے پیچھے قراءت کرتے ہوئے سُنا تو پوچھا: کیا آپ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں؟ توانھوں نے فرمایا: قراءت کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔‘‘

---

[1] تخریج گزر گئی ہے۔

[2] سنن بیهقي (۲/۱۶۸)، کتاب القراءة (ص: ۷۰، ۷۱)، تفسیر ستاری (۱/۳۴۴)، توضیح (۱/۵۱۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(10) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر:

امام بیہقی نے "کتاب القراءۃ" اور سنن کبریٰ میں حضرت ابو ہریرہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دونوں ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور کچھ قرآن پڑھنے کا حکم فرماتے تھے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر تو آپ پڑھ چکے ہیں، جب کہ "جزء القراءۃ" میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كَانَتْ عَائِشَةُ رضي الله عنها تَأْمُرُ بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ"[2]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امام کے پیچھے (سورت فاتحہ) پڑھنے کا حکم دیا کرتی تھیں۔''

یہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار میں سے صرف صحیح اور بعض حسن درجے کی اسناد کے وہ آثار ہیں، جو مقتدی کے لیے بھی سورت فاتحہ کے ضروری ہونے کا پتا دیتے ہیں۔

آثارِ تابعین رحمہم اللہ کی رُو سے

مقتدی کے لیے وجوبِ فاتحہ کے قائلین کی طرف سے دیے جانے والے دلائل میں سے قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم پیش کیے جا چکے ہیں اور قرآن و سنت کے بعد آثارِ صحابہ و تابعین کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں رہ جاتی، لیکن مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے یہ بھی مفید ہوتے ہیں اور ان سے کم از کم فیض یافتگانِ علومِ نبوت

---

(1) سنن بيهقي (١٧١/٢)، كتاب القراءة

(2) جزء القراءة (ص: ٣٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تعامل کا پتا چل جاتا ہے اور آثارِ تابعین رحمہم اللہ سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ علومِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے وہ امین کس عمل پر کار بند تھے، اس لیے فریقِ اول کے علماء آثارِ تابعین بھی اپنی تائید میں ذکر کرتے ہیں مثلاً:

1 اثرِ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ:

آثارِ تابعین میں سے "کتاب القراءة" امام بخاری، "جزء القراءة" بیہقی اور مصنف عبد الرزاق میں حضرت ابن خثیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا:

"أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟"

"کیا میں امام کے پیچھے پڑھوں؟"

تو انھوں نے فرمایا:

"نَعَمْ وَ اِنْ سَمِعْتَ قِرَاءَتَه"[1]

"ہاں پڑھو، اگرچہ تم امام کی قراءت سن بھی رہے ہو۔"

یہ وہ تابعی اور عالم کبیر ہیں کہ اہلِ کوفہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فتویٰ پوچھنے جاتے تو وہ فرماتے:

"أَلَيْسَ فِيكُمْ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ؟"

"کیا تمھارے مابین سعید بن جبیر موجود نہیں؟"

2 اثرِ حضرت حماد رحمہ اللہ، اُستاذِ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ:

امام حماد بن ابو سلیمان رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استادِ گرامی ہیں، ان کے اثر

[1] جزء القراءة (ص: ٣٦)، كتاب القراءة بيهقي (ص: ٧٦)، مصنف عبد الرزاق (٢/١٣٤، ١٣٥)، تفسیر ستاری (١/٣٤٦)، توضیح (١/٥٣٠)، تحقیق (١/١٠٨)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو امام بخاری رحمہ اللہ نے "جزء القراءۃ" میں نقل کیا ہے، چنانچہ حنظلہ بن ابو مغیرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حماد رحمہ اللہ سے نمازِ ظہر اور عصر میں قراءت خلف الامام کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا:

"كَانَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَقْرَأُ"

"حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ قراءت کرتے تھے۔"

میں نے پوچھا: آپ کو کیا پسند ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

"اَنْ تَقْرَأَ" (1)

"یہ کہ تم قراءت کرو۔"

3 اثرِ امام مکحول رحمہ اللہ:

سنن ابی داود اور "کتاب القراءۃ" وسنن کبری بیہقی میں سعید بن عبد العزیز ابن جابر اور عبد اللہ بن علاء رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مکحول رحمہ اللہ نمازِ مغرب، عشا اور نمازِ فجر کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ آہستگی سے پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

"اِقْرَأْ بِهَا فِيْمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ إِذَا قَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسَكَتَ سِرًّا فَإِنْ لَّمْ يَسْكُتْ اِقْرَأْ بِهَا قَبْلَهٗ وَمَعَه وَبَعْدَهٗ لَا تَتْرُكْهَا عَلٰى كُلِّ حَالٍ" (2)

"جس نماز میں امام جہری قراءت کر رہا ہو اور جب وہ سکتہ و وقفہ کرے تو تم بھی سورت فاتحہ پڑھا کرو اور اگر وہ سکتہ نہ کرے تو اس سے پہلے، اس کے ساتھ یا اس کے بعد کہیں بھی پڑھ لو، کسی بھی صورت میں چھوڑنی نہیں۔"

---

(1) جزء القراءۃ (ص:۳۵)

(2) أبو داود (۳/۴۸)، سنن بیھقي (۲/۱۷۱)، توضیح (۱/۵۳۷)، کتاب القراءۃ (ص:۷۷) تفسیر ستاری (۱/۳۴۷)، تحقیق الکلام.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 اثرِ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ:

جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا اثر یا فتویٰ ''کتاب القراءۃ'' سنن کبریٰ بیہقی، مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''اَقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ (فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ) بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِيْ نَفْسِيْ''[1]

''آہستگی سے امام کے پیچھے ہر نماز (کی ہر رکعت) میں سورت فاتحہ پڑھتا ہوں۔''

5 اثرِ حضرت عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ:

حضرت عروۃ بن زبیر رحمہ اللہ سے تین مختلف سندوں سے ایک اثر موطا امام مالک، مصنف عبدالرزاق، ''جزء القراءۃ'' امام بخاری اور ''کتاب القراءۃ'' بیہقی میں ہے۔ موطا امام مالک میں ہے:

''كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ إِذَا لَمْ يَجْهَرْ فِيْهِ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ''[2]

''وہ سورت فاتحہ کی امام کے پیچھے بھی قراءت کرتے تھے، جب کہ امام کی قراءت سری ہوتی تھی۔''

جب کہ مصنف عبدالرزاق، ''جزء القراءۃ'' امام بخاری اور ''کتاب القراءۃ'' بیہقی کی اسناد سے وارد اس اثر سے جہری و سری تمام نمازوں میں سورت فاتحہ پڑھنے کا پتا چلتا ہے۔ امام کے سورت فاتحہ کے بعد والے سکتے میں یا آخری سکتے

---

1. کتاب القراءۃ (ص: ٤٨)، تفسیر ستاری (٣٤٨/١) مصنف عبد الرزاق (١٣٤/٢) ابن أبي شيبه (٣٧٣/١، ٣٧٤)، سنن الكبرى بيهقي (١٧١/٢)، تحقیق (١١٠/١)، نماز میں سورت فاتحہ (ص:١٠٥) توضیح الکلام (٥٣٨/١)
2. موطأ مع تنوير الحوالك (١٠٧/١/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یا قراءت کے درمیانی سکتات میں۔[1]

6 اثرِ امام مجاہد رحمہ اللہ:

"جزء القراءة" امام بخاری میں امام مجاہد رحمہ اللہ کا اثر مروی ہے جس میں ہے:

"إِذَا لَمْ يَقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ أَعَادَ الصَّلَاةَ"[2]

"جب کوئی شخص امام کے پیچھے سورت فاتحہ کی قراءت نہ کر سکے تو وہ نماز کو دہرائے (یعنی دوبارہ پڑھے)۔"

تھوڑا آگے چل کر امام بخاری رحمہ اللہ ان سے روایت کرتے ہیں:

"إِذَا نَسِيَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ لَا يُعْتَدُّ تِلْكَ الرَّكْعَةِ"[3]

"جس رکعت میں مقتدی سورت فاتحہ بھول جائے تو اسے وہ رکعت شمار نہیں کرنی چاہیے۔"

7 اثرِ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

"جزء القراءة" امام بخاری اور "کتاب القراءة" "سنن کبریٰ بیہقی میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كَانَ رِجَالٌ أَئِمَّةٌ يَقْرَءُونَ خَلْفَ الْإِمَامِ"[4]

"ائمہ کرام اپنے امام کے پیچھے بھی قراءت کرتے تھے۔"

جب کہ موطا امام مالک میں ہے:

"كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا يَجْهَرُ فِيهِ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ"[5]

---

1. عبد الرزاق (٣٤/٢) كتاب القراءة إمام بيهقي (ص: ٧٧)
2. كتاب القراءة (ص: ٧٨) جزء القراءة (ص: ٤٥)
3. جزء القراءة (ص: ٤٥)
4. كتاب القراءة (ص:٧٧) جزء القراءة (ص: ٣٤) سنن الكبرى (١٦١/٢) توضيح (٥٤٦/١)
5. موطأ مع تنوير الحوالك (١٠٧/١/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’جس نماز میں امام جہری قراءت نہیں کرتا تھا، اس میں وہ امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔‘‘

8 اثرِ امام زہری رحمہ اللہ:

مصنف عبدالرزاق میں امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے:

’’يَقْرَأُ وَرَاءَ الْإِمَامِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ أُخْرَىٰ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ‘‘[1]

’’وہ نمازِ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ اور کوئی سورت بھی پڑھتے تھے۔‘‘

9 اثرِ امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ:

’’جزء القراءۃ‘‘ امام بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’يَقْرَأُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهٗ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ‘‘[2]

’’ظہر اور عصر کی نماز میں امام و مقتدی سبھی سورت فاتحہ پڑھیں۔‘‘

10 اثرِ امام اوزاعی رحمہ اللہ:

’’جزء القراءۃ‘‘ امام بیہقی میں امام اوزاعی رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

’’يَحِقُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يَسْكُتَ سَكْتَةً بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى بَعْدَ اِسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ، وَ سَكْتَةً بَعْدَ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ لِيَقْرَأَ مَنْ خَلْفَهٗ

---

[1] عبد الرزاق (۱۳۲/۲)

[2] كتاب القراءة للبخاري (ص: ١٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا قَرَأَ بِهَا، وَأَسْرِعِ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ اسْتَمِعْ"①

"نماز شروع کرتے وقتِ تکبیرِ تحریمہ کے بعد امام کو سکتہ کرنا (تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہونا) چاہیے، تاکہ ثنا پڑھی جا سکے اور قراءت فاتحہ کے بعد بھی امام پر سکتہ کرنا لازم ہے، تاکہ مقتدی سورت فاتحہ پڑھ سکیں، ہاں جب امام کے ساتھ اس طرح سورت فاتحہ پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر امام کی قراءت کے ساتھ ساتھ ہی مگر اس سے تیزی کے ساتھ پڑھ کر مکمل کر لے اور پھر سنے۔"

⑪ اثرِ امام عطاء رحمہ اللہ (استادِ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ):

"جزء القراءۃ" امام بخاری، "کتاب القراءۃ" بیہقی اور مصنف عبدالرزاق میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے استادِ گرامی امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِذَا كَانَ الْإِمَامُ يَجْهَرُ فَلْيُبَادِرْ بِقِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ أَوْ لِيَقْرَأْ بَعْدَ مَا يَسْكُتُ، فَإِذَا قَرَأَ فَلْيُنْصِتْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ"②

"جب کہ امام جہری قراءت کر رہا ہو تو مقتدی بھی سورت فاتحہ جلدی جلدی پڑھ لے یا پھر امام کی قراءت کے بعد پڑھ لے اور اس کی قراءت کے وقت خاموش رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"

قراءتِ فاتحہ اور دو فریق:

سابقہ صفحات میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی

---

① کتاب القراءۃ (ص: ۷۸) معالم السنن (۱۷۸/۱) محلی ابن حزم (۲۳۹/۳/۲) شرح السنہ بغوی (۸۴/۳، ۸۵) توضیح (۵۵٦/۱)

② جزء القراءۃ (ص: ٦۹) عبد الرزاق (۱۳۳/۲) توضیح (۵۵۸/۱) تحقیق (۱۱۰/۱) تفسیر ستاری (۳٤۹/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بھی سورت فاتحہ کے ضروری ہونے کے سلسلے میں اہلِ علم کی مختلف آرا و مسالک ہیں۔ تین ائمہ و جمہور فقہا تو سورت فاتحہ کو مقتدی کے لیے بھی ضروری قرار دیتے ہیں، جب کہ اکثر احناف کا مسلک اس کے برعکس ہے، البتہ انھی میں سے کتنے ہی اہلِ تحقیق کا عمل اور فتویٰ یہی رہا ہے کہ مقتدی کو بھی سورت فاتحہ پڑھنی چاہیے، کیوں کہ بکثرت صحیح احادیث سے اِسی بات کا پتا چلتا ہے اور یہ سری و جہری نمازوں میں فرق کے قائل بھی نہیں۔ بعض علمائے احناف جہری میں تو نہیں، البتہ سری نمازوں میں مقتدی کے سورت فاتحہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے اور بعض کے نزدیک سری نمازوں میں تو مقتدی کے لیے قراءتِ فاتحہ میں کوئی ممانعت ہی نہیں بنتی، البتہ جو جہری قراءت والی نمازیں ہیں تو ان میں بھی وہ اجازت دیتے ہیں، لیکن تب جب وہ امام کے سکتات میں پڑھ لے جیسا کہ تفصیلات ذکر کی جاچکی ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ کے سری نمازوں میں قراءت کے قائل ہونے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اپنے سابقہ مسلک سے رجوع کر کے قائلِ قراءت ہو جانے کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے جس کا ثبوت بھی خود علمائے احناف میں سے امام شعرانی رحمہ اللہ کی کتاب "المیزان الکبریٰ" میں موجود ہے جس کی اصل نص پیش کرنا ابھی باقی ہے، جسے ہم اس موضوع کے آخر میں رجوع امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے زیرِ عنوان ذکر کرنے والے ہیں۔ ان شاء اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانعینِ قراءت کے دلائل

آیئے پہلے عام علمائے احناف، یعنی مانعینِ قراءت کے دلائل دیکھیں، چنانچہ اس سلسلے میں عرض ہے کہ مانعینِ قراءت نے بھی سورت فاتحہ کو مقتدی کے لیے واجب سمجھنے والوں کے دلائل کی طرح قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سے استدلال کیا ہے۔ ان پر فریقِ اول کی طرف سے بڑی سخت گرفت کی گئی ہے کہ یا تو کوئی دلیل مدعا میں صریح نہیں اگرچہ وہ صحیح تو ہے یا پھر صریح ہے تو وہ سند کے اعتبار سے صحیح نہیں، بلکہ اس قدر ضعیف و کمزور اسناد سے مروی ہے کہ اہلِ علم ایسی دلیل کو قابلِ حجت نہیں سمجھتے۔ اس بات کا صحیح اندازہ تو تفصیل ذکر کرنے سے ہوگا۔

اب ہم مانعینِ قراءت کی سب سے اہم دلیل اور فریقِ اول کی طرف سے ان کے طریقۂ استدلال پر وارد کیے گئے اعتراضات کا ذکر شروع کر رہے ہیں۔

مانعینِ قراءت کے قرآنی دلائل

مانعینِ قراءت کی پہلی دلیل سورت اعراف کی درج ذیل آیت ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

[الأعراف: ۲۰۴]

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے سنو اور چپ رہو، تاکہ تم پر اللہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت ہو۔“

اس آیت سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ یہاں دو امر مطلوب ہیں: ایک سننا اور دوسرا چپ رہنا، ان دونوں پر عمل کیا جائے گا اور ان دونوں میں سے سننا جہری قراءت والی نمازوں کے ساتھ خاص ہے۔ چپ رہنا اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور مطلق قراءت کے وقت چپ رہنا واجب ہوگا۔ یہ تو علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کی تقریرِ استدلال ہے، جب کہ عام علمائے احناف بھی اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں اور سری و جہری تمام نمازوں میں مقتدی کی قراءت کو ممنوع و منسوخ باور کرواتے ہیں اور فاتحہ خلف الامام کو واجب بنانے والی احادیث کو اس آیت کی معارض سمجھ کر انھیں نہیں مانتے۔

اس دلیل کا پہلا جواب:

قائلینِ وجوبِ فاتحہ کی طرف سے مانعین کی اس دلیل کے کئی جوابات دیے گئے ہیں، جن کا ہم اختصار کے ساتھ تذکرہ کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت سے استدلال کرنے اور اس کے نزول سے مقتدی کے لیے سری و جہری نمازوں میں قراءت کے منسوخ ہونے کی رائے رکھنے والے علمائے احناف میں سے ایک عالم نے اپنی ”کتاب الفرقان“ (ص: ۸۹، ۹۰) میں اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

> ”جو فریق اس کا مدعی ہو کہ اس آیت: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ سے جہری و سری نمازوں میں قراءتِ مقتدی منسوخ ہوئی ہے، اس کے ذمے یہ امر لازم ہے کہ پہلے اس کا ثبوت پیش کرے کہ بوقتِ نزولِ آیت ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ پانچوں نمازیں فرض ہو چکی تھیں، نیز ان میں سری و جہری کی تفریق ہو چکی تھی اور اس وقت مقتدی لوگ جہری نماز میں جہراً اور سری نماز میں سراً پڑھتے تھے، کیوں کہ امرِ منسوخ کے لیے پہلے سے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راجح ہونا ضروری ہے اور ناسخ کے لیے مؤخر ہونا لازمی ہے، سو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کون سی احادیثِ مرفوعہ یا آثارِ مقبولہ ہیں، جن سے پتا چلے کہ یہ آیت پانچ نمازیں فرض ہونے کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو آیتِ مذکورہ کو ناسخِ قراءتِ مقتدی، خواہ جہراً ہو یا سراً، قرار دے سکتے ہیں۔ پھر بھی ﴿ اَنْصِتُوْا ﴾ سے مقتدی کی سری قراءت کا منسوخ ہونا محلِ تامل رہے گا، مگر جہاں تک تلاش کیا گیا، اس آیت کا نزول افتراضِ صلاۃِ خمسہ کے بعد نہیں ہوا، بلکہ اس سے قبل نازل ہونا بقرائن و شواہد (مذکورہ سابقہ) ثابت ہوتا ہے تو پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت مقتدی کی سری قراءت کے لیے بھی ناسخ ہے، کیا مقدم النزول آیت کسی حکم مؤخر الافتراض کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے؟ کوئی منصف فہیم اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔''

آگے الفرقان کے حنفی مؤلف لکھتے ہیں:

''سخت تعجب ہے کہ بہت سے اکابر علمائے (احناف) جو علومِ دینیہ میں بحرِ زخار تھے، کیوں اس امر کے پیچھے پڑے کہ اس آیت سے نماز جہری میں قراءت منسوخ ہوئی اور اسی آیت سے سری میں پہلی کا نسخ ﴿ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ﴾ سے اور ثانی کا نسخ ﴿ اَنْصِتُوْا ﴾ سے ہے، پھر اس دعوے کے ثبوت میں مناسباتِ عقلیہ اور اوضاع لغویہ سے کام لیا گیا جو اکثر مخدوش ہیں۔ اس لیے فریقِ دوم (قائلینِ وجوبِ فاتحہ خلف الامام) کی طرف سے اس پر نقوض و معارضات کا ایک سیلاب بندھ گیا۔''[1]

یہ علمائے احناف میں سے ایک فاضل کا اعتراف ہے جو مزید کسی تبصرے کا

---

[1] الفرقان (ص: ۸۹، ۹۰) بحوالہ تحقیق الکلام (۲/ ۲۸۔۲۹) تفسیر ستاری (۱/ ۳۶۲۔۳۶۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محتاج نہیں ہے۔ البتہ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح موصوف نے سری نمازوں میں مقتدی کی قراءت کے منسوخ ہونے کو نہیں مانا، اسی طرح انھوں نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر (98) پر ایک قاعدہ لکھا ہے، جس کی رو سے جہری نماز میں بھی قراءتِ مقتدی کے نسخ کا ثبوت نہیں ملتا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''اگر پہلے سے ایک خاص امر سے کوئی کام کوئی حکم مثل حلت و حرمت کے شرع میں آچکا ہو، پھر ایک اور امر عام کے متعلق جو لفت پہلی خاص سے، کو شامل ہو، کوئی حکم پہلے حکم کے مخالف وارد ہو تو اس عام کے حکم سے وہ شے خارج رہے گی اور وہ عام اس خاص کے متساوی نہ ہوگا۔''[1]

پھر آگے اس کی کئی مثالیں لکھی ہیں۔ صفحہ نمبر (100) پر ایک مثال یوں بیان کی ہے کہ مثلاً یہ بات ابتدائے اسلام سے متعین ہے کہ کفار و مشرکین پر جنت حرام ہے۔ اس کے بعد ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ»

''جس نے اللہ کی راہ میں ایک جوڑا خرچ کیا، اسے جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے بلایا جائے گا۔''

اس حدیث میں لفظ ''مَنْ'' (جس نے بھی) عام ہے، سو کون بیوقوف کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث میں کفار و مشرکین بھی داخل ہیں۔ یہ ہے موصوف کا بیان کردہ قاعدہ اور ان کے اس قاعدے کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ سے جہری نماز میں بھی قراءتِ مقتدی کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔[2]

---

[1] أیضاً (ص: ۹۸).

[2] بحوالہ تحقیق الکلام (۲/ ۳۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر مستزاد یہ کہ سورت اعراف کی آیت تو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی، جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل بغوی، روح المعانی آلوسی، الاتقان فی علوم القرآن سیوطی اور دوسری کتبِ تفسیر سے پتا چلتا ہے، جب کہ مقتدی و غیر مقتدی کے لیے قراءۃ الفاتحہ کا حکم نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ میں صادر فرمایا تھا اور اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انھوں نے یہ حکم سنا اور آگے پہنچایا، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب کے حوالے سے ان کی بیان کردہ حدیث ذکر کی جا چکی ہے۔

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود اس نماز میں موجود تھے، جس کے بعد آپ ﷺ نے یہ حکم فرمایا تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس حکم کا صدور ہجرتِ مدینہ کے بعد کا ہے، کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تو قبولِ اسلام ہی ہجرت کے کئی سال بعد کا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''التلخیص الحبیر'' میں لکھا ہے، چنانچہ وہ امام رافعی کے کلمات یا قول: ''كَانَ إِسْلَامُ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ بَعْدَ الْهِجْرَةِ بِسَنِيْنَ''

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہجرت کے کئی سال بعد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔''

اس کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''هُوَ كَمَا قَالَ، فَإِنَّهُ أَسْلَمَ عَامَ خَيْبَرَ بِلَا خِلَافٍ''[1]

''ان کا یہ کہنا بجا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بلا اختلاف فتحِ خیبر کے سال مسلمان ہوئے تھے۔''

تمام فتوحات کا زمانہ نبیِ اکرم ﷺ کی مدنی حیاتِ طیبہ کا زمانہ ہے اور فتحِ خیبر

---

[1] التلخیص.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا واقعہ سنہ سات ہجری میں پیش آیا تھا۔[1]

ایسے ہی مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کو ضروری قرار دینے والی حدیث کے دوسرے راوی حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ انصاری ہیں تو ضرور انھوں نے یہ حکم ہجرت کے بعد ہی سنا ہوگا۔

اگر بیعتِ عقبہ اولیٰ سنہ بارہ نبوت اور بیعتِ عقبہ ثانیہ سنہ تیرہ نبوت میں، یعنی ہجرت سے ایک دو سال پہلے سنا ہو، کیوں کہ وہ ان دونوں موقعوں پر موجود تھے، تب بھی ان کا یہ حکم سننا آیت: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ کے نزول کے بہت بعد کی بات ہے، کیوں کہ نبوت کے دسویں سال میں نازل ہونے والی سورت ﴿قُلْ اُوْحِيَ﴾ سے بھی پہلے سورۃ الاعراف نازل ہوئی تھی، جس میں یہ آیت ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ کی مرویات علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الإتقان في علوم القرآن'' میں نقل کی ہیں، جن میں سورت اعراف کو مکی ثابت کیا ہے اور یہی بات سبھی مفسرین کے یہاں متفق علیہ ہے۔ کسی نے بھی اس سورت کو مدنی نہیں کہا اور اس سلسلے میں جو بعض مرفوع یا موقوف روایات مروی ہیں جو اس آیت کے مدنی ہونے کا اشارہ دیتی ہیں وہ ضعیف ہیں۔[2]

المختصر ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ کے حکم والی آیت پہلے کی نازل شدہ ہے اور وجوبِ فاتحہ والی احادیث بعد کی ہیں اور کوئی مقدم النزول آیت کسی مؤخر الصدور حکم کی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے؟[3]

---

[1] البداية والنهاية لابن كثير (١٨١/٤/٢)

[2] الإتقان للسيوطي.

[3] للتفصيل: تحقیق الکلام (٢/ ٢٨_٣٩)، توضیح الکلام (٢/ ٢٢٧_٢٤٥)، تفسیر ستاری (١/ ٣٦_٣٦٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جواب:

اس آیت سے مانعین کے استدلال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اصولِ فقہ حنفی کی کتب میں لکھا ہے کہ دو آیتیں ایک دوسرے کے معارض ہوں تو وہ ساقط الاحتجاج ہو جاتی ہیں اور ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ کو سورت مزمل کی آیت نمبر (20) کے الفاظ ﴿ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ کے معارض قرار دیا ہے، جیسا کہ نور الانوار (صفحہ: 191) میں ملا جیون نے اور توضیح تلویح کے "باب المعارضة و الترجيح" (صفحہ: 415) میں علامہ تفتازانی نے تفصیل ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ جب ان دونوں آیتوں میں باہم تعارض ہے اور یہ ساقط الاحتجاج و الاعتبار ہیں تو اب اس کے سوا چارہ ہی نہیں کہ اس کے بعد والے مصدر، یعنی سنت الرسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔[1]

آپ کو یہ بات صرف انھی دو کتابوں میں نہیں، بلکہ علمائے احناف میں سے علامہ عبدالعزیز بن احمد البخاری کی کتاب "كشف الأسرار شرح أصول البزودي" میں اور کشف الاسرار کے حوالے سے اصولِ شاشی کی شرح اصول الحواشی میں اور مولانا عبد الحق کی نامی شرح حسامی میں بھی ملے گی کہ انھوں نے بھی اس معارضہ کا ذکر کیا ہے۔[2]

جب اس اصولِ معارضہ کی رو سے علمائے احناف کے نزدیک یہ دونوں آیتیں ہی ساقط الاحتجاج ہیں تو پھر اس آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ سے استدلال کیونکر کیا جاتا ہے؟ سیدھے حدیث یا سنت کی طرف رجوع کیوں نہیں کیا جاتا؟

---

1. مختصراً از تحقیق الکلام (۲/۴۲، ۴۷)، تفسیر ستاری (۱/۳۶۳)، توضیح الکلام (۲/۱۸۵، ۱۹۰)
2. توضیح (۲/۱۸۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ حدیث وسنت سے مراد صرف وہی احادیث ہو سکتی ہیں جو سند ومتن کے اعتبار سے صحیح یا کم از کم حسن درجے کی ہوں، ضعیف روایات تو لائقِ استدلال ہی نہیں ہوتیں اور صحیح وحسن درجے کی احادیث وآثار فریقِ اول کے دلائل کے ضمن میں ذکر کی جا چکی ہیں، جن کی رو سے امام کی طرح مقتدی کے لیے بھی سورت فاتحہ ضروری ہے، چاہے وہ سکتات ہی میں کیوں نہ ہو۔

تیسرا جواب:

قرآن کی آیت: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ سے استدلال کرتے ہوئے مانعینِ قراءتِ فاتحہ جو یہ کہتے ہیں کہ وجوبِ قراءت کا پتا دینے والی احادیث اس آیت کی معارض ہیں، لہٰذا ہم انھیں نہیں مانتے۔

فریقِ اول اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ اول تو یہ آیت ہی اصولِ فقہ کی بعض کتب میں مذکور اصول کی رو سے محکم نہیں، بلکہ آیتِ سورت مزمل کے معارض ہونے کی وجہ سے ہر دو ہی ساقط الاحتجاج ہیں تو پھر احادیثِ وجوب اس آیت کی معارض کیسے ہوئیں؟ معارضہ تو تب ہوتا ہے جب یہ آیت خود محکم رہتی، جب کہ یہاں تو اس کے منسوخ ہونے کا احتمال پیدا ہوگیا ہے، جیسا کہ کچھ تفصیل ذکر کی گئی ہے۔[1]

اس آیت کو قطعی طور پر محکم ماننے کی صورت میں بھی حال یہ ہے کہ وجوبِ قراءتِ فاتحہ کی احادیث اس آیت کی معارض نہیں بنتیں، بلکہ اس آیت میں وارد عام حکم سے سورت فاتحہ کو مخصوص کرنے والی ہیں۔ قرآن میں وارد کسی عام حکم میں سے حدیث کے ساتھ کسی جزو کو خاص کرنا جائز ہے، جسے تخصیص الکتاب بالسنہ کہا جاتا ہے اور بالخصوص اگر کوئی متواتر حدیث ہو تو اس سے بلا اختلاف زیادت علٰی کتاب اللہ

[1] دیکھیں: تحقیق الکلام (۲/۳۹۔۴۳) وتوضیح ایضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے جس میں تقییدِ مطلق اور تخصیصِ عام بھی شامل ہے۔

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ”غيث الغمام حاشيه إمام الكلام“ میں لکھتے ہیں:

”ابن حاجب نے مختصر الاصول میں اور عضد نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ خبرِ متواتر سے قرآن کے عموم کی تخصیص جائز ہے، جب کہ خبرِ واحد کے سلسلے میں بھی چاروں ائمہ کا کہنا ہے کہ اس سے بھی تخصیص جائز ہے۔“ [1]

علمائے احناف قرآن میں وارد عموم کی تخصیص خبرِ واحد سے جائز قرار نہیں دیتے، البتہ اتنا تو ان کے یہاں بھی مسلّم ہے کہ جب عام کی تخصیص ثابت ہو جائے تو عام قطعی نہیں رہتا۔ [2]

امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

”اس بات پر تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ خبرِ واحد سے عمومِ قرآن کی تخصیص جائز ہے اور آیت: ﴿وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ کا عموم مقتدی پر سکوت واجب قرار دیتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ ”فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی“ اس عام حکم سے خاص ہے، لہٰذا لامحالہ اس عام آیت کو حدیث سے خاص کیا جائے گا۔ یہی بات علامہ نیشا پوری اور علامہ شربینی کی ”السراج المنیر“ (۱/۵۵۱) میں بھی کہی گئی ہے۔“ [3]

[1] غيث الغمام (ص: ۲۰۵، ۲۷۷) بحوالہ تحقیق الکلام (۲/۵۹)، توضیح الکلام (۲/۱۱۸-۱۲۰)

[2] غيث الغمام.

[3] تحقیق الکلام (۲/۵۹) خیر الکلام (ص: ۴۰۴-۴۰۶)، تفسیر ستاری (۱/۳۶۲)، توضیح الکلام (۲/۱۱۸-۱۱۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے فتوے میں لکھا ہے:

''آیت: ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کا حال یہ ہے کہ جب امام سورت فاتحہ کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھنے لگے تو مقتدی خاموش رہیں اور قراءت سنیں، کیوں کہ سورت فاتحہ جو ام الکتاب ہے، اس کا حکم صحیح احادیث کی بنا پر آیت کے عمومی حکم سے الگ ہے اور علمائے تحقیق و مفسرین نے اس بات میں بہت طولِ طویل گفتگو کی ہے۔''[1]

یہ بات پہلے بھی ذکر کی جا چکی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''جزء القراءۃ'' میں اُس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے جس میں مقتدی کے لیے بھی سورت فاتحہ کے ضروری ہونے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا سورت فاتحہ کا حکم مخصوص ہے عام قراءت کی نسبت جس کی ممانعت آیت میں وارد ہوئی ہے اور اگر اس حدیث کو خبرِ واحد ہی مانا جائے تب بھی ائمہ اربعہ کے نزدیک اس سے تخصیص جائز ہے اور خبرِ واحد سے قرآن پاک کے عمومی حکم کی تخصیص کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جن کی تفصیل سے ہم صرفِ نظر کر رہے ہیں۔

تفصیل مطلوب ہو تو قاضی ابو بکر ابن العربي کی ''أحکام القرآن'' (۲/۴۰۲_۴۰۵) سورت مائدہ کی آیت: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ﴾ [المائدۃ: ٦] کی تفسیر اور (۳/۵۸۰) پر، ایسے ہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مجموع الفتاوی (۲۳/۱۵٤) میں سورت انشقاق کی آیت: ﴿ فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ﴾ [الانشقاق: ۲۰، ۲۱] کی تفسیر اور ''توضیح الکلام'' (ج ۲، ص: ۱۲۱، ۱۲۲) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

[1] فتاوی اولیائے کرام (ص: ۳۳_۳٦) توضیح الکلام (۲/۱۱۹_۱۳۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب چور کا ہاتھ کاٹنے کے لیے دس درہم کا تعین اور تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنے کی تعیین و تخصیص فریقِ ثانی، یعنی مانعینِ قراءت ایسی احادیث سے کرتے ہیں جو محدثینِ کرام کے نزدیک ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہیں اور صحیح احادیث کی معارض و مخالف بھی ہیں اور اسی نوعیت کے بعض دوسرے مقامات پر بھی قرآن کے عموم کی تخصیص کرتے ہیں اور اسے جائز مانتے ہیں تو پھر آیت: ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ سے سورت فاتحہ کی تخصیص کرنے میں کیا امر مانع ہے؟ جب کہ اس کی تخصیص کے لیے متواتر حدیث موجود ہے۔[1]

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگرچہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت استماع و انصات کا حکم ہے، لیکن مقتدی کو حکم ہے کہ وہ سورت فاتحہ آہستگی سے پڑھ لے کہ اس کے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی اور پھر خاموشی اختیار کر لے۔

چوتھا جواب:

آیت: ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ سے استدلال کرنے والے مانعینِ قراءت کو قائلینِ وجوب کی طرف سے چوتھا جواب یہ دیا جاتا ہے کے اس آیت میں وارد حکمِ استماع و انصات، یعنی سننے اور خاموش رہنے کا یہ معنی یہ بھی ہرگز نہیں کہ مقتدی کے آہستگی کے ساتھ پڑھنے سے استماع و انصات ترک ہو جاتا ہے، بلکہ جب امام جہراً قراءت کرے اور مقتدی اس کے پیچھے آہستگی سے پڑھتا جائے تو اس میں بہت اچھی طرح استماع و انصات بھی پایا جائے گا اور قراءتِ فاتحہ پر بھی عمل ہو جائے گا۔

استماع و انصات کی لغوی تشریح بھی ایک طویل بحث ہے اور بالخصوص انصات کا معنی محض سکوت و خاموشی نہیں، بلکہ سکوت مع الاستماع اور عدمِ جہر بھی ہے،

[1] جزء القراءة (ص: ٢٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ امام رازی نے "تفسیر کبیر" (۳۱/٦) میں، "الصحاح" للجوهري (ص: ۲٦۸) میں، علامہ ابن المنظور کی "لسان العرب" (٤۰٤/٥) میں، علامہ زبیدی کی "تاج العروس شرح القاموس" (۵۹۱/۱) میں، "النهاية" لابن الاثیر (٦۲/٥) میں "مجمع البحار" (۱۳٥/۲) اور (۳٦۱/۳) میں اور "المنجد" (ص: ۲) میں لکھا ہے۔

ایسے ہی علامہ عینی کی "عمدة القاری شرح صحيح البخاري (۲۳۹/٦)، علامہ سہار نپوری کی "بذل المجهود شرح سنن أبي داود" (۱۸۹/۲) اور امام بیہقی کی "کتاب القراءۃ" (ص: ۹۰۔۹٤) مترجم اردو بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے "تحقيق الكلام" (۲/٥٤۔٥۷) پر اور مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے "توضيح الكلام" (۱۹۰/۲، ۲۱۷) پر اس موضوع کی بڑی تفصیل ذکر کر دی ہے اور علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ اور ان کے بعض ہم نواؤں نے جو انصات کا ایک نیا معنی لیا ہے کہ اس سے مراد مطلق سکوت ہے جو سری و جہری تمام نمازوں میں مقتدی کو شامل ہے تو اس کی تردید بھی کتاب القراءۃ بیہقی کے علاوہ مؤلفاتِ احناف، مثلاً: حاشیہ نسائی علامہ سندھی، نیز "المواهب اللطيفة" علامہ عابد سندھی، "غيث الغمام حاشية إمام الكلام" مولانا عبد الحی، "فصل الخطاب" اور "فيض الباري" علامہ انور شاہ کاشمیری، "التعليق الحسن حاشية آثار السنن" علامہ نیموی اور "معارف السنن" بنوری کے حوالوں اور اقتباسات سے کر دی ہے۔ اسی طرح علامہ نیموی کے فرزند مولانا عبد الرشید فوقانی "القول الحسن" میں اور علامہ لکھنوی کے شاگرد علامہ ابو الحسن محمد ملتانی نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تذكرة المنتهي فی إسكات المعتدي" میں بھی اس نئے اختراعی معنیٰ کو لینے کی غلط فہمی دور کر دی ہے، جیسا کہ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ اور مولانا اثری حفظہ اللہ نے تفصیلی اقتباسات بھی نقل کیے ہیں، جنھیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

غرض آیت: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کو اگر قراءت خلف الامام کے بارے ہی میں فرض کرلیں، تب بھی اس سے فریقِ ثانی کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ اس آیت سے زیادہ سے زیادہ صرف جہری قراءت والی نمازوں میں قراءت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، سری نمازوں میں اس سے ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور نہ ان مقتدیوں کے لیے ممانعت ثابت ہوسکتی ہے جو جہری قراءت والی نمازوں میں امام کے سکتات میں سورت فاتحہ پڑھتے ہیں، کیوں کہ انصات و استماع کی اس طرح ہرگز مخالفت نہیں ہوتی۔

پانچواں جواب:

کتبِ فقہ حنفیہ کی رو سے جمعے کے دن جب خطیب خطبہ دے رہا ہو تو تمام لوگوں کے لیے اس کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ اس کے ثبوت میں ایک تو یہی آیت: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ پیش کی جاتی ہے اور ایک حدیث ہے جس کے الفاظ صحیحین، سنن اربعہ، مسند احمد، موطا امام مالک اور بیہقی، دارمی نیز طیالسی میں معمولی تقدیم و تاخیر سے یہ ہیں:

«إِذَا قُلْتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِصَاحِبِكَ: أَنْصِتْ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ»[1]

"اگر جمعے کے دن دورانِ خطبہ تم نے اپنے ساتھی سے کہا کہ خاموش رہو

[1] صحیح الجامع (۱/۱/۲۶۳) و (۳/۵/۳۳۲) و الإرواء (۳/۸۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو تم نے لغو کام کا ارتکاب کیا۔"

اس کے باوجود فقہائے احناف نے لکھا ہے کہ جب امام یہ ارشادِ الٰہی پڑھے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی نبی پر درود و سلام پڑھو۔"

اس وقت سننے والوں کو نبیِ اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا چاہیے، یعنی "صلی الله علیه وسلم" یا "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ... الخ " یا درود و سلام کا کوئی بھی مسنون صیغہ پڑھنا چاہیے، لیکن وہ بلند آواز سے نہیں، بلکہ آہستگی سے ہو اور یہ محض فکر و خیال اور تدبر و تفکر سے بھی نہیں، بلکہ باقاعدہ زبان ہلا کر ہونا چاہیے، جسے سراً یا فی النفس قراءت کہا جاتا اور کہا گیا ہے جس کی تفصیل ہم کتبِ فقہ حنفیہ کے حوالے سے فریقِ اول کے دلائل میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے وضاحتی الفاظ: "اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ" کی شرح میں بیان کر چکے ہیں جس کے لیے شرح وقایہ، هداية،كفاية، رمز الحقائق شرح كنز الحقائق، فتح القدير، شرح هداية، بناية، مراقي الفلاح، كتاب القراءة بيهقي، شرح مسلم نووي اور تفسیر جلالین وغیرہ کے ذکر کیے گئے مقامات کی مراجعت کی جا سکتی ہے اور جب خطبہ جمعہ سننے والے کے بارے میں کتبِ فقہ حنفیہ میں لکھا ہے:

"وہ دو امر کا پابند ہے: سننے اور خاموش رہنے کا اور بوقتِ سماعت ﴿ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ درود و سلام پڑھنے کا۔ اور جب سامعین آہستگی سے درود و سلام پڑھیں گے تو خطبہ سننے میں کچھ خلل بھی واقع نہیں ہو گا اور دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکموں کی تعمیل بھی ہو جائے گی، خطبہ بھی سننا اور درود و سلام بھی پڑھنا۔''

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ مقتدی بھی دو ہی اوامر کا پابند ہے: ایک تو بحکمِ آیت: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ خاموش رہ کر قرآن سننا اور دوسرا بحکمِ احادیثِ قراءتِ خلف الامام «لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَاِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا» وغیرہا اس کو امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا چاہیے۔

اب اگر مقتدی بلند آواز سے پڑھے گا تو امام کی آواز سننے میں خلل واقع ہوگا اور ان دونوں حکموں کی بیک وقت تعمیل ناممکن ہوگی اور اگر مقتدی امام کے پیچھے آہستگی سے پڑھے گا تو امام کی قراءت سننے میں کوئی تشویش و خلل نہیں آئے گا اور ان دونوں حکموں کی تعمیل بھی احسن طریقے سے ہو جائے گی۔

اس طرح خطبہ جمعہ کے دوران میں درود و سلام پڑھنے کا معاملہ اور امام کی قراءت کے دوران مقتدی کے سورت فاتحہ پڑھنے کا معاملہ ایک جیسا ہی ہے۔ جب فریقِ ثانی کے علما وہاں اجازت دیتے ہیں، بلکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بقول ''فَكَانَ إِحْرَازاً لِلْفَضِيلَتَيْنِ'' والا معاملہ ہے کہ آہستہ درود وسلام پڑھنے سے دونوں فضیلتیں (خطبہ سننا اور درود و سلام) حاصل ہوں گی تو پھر آہستہ سورت فاتحہ پڑھنے سے بھی دونوں فضیلتیں حاصل ہوں گی، لہٰذا آیت: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کی رو سے زیادہ بلند آواز کے ساتھ مقتدی کے فاتحہ پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوسکتی ہے، آہستگی سے پڑھنے کی ہرگز نہیں۔[1]

چھٹا جواب:

اس آیت سے استدلال کا چھٹا جواب یہ بھی دیا گیا ہے، جسے الزامی جواب

[1] تحقیق (۲/۴۸۔۵۰) توضیح (۲/۱۵۶۔۱۶۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کہہ سکتے ہیں:

① فجر کی جماعت کھڑی ہونے کی حالت میں اور امام کی قراءت جہری کے وقت صف کے پیچھے سنتیں پڑھنا مانعینِ قراءتِ فاتحہ کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ رد المحتار اور مبسوط سرخسي وغیرہ میں لکھا ہے۔[1]

یہ تو روز مرہ کے مشاہدے میں آنے والی چیز بھی ہے، جب باوجود ممانعتِ شرعیہ کے (جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں) فجر کی جماعت کے دوران اور امام کی جہری قراءت کے وقت صفوں کے پیچھے فجر کی دو سنتیں پڑھنے کی اجازت دی جاتی ہے اور ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ سے یہ کام ممنوع نہیں کیا جاتا تو پھر مقتدی کے لیے سورت فاتحہ اور وہ بھی آہستگی سے پڑھنا کیوں ممنوع ہو گیا؟

② ایسے ہی فریقِ ثانی مانعینِ قراءتِ فاتحہ میں سے بعض کے نزدیک صرف سری نمازوں میں اور بعض کے نزدیک سری و جہری ہر نماز میں امام کی قراءت کے دوران ہی دعائے استفتاح یا ثنا: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ... الخ » پڑھنا جائز ہے[2]

جب آیت: ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کی رو سے ثنا ممنوع نہیں جو فرض و واجب بھی نہیں تو سورت فاتحہ کو کیوں ممنوع قرار دیا جائے جس کے بغیر نماز ہی نہ ہونے کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔

③ اسی طرح "رد المحتار" میں لکھا ہے:

"کسی کو خطبہ جمعہ کے دوران میں یاد آجائے کہ اس نے ابھی فجر کی نماز

---

① المبسوط (۲۷۱/۱) بحوالہ توضیح (۱۵۶/۲۔۱۶۱)

② منية المصلي (ص: ۸۶) بحوالہ توضیح (۱۵۱/۲) عالمگیري (۹۱/۱) السعایه (۱۶۰/۲) بحواله سابقه أیضاً (ص: ۱۵٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں پڑھی تو احناف کے نزدیک اُسی وقت اسے نمازِ فجر پڑھنی چاہیے اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ تو اس سلسلے میں اور بھی سخت تر تھے، وہ کہتے ہیں کہ اگر نمازِ جمعہ شروع ہو، تب بھی پہلے وہ فجر پڑھے اور اگر نمازِ جمعہ فوت ہو گئی تو وہ ظہر پڑھے گا، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نہیں، پہلے وہ نمازِ جمعہ پڑھ لے اور پھر نمازِ فجر قضا کرے۔ یہ بات فتاویٰ تاتارخانیہ کے حوالے سے "رد المحتار" میں نقل کی گئی ہے۔[1]

گویا فریقِ ثانی کے نزدیک خطبہ جمعہ کے دوران اور شیخین کے نزدیک تو نمازِ جمعہ کے دوران بھی فجر کی قضا کرنا جائز ہے اور آیت: ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کے باوجود یہاں استثنا کیا گیا ہے اور دورانِ خطبہ یا دورانِ نمازِ جمعہ، نمازِ فجر پڑھنے کی ممانعت نہیں کی گئی تو پھر دورانِ قراءتِ امام مقتدی کا سورت فاتحہ پڑھنا کیوں ممنوع ہو گیا؟

اس سلسلے میں جو جواب مانعینِ قراءت دیں گے، وہی جواب قائلینِ وجوب کا بھی ہو سکتا ہے، اور قراءتِ فاتحہ کا وجوب پھر اپنی جگہ رہے گا۔[2]

4 فریقِ ثانی کے یہاں ایک چوتھی چیز بھی اس آیت کے حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس کے بغیر چارہ بھی نہیں، یعنی جب امام قراءت شروع کر چکا ہو اور کوئی شخص آکر جماعت سے ملے تو ثنا و استفتاح، یعنی «سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ» سے بھی قبل دورانِ قراءت ہی وہ لامحالہ تکبیرِ تحریمہ، یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز میں شامل ہو گا، اگر اس آیت میں عموم ہے اور کسی چیز کا استثنا نہیں تو پھر یہ تکبیر کہنا بھی استماع و انصات کے خلاف ہونا چاہیے، لیکن اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

---

[1] عالمگیری و رد المحتار

[2] للتفصيل: تحقیق (٢/ ٤٥٠، ٤٥٢)، توضیح (٢/ ١١٣، ١٥١، ١٥٤، ١٥٦) تفسیر ستاری (١/ ٣٦٣، ٣٦٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ فریقِ ثانی کے نزدیک تو تکبیرِ تحریمہ نماز کی شرط ہے اور وہ آیت کے عموم سے خارج ہے، اِس کا جواب یہ ہے:

5 تکبیرِ تحریمہ شرط سہی، نمازِ عیدین کی تکبیراتِ زوائد جو تکبیرِ تحریمہ یا تکبیرِ انتقال کے بعد کہی جاتی ہیں، وہ تو شرط نہیں ہیں، پھر دورانِ قراءت وہ تکبیریں کہنے کی اجازت کس بنیاد پر دی گئی ہے؟

فتاویٰ عالمگیری میں امام محمد رحمہ اللہ کی السیر الکبیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر آدمی نمازِ عید میں امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شامل ہو اور امام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات کے مطابق تکبیرتِ زوائد کہہ چکا ہو اور قراءت کر رہا ہو اور یہ آدمی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق شرط یا وجوبِ تکبیر کا قائل ہو تو وہ اپنے مسلک کے مطابق امام کی قراءت کے وقت تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں امام کی متابعت کرے۔[1] ایسے ہی علامہ ابن نجیم نے ”البحر الرائق“ میں لکھا ہے۔[2]

”رد المحتار المعروف فتاویٰ شامي“ میں علامہ ابن عابدین شامی نے بھی اس مسئلے کی تفصیل ذکر کی ہے۔[3]

جب دورانِ قراءت مقتدی کو عیدین کی اضافی تکبیریں کہہ لینے کی اجازت دی جاتی ہے تو سورت فاتحہ پڑھنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟

6 ایسی ہی استثنائی صورتوں میں اسے ایک چھٹی چیز امام کو لقمہ دینا بھی ہے کہ اگر دورانِ قراءت امام سے کوئی بھول ہونے لگے اور وہ قرآن پڑھنے میں غلطی کرے تو مقتدی کے لیے بالاتفاق جائز ہے کہ وہ امام کو لقمہ دے اور اس کی

---

1 فتاوی عالمگیري (١/٢٤٠)

2 البحر (٢/١٧٤) بحوالہ توضیح (٢/١٥٥)

3 رد المحتار (٢/١٧٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہنمائی کرے۔ فریقِ ثانی کا بھی صحیح قول یہی ہے کہ لقمہ دینا جائز ہے، چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی ''بہشتی زیور'' میں لکھتے ہیں:

''صحیح ہے کہ اگر مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ امام بقدرِ ضرورت قراءت کر چکا ہو یا نہیں، قدرِ ضرورت سے مقدار قراءت کی مقصود ہے جو مسنون ہے۔''[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''جزء القراءۃ'' میں امام کو لقمہ دینے کے جواز سے مانعینِ قراءت پر نقض وارد کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''سلیمان بن حرب رحمہ اللہ نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ والی حدیث سے قراءت کرنے پر استدلال کیا ہے، جس میں امام کو لقمہ دینے کا ذکر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے امام کو لقمہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔''[2]

لقمہ دینے کے جواز پر فریقِ ثانی کا عمل مشاہدے میں آتے رہنے والی چیز ہے، خصوصاً نمازِ تراویح میں، لہٰذا اگر استماع و انصات کو علی الاطلاق واجب قرار دیا جائے تو لقمہ دینے کا جواز کہاں سے نکلے گا؟ جس طرح مطلق و عام حکم سے بعض احادیث کی بنا پر لقمہ دینے کو ایک الگ صورت مانا گیا ہے، بالکل اسی طرح مقتدی کے سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم بھی بخاری و مسلم اور دوسری کتب کی صحیح احادیث کی رو سے اس آیت کے حکم سے الگ ہے۔[3]

7 نیت کے مسائل پر مشتمل ہماری کتاب سے متعلق ہمارے مطبوعہ رسالہ میں تفصیل کے ساتھ یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ اس کا اصل مقام دل ہے اور

---

1 ''بہشتی زیور'' (ص: 995)

2 جزء القراءۃ مع اردو مترجم (ص: ۹۹)

3 للتفصیل: توضیح الکلام (۲/۱۵۴، ۱۵۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل سے قصد و ارادہ ہی نیت ہے، اس کے لیے زبان سے الفاظ ادا کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، لہٰذا ثابت حد تک رہنے ہی میں برکت ہے، لیکن فریقِ ثانی کے افراد نیت کا تلفظ بھی کرتے ہیں اور امام کی قراءت کے دوران ہی میں وہ جب جماعت سے مل کر نمازِ عشا پڑھنے لگتے ہیں تو یوں کہتے ہیں:

''چار رکعت نمازِ فرض، اللہ تعالیٰ کے لیے، پیچھے اس امام کے، منہ قبلہ شریف کی طرف، اللہ اکبر۔''

اب ان الفاظ سے آخری دو لفظ بمعنی تکبیرِ تحریمہ کو شرط مان کر اگر الگ کیا جائے تو باقی نیت کے الفاظ رہ جائیں گے، جو تقریباً نصف سورت فاتحہ کے بقدر ہوتے ہیں اور ان الفاظ کو زبان سے ادا کرنا کسی کے نزدیک شرط بھی نہیں، زیادہ سے زیادہ محض مستحسن کہا گیا ہے۔ جب دورانِ قراءت ان الفاظ کی ادائیگی جائز، بلکہ مستحسن ہے تو سورت فاتحہ پڑھنے میں کیا حرج ہو سکتا ہے؟ غرض:

1. جب فجر کی جماعت کھڑی ہونے اور امام کے قراءتِ جہری کرنے کے دوران میں چھوٹا سا عمل نہیں، بلکہ پوری دو رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں اور پھر بھی آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

2. جب امام کے قراءت شروع کر چکنے کے دوران ہی میں بعد میں آکر ملنے والا نمازی « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ » پڑھ سکتا ہے اور اِس سے وہ اُس آیت کا مخالف شمار نہیں ہوتا۔

3. جب خطبہ جمعہ کے دوران میں یاد آنے پر نمازی اپنی فجر کی نماز قضا کر سکتا ہے، بلکہ شیخین کے نزدیک نمازِ جمعہ کی جماعت کے دوران بھی فجر کی قضا کر سکتا ہے اور اس کا یہ فعل اس آیت کی زد میں نہیں آتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 جب تکبیرِ تحریمہ، حتی کہ تکبیراتِ عیدین کہی جاسکتی ہیں اور اس آیت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

5 جب امام کو قراءت کے دوران میں لقمہ دینا جائز ہے اور لقمہ دینے والے کا یہ عمل اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔

6 جب امام کی قراءت کے دوران میں نیت کے اتنے سارے الفاظ کہے جا سکتے ہیں اور ان سے بھی اس آیت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ سورت فاتحہ پڑھنے سے اس آیت کی خلاف ورزی ہو جاتی ہے؟ عجیب بات ہے کہ غیر ثابت شدہ کام کریں یا فاتحہ سے بدرجہا کم اہمیت والی اشیا پڑھیں تو ٹھیک، اور فاتحہ جیسی اہم سورت پڑھیں تو ممنوع؟! بیک وقت یہ دو پیمانے ٹھیک نہیں ہیں۔

ساتواں جواب:

اس آیت سے مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کو ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا، کیوں کہ بعض صورتوں میں اس آیت کی خلاف ورزی کی نوبت ہی نہیں آنے پاتی، جیسے امام اگر سنتِ رسول ﷺ کے مطابق سورت فاتحہ کی ہر ہر آیت پر سکتہ و وقفہ کرے اور اس سکتہ و وقفہ یا خاموشی میں مقتدی وہ آیت پڑھ لے تو سارا معاملہ ہی حل ہو گیا اور نبی اکرم ﷺ سے یہ سکتات ثابت بھی ہیں، بلکہ ہر آیت پر آنے والے وقف و سکتہ کے علاوہ بعض دیگر سکتات کا بھی پتا چلتا ہے اور ان میں سے اگر کسی بھی سکتہ و خاموشی کے وقفے میں سورت فاتحہ پڑھ لی جائے تو امام کی قراءت سنی بھی جا سکتی ہے، خاموش بھی رہا جا سکتا ہے اور سورت فاتحہ بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتات

❶ سب سے پہلے تو وہ سکتات ہیں، جو ہر ہر آیت کے بعد آتے ہیں۔ ان کا ثبوت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث ہے جو ابو داود، ترمذی، ابن خزیمہ، بیہقی، دارقطنی، طحاوی اور مسند احمد میں ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں:

« إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا قَرَأَ قَطَّعَ آيَةً آيَةً، يَقُولُ: ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾، ثُمَّ يَقِفُ، ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾، ثُمَّ يَقِفُ، ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾، ثُمَّ يَقِفُ »[1]

’’نبی اکرم ﷺ جب قراءت فرماتے تو ایک ایک آیت پر وقفہ کرتے تھے، ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ پڑھتے اور وقفہ کرتے، ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ پڑھتے اور وقفہ کرتے، ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ پڑھتے اور وقفہ کرتے۔‘‘

اس حدیث کو امام حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح کہا ہے۔ امام دارقطنی نے اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور علامہ نووی نے بھی ’’المجموع شرح المھذب‘‘ (۳/۳۳۳) میں اسے صحیح کہا ہے، البتہ امام ترمذی نے اس کی سند کو غیر متصل کہا ہے جو ایک تسامح ہے، کیوں کہ کبار محدثینِ کرام کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔[2]

اس سے پتا چلتا ہے کہ نبی ﷺ بوقتِ تلاوت ہر ہر آیت پر رکتے اور وقفہ

[1] مستدرك حاكم (۱۲/۳۵٦) محقق، بيهقي (۲/٤٤) إرواء الغليل (۲/٦٠) توضيح الكلام (۲/۱۲۳)

[2] للتفصیل: الإرواء (۲/٦٠_٦١)، توضیح (۲/۱۲۳_۱۲۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے تھے اور یہی مسنون بھی ہے۔ ہر پیش امام کو یہ سنت پیشِ نظر رکھنی چاہیے اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے "الإتقان في علوم القرآن" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ترتیلِ قرآن کا معنی ہی تجوید الحروف اور معرفتِ وقوف قرار دیتے تھے، چنانچہ ان کا قول ہے:

"اَلتَّرْتِيْلُ تَجْوِيْدُ الْقُرْآنِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ"[1]

''ترتیل کا معنی ہے تجوید الحروف اور وقوف کی پہچان۔''

آگے امام بیہقی رحمہ اللہ کی شعب الایمان اور دیگر علما کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہر ہر آیت پر وقف کرنا افضل ہے۔ اور "إرواء الغليل" میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے شیخ ابو عمرو الدانی کے حوالے سے لکھا ہے کے ائمہ سلف اور قرائے کرام کی ایک جماعت ہر ہر آیت پر وقف کرنے کو مستحب سمجھتی ہے۔[2]

حتی کہ محتاط، درویش مزاج اور صوفی منش علمائے احناف دیو بند کا بھی اسی پر عمل رہا ہے کہ ہر ہر آیت پر وقف کیا جائے، چنانچہ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی کے ماہانہ درسِ قرآن کے حوالے سے ماہنامہ ''خدام الدین'' کی اشاعت بابت 25 دسمبر 1964ء میں لکھا ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سورت فاتحہ پڑھتے تو ہر ہر آیت پر وقف فرماتے یا سکتہ فرماتے۔ وجہ یہ تھی کہ جب بندہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ پڑھتا ہے تو اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی۔ مولانا حسین احمد مدنی اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہر

---

[1] الاتقان (۲۸۲/۱) تحقیق الکلام (۶۲/۲)

[2] الإرواء (۶۲/۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت پر ٹھہرا کرتے تھے۔''[1]

دیگر سکتات:

ہر ہر آیت پر کیے جانے والے اس سکتے یا وقف کے علاوہ بھی تین سکتوں کا ذکر ملتا ہے:

1. تکبیرِ تحریمہ اور قراءتِ فاتحہ کے مابین۔
2. سورت فاتحہ اور کسی دوسری سورت کے مابین۔
3. رکوع سے قبل، لیکن سورت کے بعد۔
4. امام نووی رحمہ اللہ نے ''الأذکار'' میں ایک چوتھا سکتہ بھی ذکر کیا ہے اور وہ ہے سورت فاتحہ کے بعد اور آمین کہنے سے پہلے معمولی سا سکتہ، تاکہ ظاہر ہو کہ ''آمین'' سورت فاتحہ کا حصہ نہیں، بلکہ الگ لفظ ہے۔[2]

❷ ان سکتات یا خاموشی کے وقفوں میں سے تکبیرِ تحریمہ اور قراءتِ فاتحہ کے مابین والے سکتے کا ثبوت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری، مسلم، ابو داود، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن خزیمہ، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد اور دیگر کتبِ حدیث میں ہے، جس میں وہ بیان فرماتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا كَبَّرَ سَكَتَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً»[3]

''رسول اللہ ﷺ جب تکبیرِ تحریمہ کہتے تو اس تکبیر اور قراءت کے درمیان

---

[1] توضیح الکلام (۲/۱۲۵، ۱۲۶)

[2] الأذکار (ص: ۴۰، ۴۱)

[3] بخاري (۲/۹۸ـ۲۲۷) مع الفتح مسلم (۳/۵/۹۶) ابن خزیمہ (۱/۲۳۷) الفتح الرباني (۳/۱۷۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑا سا سکوت فرماتے تھے۔“

اس صحیح حدیث سے دورانِ قیام نبی اکرم ﷺ کے تھوڑے سے وقت کے لیے خاموش رہنے کا پتا چلتا ہے جسے سکتۂ ثنا کہا جا سکتا ہے اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے ”سبیل الرشاد“ (ص: ٣٢) میں اسی سکتے کے بارے میں کہا ہے:

”سورت فاتحہ کی قدر قلیل آیات تو محلِ ثنا میں بھی ختم ہو سکتی ہیں۔“

جب کہ صحیح بخاری و مسلم جیسی کتب میں محلِ ثنا پر «اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِي وَبَیْنَ خَطَایَايَ ... الخ» والی دعا اور «إِنِّيْ وَجَّھْتُ وَجْھِي... الخ» والی ثنا بھی ثابت ہے۔ ان کے مقام پر تو بالاولیٰ ”قدر قلیل آیاتِ فاتحہ“ پڑھی جا سکتی ہیں، جیسا کہ مولانا گنگوہی کے علاوہ مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی ”إمام الکلام“ (ص: ٢٤٣) میں لکھا ہے کہ مقتدیوں کے سورت فاتحہ پڑھنے کے لیے یہی سکتہ کافی ہے اور اس وقت حقیقی سکوت متعین طور پر لازم نہیں ہے۔[1]

❸ ایسے ہی سکتہ یا خاموشی کا ایک تیسرا مقام سورت فاتحہ کے بعد اور کوئی دوسری سورت شروع کرنے سے پہلے ہے، جس کا پتا ”جزء القراءۃ“ امام بخاری، ابو داود، ترمذی، ابن حبان، دارمی، دارقطنی، بیہقی، معجم طبرانی، مستدرک حاکم، مسند احمد، ابو یعلی اور ”کتاب القراءۃ“ بیہقی میں وارد اس حدیث سے چلتا ہے، جس میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَسْکُتُ سَکْتَتَیْنِ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاۃِ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ»[2]

---

① توضیح ایضاً.

② بیھقي (١٩٦/٢) موارد الظمآن (ص: ١٢٤) توضیح (١٢٨/٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”رسول اللہ ﷺ دو مرتبہ سکتہ فرماتے تھے: جب نماز کا آغاز فرماتے اور جب قراءت سے فارغ ہوتے۔“

اس حدیث کی سند پر اگرچہ بعض اہلِ علم نے کلام کیا ہے، لیکن اس حدیث کے کئی شواہد ہیں، جن کی بنا پر امام ترمذی اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے حسن اور علامہ احمد شاکر نے اسے تعلیقاتِ ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے، اسی مفہوم کے بعض آثار بھی صحیح و حسن اسناد کے ملتے ہیں، جن سے مزید اس سکتے کی تائید ہوتی ہے۔[1]

لہٰذا اگر دوسرے سکتوں یا خاموشی کے وقفوں میں نہیں تو کم ازکم اس سکتے میں فاتحہ پڑھی جاسکتی ہے اور اُس آیت کی مخالف بھی نہیں ہوتی جس میں سننے اور خاموش رہنے والے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسے میں قراءت کو ممنوع کہنے کا کیا معنیٰ؟

بعض اہلِ علم (علامہ البانی رحمہ اللہ) نے فاتحہ کے بعد والے سکتے کے ثبوت پر اگرچہ کلام کیا ہے، لیکن وہ بھی اس سکتے میں سورت فاتحہ پڑھ لینے کے قائل ہیں۔[2]

4 تیسرے سکتے کی دلیل کے طور پر ہم نے جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں: «وَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ» کے الفاظ عام ہیں، جن سے فاتحہ کے بعد والی کسی سورت کی قراءت سے فارغ ہونے پر سکتہ و خاموشی پر بھی استدلال کیا جا سکتا ہے اور اس حدیث کی بعض روایات میں اس کی صراحت بھی ہے۔[3]

اگرچہ اس میں صحیح تر روایت بعد قراءتِ فاتحہ والی ہی ہے، البتہ دوسری سورت کے بعد والے سکتے پر سنن نسائی کی بعض روایات سے بھی استدلال ممکن ہے،

---

① تحقیق (۲/۶۰۔۶۲) توضیح (۲/۱۲۸۔۱۳۷)

② مختصر صفة الصلاة للألباني (ص: ١٦)

③ توضیح (۲/۱۳۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں انھوں نے بلاتعین «یَسْکُتُ هُنَیَّة» کے الفاظ روایت کیے ہیں۔[1]

ان سے بھی بعد از قراءتِ سورت سکتہ کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔ غرض سکتات سے متعلقہ احادیث و آثار کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ ہر آیت والے سکتے کے علاوہ بھی تین قسم کے سکتات ہیں، البتہ امام نووی رحمہ اللہ کے ذکر کردہ چوتھے سکتے کا ثبوت ہمیں نہیں ملا، وہ غالباً احتیاطی سکتہ ہے۔

غرض اگر اسے چھوڑ دیں تو کسی سورت کے بعد والے سکتے سمیت یہ چار قسم کے سکتے بنتے ہیں اور اگر سورت کے آخر والے بھی نہ لیں تو بھی تین قسم کے سکتے بنتے ہیں، جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

علمائے احناف کا اعترافِ سکتات اور عمل:

ان سکتات کو فریقِ ثانی کے علما نے بھی تسلیم کیا ہے:

1. علامہ عبدالحی لکھنوی نے "إمام الکلام" (ص: ۲۳۵) میں لکھا ہے:

"لَا شَكَّ فِيْ ثُبُوْتِ السَّكَتَاتِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ وَ بَعْدَ الْقِرَاءَةِ وَ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ"

''اس میں کوئی شک نہیں کہ نبیِ اکرم ﷺ سے تین سکتات ثابت ہیں: تکبیرِ تحریمہ کے بعد سکتہ، قراءت کے بعد سکتہ اور سورت فاتحہ کے بعد سکتہ۔''

2. علامہ لکھنوی کے شاگرد مولانا نور محمد ملتانی نے "تذکرۃ المنتهي" (ص: ۱۷) میں لکھا ہے:

"إِنَّ الثَّابِتَ مِنَ الْأَحَادِيْثِ سَكَتَاتٌ"

[1] نسائي (۱/۱۰٤) مع التعلیقات السلفیه.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''احادیث سے کئی سکتے ثابت ہیں۔''

اس کے اگلے ہی صفحے پر لکھتے ہیں:

''إِذَا رُوِيَتْ سَكَتَاتٌ مُتَعَدِّدَةٌ غَيْرُ مُنْحَصِرَةٍ فِي الْاِثْنَيْنِ بِرِوَايَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ، فَيَقْرَأُ الْمَأْمُومُ فِي أَيِّ سَكْتَةٍ''[1]

''نبیِ اکرم ﷺ سے جب کئی احادیث میں متعدد سکتات ثابت ہیں تو مقتدی جس سکتے میں چاہے سورت فاتحہ پڑھ سکتا ہے۔''

3. صرف سکتات کا اعتراف ہی نہیں، بلکہ فریقِ ثانی کے کتنے ہی مقتدر علما سکتات میں سورت فاتحہ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور اسے استماع و انصات کے منافی نہیں سمجھتے، چنانچہ علامہ عبد الحی لکھنوی کے اس سلسلے میں معروف فتوے کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ''تفسیر مظہری'' میں لکھتے ہیں: (مقتدی کی قراءت کے تعلق ہے) اُم القرآن کا استثنا اس بات کا متقاضی ہے کہ احادیثِ قراءت اور آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ دونوں پر عمل کرتے ہوئے سورت فاتحہ سکتات میں پڑھی جائے۔[2]

4. جہری قراءت کے سکتات میں سورت فاتحہ پڑھ لینے کا اختیار شاہ ولی اللہ نے بھی دیا ہے، جیسا کہ تفصیل ذکر کی جا چکی ہے۔[3]

5. مولانا رشید احمد گنگوہی کی کتاب ''سبیل الرشاد'' (۳۱۔۳۳) کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سکتات میں سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور اس طرح پڑھنا ان کے نزدیک باعثِ خلط و تشویش نہیں

---

1. تذكرة المنتهى (ص: ١٨)
2. تفسیر مظہری (۱۱۹/۱) بحوالہ توضیح (۱۴۷/۲)
3. حجة الله البالغة (ص: ٣١٧) مترجم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ ان کا یہ ارشاد تو ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ وہ سبیل الرشاد میں لکھتے ہیں:

''بس اس (سورت فاتحہ) کو جب اس قدر خصوصیت بالصلاۃ ہے تو اگر سکتات میں اس کو پڑھے تو رخصت ہے اور یہ قدر قلیل آیات ہیں، محلِ ثنا میں بھی ختم ہو سکتی ہیں اور خلطِ قرآن کی نوبت نہیں آتی۔''[1]

اس سے پہلے (ص: ۳۱) لکھا ہے:

''اگر سکتات میں پڑھا جاوے تو مضائقہ نہیں، چنانچہ بعض روایات میں آیا کہ (صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا:) ''ھَزّاً نَقْراً'' یعنی ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شروع سے پہلے اور سکتات میں، تاکہ خلط آپ کی قراءت سے نہ ہو اور وجہ جلدی کی یہی تھی۔''

6. ماہنامہ ''فاران'' کے حوالے سے مولانا ظفر احمد عثمانی کے بارے میں بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ وہ بھی ملا جیون اور مولانا عبدالحی کی عبارتوں میں منقول امام محمد کے قول کی رو سے سری نمازوں میں آہستہ آہستہ قراءتِ فاتحہ کی اجازت دیتے تھے۔[2]

نان سٹاپ امام کے پیچھے:

اب رہی یہ بات کہ مسنون طریقے سے سکتہ کرنے والے امام کے پیچھے تو اس طرح سورت فاتحہ پڑھی جا سکتی ہے، لیکن اگر کوئی امام نان سٹاپ ہو اور وہ سکتہ نہ کرے، جیسے ہمارے ممالک میں عموماً بیس تراویح پڑھاتے وقت ہوتا ہے تو ایسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے والا کیا کرے؟

---

1. سبیل الرشاد (ص: ۳۲، ۳۳)
2. ''فاران'' (نومبر، دسمبر 1960ء) مقالہ مولانا موصوف۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی صورت میں مقتدی امام کے ساتھ ساتھ ہی آہستگی سے پڑھتا جائے، جسے سری قراءت یا قراءت فی النفس کہا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اسے بھی صحیح سمجھتے ہیں اور یہ اس لیے کہ سورت فاتحہ چیز ہی ایسی ہے کہ احادیث نے اس کی اتنی اہمیت بیان کی ہے کہ اس کی تخصیص کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہتا ہے۔

آٹھواں جواب:

آیت: ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ سے مقتدی کے لیے ترکِ قراءت کو ثابت کرنے والوں کے لیے قائلینِ وجوبِ فاتحہ نے ایک آٹھواں جواب یہ بھی دیا ہے کہ اس آیت سے سورت فاتحہ کی منسوخیت و ممنوعیت کا استدلال کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ یہ آیت قطعی طور پر مسلمانوں کے بارے میں ہے اور اس میں کسی دوسرے کو خطاب نہیں کیا گیا، جب کہ یہ بات غیر مسلم ہے، چنانچہ ظاہر نظمِ قرآن اور سلسلۂ کلامِ الٰہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس آیت میں مسلمان نہیں، بلکہ کفار مخاطب ہیں، کیوں کہ اگر یہ آیت مسلمانوں سے متعلق ہو اور اس میں مقتدیوں کو خطاب مانا جائے تو اس تقدیر پر اس آیت کو ماقبل کی آیت سے کچھ تعلق و ربط باقی نہیں رہتا، اس طرح کلامِ الٰہی میں انقطاع لازم آتا ہے اور نظمِ قرآنی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے جو کلامِ الٰہی کے شایانِ شان نہیں ہے، جیسا کہ کبار اہلِ علم میں سے امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کبیر میں بڑی تفصیل سے یہ بات واضح کی ہے۔[1]

لہٰذا جب ظاہر نظمِ قرآنی اس بات کا پتا دے رہا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں نہیں، بلکہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھی تو یہ بات واضح ہے کہ اسے ترکِ قراءت پر دلیل بنانا اور اس سے سورت فاتحہ کے مقتدی کے لیے ممنوع و منسوخ

---

[1] للتفصیل: تحقیق الکلام (۲/۶۳، ۶۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہ ہوا۔

آیت کا شانِ نزول، کتبِ تفسیر کی رو سے

1 تفسیر رازی:

امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے بارے میں پانچ مختلف اقوال ذکر کیے ہیں اور ان میں سے پانچواں یہ ہے:

''إِنَّهُ خِطَابٌ مَعَ الْكُفَّارِ فِي ابْتِدَاءِ التَّبْلِيغِ لَا خِطَاباً مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ''

''یہ ابتدائے تبلیغ (ابتدائے اسلام) میں کفار سے خطاب ہے، اس میں مسلمانوں کو خطاب نہیں ہے۔''

اس پانچویں قول کے ساتھ ہی موصوف نے لکھا ہے:

''وَهٰذَا قَوْلٌ حَسَنٌ مُنَاسِبٌ''[1]

''یہی قول بہتر اور مناسب ہے۔''

اس کے بعد امام رازی رحمہ اللہ نے اس قول کے بہتر اور مناسب ہونے کے ثبوت میں بڑی واضح و مدلل تفصیل ذکر کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے مسلسل کفار کا ذکر چلتا آ رہا ہے اور انھی کا یہ مطالبہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں فلاں حکم کیوں نہیں لاتے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا: ''فرما دیجیے: میں اپنے رب کی وحی کا متبع ہوں، یہ قرآن تمھارے رب کی طرف سے نصیحت اور ہدایت ہے اور مومن قوم کے لیے رحمت ہے۔''

[1] بحوالہ سابقہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بعد میں فرمایا: ''جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو، تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔'' اگر یہاں مومن مراد ہوتے تو یہ نہ فرمایا جاتا: ''تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔'' کیوں کہ ان کے بارے میں تو اس سے پہلے فرمایا جا چکا ہے: ''قرآن مجید مومنوں کے لیے قطعاً باعثِ رحمت ہے۔'' اور اگر اس آیت میں کفار مراد ہوں تو یہ اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا، پھر آخر میں لکھا ہے:

''وَعِنْدَ هٰذَا يَسْقُطُ اِسْتِدْلَالُ الْخُصُوْمِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ''[1]

''یعنی جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس آیت میں خطاب مسلمانوں کو نہیں، بلکہ کفار کو ہے تو اس آیت سے خصوم (فریقِ ثانی) کا استدلال ''مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ'' ساقط ہو جاتا ہے۔''

2 تائیدِ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ:

امام رازی رحمہ اللہ کی اسی تفسیر کو بالتفصیل اپنی کتاب ''تحقیق الکلام'' میں نقل کرتے ہوئے علامہ عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی ان کی بھرپور تائید کی ہے۔

3 اختیارِ میر سیالکوٹی:

کبار مفسرین و محدثین میں سے علامہ حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''واضح البیان'' میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اس آیت کی یہی تفسیر بعض کبار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینِ کرام رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے اور مفسرینِ کرام نے ان سے اسے نقل اور قبول کیا ہے، مثلاً:

---

[1] أيضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 تفسیر البحر المحیط:

ابو حیان نے "البحر المحیط" میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود، ابو ہریرہ، جابر رضی اللہ عنہم اور عطاء، ابن المسیب، زہری اور عبید اللہ بن عمر رحمہم اللہ کہتے ہیں:

"اِنَّهَا فِي الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا اِذَا صَلَّى الرَّسُوْلُ ﷺ يَقُوْلُوْنَ: ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ﴾ [حم السجدة: ٢٦] فَنَزَلَتْ جَوَابًا لَّهُمْ"[1]

"یہ آیت مشرکوں کے بارے میں ہے، کیوں کہ جب نبی ﷺ نماز پڑھتے تو وہ کہتے: "یہ قرآن نہ سنو، بلکہ شور و غل کرو۔" ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔"

5 تفسیر قرطبی:

امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر "الجامع لأحکام القرآن" میں لکھا ہے:

"اِس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیوں کہ یہ آیت مکی ہے اور نماز میں کلام مدینے میں منع ہوئی ہے۔"

آگے حضرت سعید بن میتب رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے:

"اس آیت میں مشرکین مقصود ہیں نہ کہ مسلمان۔"[2]

تفسیرِ سورت فاتحہ کے علاوہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے بہت آگے جا کر سورت اعراف کی آیت: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ [الأعراف: ٢٠٤] کی تفسیر میں بھی یہ بات لکھی ہے، وہاں لکھتے ہیں:

---

[1] البحر المحيط (٤/٤٥٢)

[2] قرطبي (١/٨٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فوائد القرآن" میں عبدالجبار احمد رحمہ اللہ نے بھی یہی بات کہی ہے کہ یہ آیت مشرکین کے شور وغوغا کرنے اور ان کے قول: ﴿ لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ﴾ [حمٓ السجدۃ: ۲٦] کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔"[1]

6 تفسیر ماجدی:

صرف انھی حضرات پر بس نہیں، بلکہ فریقِ ثانی یا مانعینِ قراءت کے نامور عالم اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے، چنانچہ انھوں نے اپنی تفسیر ماجدی میں لکھا ہے:

"حکم سے مخاطب ظاہر ہے کہ کفار ومنکرین ہیں اور مقصود اصلی یہ ہے کہ جب قرآن بغرضِ تبلیغ وغیرہ پڑھ کر تمھیں سنایا جائے تو اسے توجہ وخاموشی کے ساتھ سنو، تاکہ اس کا معجز ہونا اور اس کی تعلیمات کی خوبیاں تمھاری سمجھ میں آجائیں اور تم ایمان لاکر مستحقِ رحمت ہو جاؤ۔ اصل حکم تو اسی قدر ہے، لیکن علمائے حنفیہ نے اس کے مفہوم میں توسع پیدا کرکے اس سے حالتِ نماز میں مقتدی کے لیے قراءتِ سورۃ الفاتحہ کی ممانعت بھی نکال لی ہے۔"[1]

7 تفسیر معالم التنزیل:

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ امام بیضاوی نے اپنی تفسیر میں اس آیت سے ترکِ قراءت "جس نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں" کے پیشِ نظر اس آیت

---

1. قرطبي (۷/۵ ۲۲)
2. تفسير ماجدي (ص: ۳۷۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے منعِ قراءت پر استدلال کو مردود شمار کیا ہے۔[1]

8 تفسیر جلالین:

تفسیر جلالین میں ہے:

''اس آیت میں دورانِ نماز باتیں کرنے سے چپ رہنے کا حکم ہے اور دورانِ خطبہ باتیں کرنے کی ممانعت کے لیے بھی یہ نازل ہوئی ہے۔''[2]

ایسے ہی معالم التنزیل، الکشاف، أنوار التنزیل اور حاشیة الکاملین میں لکھا ہے:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دورانِ نماز اپنی ضرورت کی بات کر لیا کرتے تھے تو اس آیت سے انھیں اس فعل سے روکا گیا اور یہی جمہور مفسرین کا مسلک ہے۔''[3]

یہ قول لیں یا پہلا، بہر حال سورت فاتحہ کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ وہ صحیح احادیث کی بنا پر اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

دوسرا پہلو:

یہاں یہ بات بھی ذکر کرتے جائیں کہ بعض اہلِ علم (مولانا عبدالحی اور مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ) نے کہا ہے:

''اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں نو مختلف اقوال ہیں اور ان میں سے راجح تر قول یہ ہے کہ یہ قراءت خلف الامام کی ممانعت کے

① تفسیر ستاری، سورت فاتحہ (ص: ٣٦٦)
② جلالین (ص: ٢٢٥)
③ تفسیر ستاری، سورت فاتحہ (ص: ٣٦٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

باقی اقوال مرجوح و مخدوش ہیں اور ترجیح کو ثابت کرنے کے لیے دو ایک نہیں، بلکہ نو تفسیری روایات پیش کی ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تمام روایات ناقابلِ استدلال ہیں، کیوں کہ ان میں سے بعض ضعیف ہیں رواۃ کی وجہ سے اور بعض انقطاع کے باعث اور بعض بلا سند ہونے کی وجہ سے اور بعض مراسیلِ زہری ہیں، جنھیں یحییٰ بن سعید القطان نے پادرہوا کی طرح اور "لَیْسَ بِشَیْئٍ" قرار دیا ہے۔ ان روایات کے بارے میں علمی بحث و تفصیل کے لیے "تحقیق الکلام" (۲/۷۱۔۸۰) دیکھیں۔

یوں سابق میں ذکر گئی ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ سے ترکِ قراءت پر استدلال صحیح نہیں ہے اور اس کے صحیح نہ ہونے کی وجوہات فریقِ اول کی طرف سے دیے گئے جوابات میں آ گئی ہیں، لہٰذا اب مزید اس سلسلے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ یہاں ہم تفسیر ستاری کا ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں جس میں ہے:

"نیز حضرة العلامه الفاضل الفهامة إمام رباني أبو محمد ملتاني والدي ماجدي ومرشدي إلى الله التواب أبو محمد عبد الوهاب طيب الله ثراه وجعل الجنة مثواه نے اپنی تصنیفِ لطیف "هداية النبي المختار إلى من يصلى إلى يوم القرار" کے صفحہ: (۱۰۴، ۱۰۵) پر لکھا ہے: سبحان اللہ! کیا انصاف، کیا ایمان، کیا اسلام ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا استدلال کرنا نصِ قرآنی سے، بسبب مخالف ہونے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نہ مانا جائے اور حنفیہ کا استدلال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ سے نہ پڑھنے پر مقتدی کے الحمد کو پیچھے امام کے مانا جائے، اگرچہ صدہا حدیثوں کے خلاف ہو، بلکہ خود امام ابو حنیفہ کے فرمانے کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ آیت: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ کے تحت صاف کھلے لفظوں میں منقول ہے:

"إِنَّ الآيَةَ: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ﴾ نَزَلَتْ فِي تَرْكِ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ وَرَاءَ الْإِمَامِ إِلٰى أَنْ قَالَ: وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَصْحَابِهِ، إنتهى ما في التفسير الكبير (ص: ۳۵۰)"

"یعنی امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ یہ آیت اتری ہے مقتدیوں کے اونچا پڑھنے کے بارے میں پیچھے امام کے۔"[1]

مانعینِ قراءت کے حدیثی دلائل

فریقِ ثانی نے ترکِ قراءت پر بعض احادیث و آثار سے بھی استدلال کیا ہے اور فریقِ اول یعنی قائلینِ وجوبِ فاتحہ نے ان کے کیا کیا جوابات دیے ہیں؟ ان روایات و آثار کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ وہ قابلِ احتجاج و استدلال بھی ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی روایت سنداً صحیح ہے تو وہ اپنے متن کے اعتبار سے اس موضوع میں صریح بھی ہے یا نہیں؟ آیئے اس کی بھی کچھ وضاحت ہو جائے۔

دوسری دلیل:

امام کے پیچھے مقتدی کے سورت فاتحہ نہ پڑھنے کا مسلک رکھنے والے حضرات ذکر کی گئی قرآنی آیت کے علاوہ دوسری دلیل کے طور پر ایک حدیث پیش کرتے ہیں

---

[1] تفسیر ستاری، تفسیر سورت فاتحہ (ص: ۳٦۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو صحیح مسلم، ابو داود، دارقطنی اور مسند احمد میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اور ابو داود، دارقطنی، بیہقی، مسند احمد، ابن ابی شیبہ، "جزء القراءۃ" امام بخاری، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَ إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا »

"جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو درست کر لیا کرو، پھر تم میں سے کوئی ایک جماعت کروائے۔ جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"

یہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں، جب کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

« إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا »

"امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"

"كتاب القراءة" بيهقي (ص: ٩٢) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

« ... وَ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا »

"اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموشی اختیار کرو۔"

"کتاب القراءۃ" ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت مروی ہے، جس میں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

« اَمَا يَكْفِي اَحَدَكُمْ قِرَاءَةُ إِمَامِهِ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا »[1]

”کیا تم میں سے ایک کو امام کی قراءت کافی نہیں؟ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔“

اس حدیث میں محلِ شاہد « فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا » کے الفاظ پر مشتمل جملہ ہے کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو، گویا اس جملے میں امام کا وظیفہ قراءت کرنا اور مقتدی کا اسے سننا بتایا گیا ہے، لہٰذا مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا انصات اور خاموشی کے منافی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا چاہیے، بلکہ صرف سننا چاہیے۔[2]

دوسری دلیل کا پہلا جواب:

قائلینِ وجوبِ فاتحہ کی طرف سے پہلی دلیل کے جوابات کے ضمن میں جو کچھ کہا گیا ہے اور جو جوابات دیے گئے ہیں، ان میں سے کئی جوابات اس دلیل کے بھی ہو سکتے ہیں اور ان پر مستزاد یہ کہ اس حدیث کے آخری الفاظ: « فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا » جو محلِ شاہد ہیں، ان الفاظ کی صحت و ضعف کے بارے میں ماہرینِ علم حدیث کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام مسلم نے اس جملے کو اپنی صحیح میں وارد کر کے اگرچہ اس کی تصحیح بھی کی ہے، مگر امام بخاری، ابن معین، ابو حاتم، ابن خزیمہ، ابو داود، دارقطنی، نیشا پوری، ذہلی،

---

[1] كتاب القراءة بحوالہ تحقیق (۲/۱۱٦)، مسلم (۲/٤/۱۱۲)، نسائي مع التعليقات السلفيه (۱/۱/۱۱۲)، دارقطني (۱/۱/۳۳۱)، نصب الرايه (۲/۱٤۔۱۷) ابن أبي شيبه (۱/۳۷۷)

[2] عمدة القاري (۳/٦۹) بحوالہ تحقیق (۲/۸٤) احسن الکلام گکھڑوی (۱/۱۹۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم اور بیہقی نے اس جملے کو شاذ و ضعیف قرار دیا ہے، جس کی تفصیل أبو داود کتاب الصلاۃ باب التشهد (۲۵۶/۳) مع العون، تفسیر قرطبي (۸۴/۱/۱_۸۷) نصب الراية (۱۶/۲) سنن دارقطني (۳۳۱/۱/۱) "كتاب القراءة" بيهقي (ص:۸۹) شرح مسلم إمام نووي (۱۲۲/۴/۲،۱۲۳) "جزء القراءة" إمام بخاري (ص:۱۲۸،۱۲۹) "تحفة الأشراف" مزی (۴۱۰/۶)، تحقيق الكلام مبارك پوري (۸۵/۲_۹۷) اور توضيح الكلام أثري (۲۴۶/۲_۲۷۲ و ۳۲۸/۲_۳۵۸) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

جب حفاظ و نقادِ حدیث اس جملے کے صحیح یا ضعیف قرار دینے میں مختلف ہیں اور ضعیف کہنے والوں کی تعداد بھی صحیح کہنے والوں سے بہت زیادہ ہے، خصوصاً ضعیف کہنے والوں میں سلطان المحدثین امام بخاری بھی ہیں، جن کا حدیث میں جو مقام و مرتبہ ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں، ایسے ہی ضعیف قرار دینے والوں میں امام یحییٰ بن معین بھی ہیں تو اس صورت میں ضعیف کہنے والوں کی بات صحیح کہنے والوں پر مقدم ہے۔ ①

حدیث کے اس جملے کی جب یہ حیثیت ہے تو اس سے استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ اس جملے اور خصوصاً اس کے ایک لفظ: «فَانْصِتُوْا» کو بعض وجوہات کی بنا پر شاذ اور ضعیف قرار گیا ہے نہ کہ پوری حدیث کو، اہلِ علم اس نقطے سے واقف ہیں، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ②

دوسرا جواب:

اگر بالفرض «وَ اِذَا قُرِئَ قَرَأَ فَانْصِتُوْا» کے الفاظ پر مشتمل جملے کو صحیح بھی

① تحقیق (۸۷/۲) توضیح (۳۱۳/۲)

② للتفصیل: توضیح الکلام (۲۹۵/۲_۲۹۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کر لیا جائے، تب بھی اس سے مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا ممنوع ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ اس میں امام کی قراءت کے وقت کچھ پڑھنے کی ممانعت ہے۔ سکتات میں پڑھنے کی ممانعت تو ہرگز نہیں ہے۔ جس طرح مقتدی کو « إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا » میں تکبیر کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے، اُسی طرح ہی مقتدی قراءت کے وقت انصات و خاموشی اختیار کرے تو « وَ اِذَا قُرِئَ قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا » پر اس کا عمل ہو گیا اور جب امام سکتہ یا وقفہ کرے تو اس کی اس خاموشی میں مقتدی سورت فاتحہ پڑھ لے۔ ان سکتات یا خاموشی کے وقفوں میں سورت فاتحہ پڑھنے کا ثبوت بالتفصیل ذکر کیا جا چکا ہے، جسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

تیسرا جواب:

اس حدیث کا تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ « وَ اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا » میں حکم عام ہے کہ جب امام پڑھے تو مقتدی خاموش رہیں، جب کہ عام میں سے بعض کی تخصیص جائز ہے اور قائلین و مانعین ہر دو فریق نے بعض امور کی تخصیص کر رکھی ہے جیسا کہ پہلے تفصیل ذکر کی جا چکی ہے، لہٰذا اس تفصیل کے پیشِ نظر یہ حکم سورت فاتحہ کے سوا دوسری قراءت کے بارے میں ہے:

1. امام بخاری ”جزء القراءۃ“ میں لکھتے ہیں:

”وَلَوْ صَحَّ لَكَانَ يَحْتَمِلُ سِوَى الْفَاتِحَةِ وَ اَنْ يَّقْرَأَ فِيْمَا يَسْكُتُ الْإِمَامُ“ [1]

”اگر یہ جملہ: « وَ اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا » صحیح ہو تو یہ سورت فاتحہ کے علاوہ قراءت کے وقت خاموشی کے حکم کا حامل ہے اور یہ کہ مقتدی امام کے

[1] جزء القراءۃ (ص: ۱۲۸، ۱۲۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتات میں پڑھے۔‘‘

2 یہی مفہوم حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس عبارت کا ہے جو بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں:

’’وَلَا دَلَالَةَ فِيهِ لِإِمْكَانِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ فَيُنْصِتُ فِيمَا عَدَا الْفَاتِحَةِ أَوْ يُنْصِتُ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ وَ يَقْرَأُ إِذَا سَكَتَ‘‘[1]

’’اس میں بھی ممانعتِ فاتحہ کی کوئی دلیل نہیں، کیوں کہ انصات وقراءت دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے اور وہ یوں کہ مقتدی سورت فاتحہ کے سوا قراءت میں خاموش رہے یا امام کی قراءت کے وقت خاموش رہے اور جب امام خاموش ہو تو اس سکتے میں مقتدی پڑھ لے۔‘‘

3 یاد رہے کہ یہی جواب امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’المحلّٰی‘‘ میں بھی دیا ہے۔[2]

4 علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے ’’التعليق المغني على سنن الدارقطني‘‘ میں لکھا ہے کہ ﴿وَ إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا﴾ سے سورت فاتحہ کے علاوہ قراءت مراد ہے اور اس حدیث میں ترکِ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے۔[3]

5 اور تو اور مانعینِ قراءت کے فریق سے بھی بعض علما نے یہی بات کہی ہے، چنانچہ شیخ سلام اللہ حنفی نے ’’محلّٰی شرح موطأ‘‘ میں لکھا ہے:

’’وَقَدْ أُجِيبَ عَنْهُ بِحَمْلِ الْإِنْصَاتِ فِيمَا عَدَا الْفَاتِحَةِ‘‘[4]

---

[1] فتح الباري (٢/٢٤٢)

[2] للتفصيل: المحلي (٣/٢٤١)

[3] التعليق (١/١/٣٣١)

[4] بحوالہ تحقیق (٢/١٠٤، ١٠٥)، تفسیر ستاری (ص: ٣٧١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس خاموش رہنے کا حکم فاتحہ کے علاوہ دوسری قراءت کے وقت ہے۔''

6 مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے ''غيث الغمام حاشيه إمام الكلام'' (ص:۱۵۹) میں لکھا ہے:

''دَعْوىٰ كَوْنِ حَدِيْثِ عُبَادَةَ مَنْسُوْخاً بِحَدِيْثِ: « وَ إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا »، مَرْدُوْدٌ''[1]

''حدیث: « وَ إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا » سے حدیثِ عبادہ رضی اللہ عنہ کے منسوخ ہونے کا دعویٰ نا قابلِ قبول (مردود) ہے۔''

غرض کہ جب دو طرح کی احادیث میں جمع و تطبیق ممکن ہو تو پھر ناسخ و منسوخ کا قاعدہ استعمال کرنا خلافِ اصل ہے۔

چوتھا جواب:

قائلینِ وجوب کی طرف سے مانعینِ فاتحہ کو ایک الزامی جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اصولِ فقہ حنفی کی رو سے کوئی راویِ حدیث اگر اس حدیث کے خلاف عمل کرے یا فتویٰ دے تو اس کی روایت کردہ وہ حدیث قابلِ استدلال و حجت نہیں ہوتی، بلکہ منسوخ سمجھی جاتی ہے اور یہاں بھی یہ چیز موجود ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث اور خصوصاً اس جملے: « وَ إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا » کے راوی ہیں، وہ خود امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کا فتویٰ دیتے تھے، جیسا کہ صحیح مسلم کے حوالے سے ان کا اپنے شاگرد حضرت ابو سائب رحمہ اللہ کو ''اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ'' کے الفاظ سے فتویٰ دینا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

---

[1] تفسیر ستاری ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے یہ شاگرد بھی طبقہ ثالثہ سے، یعنی اوساط تابعین رحمہم اللہ سے ہیں اور یہ شبہہ ہی نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انھیں فتویٰ پہلے دیا ہو اور نبی ﷺ سے «وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا» والی حدیث بعد میں سنی ہو، اس طرح پہلے جواب کی حیثیت اور بھی مضبوط ہوجاتی ہے کہ یہاں جمع وتطبیق والے قاعدہ پر عمل کرنا چاہیے کہ «وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا» کو اس معنی پر محمول کیا جائے کہ سورت فاتحہ کے ماسوا کے وقت انصات وخاموشی اختیار کریں اور سورت فاتحہ پڑھ لیں، ساتھ ساتھ آہستگی سے یا سکتات میں اور اگر اس حدیث کا یہ معنی ہوتا کہ جب امام قراءت کرے تو تم مطلق خاموش رہو تو پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آہستگی کے ساتھ سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم نہ فرماتے اور پھر ان کا یہ فتویٰ صرف صحیح مسلم میں ہونا ہی کافی تھا، جب کہ علاوہ ازیں وہ "جزء القراءۃ" امام بخاری، صحیح ابی عوانہ، مسند حمیدی اور "کتاب القراءۃ" بیہقی کی سات مختلف روایات میں وارد ہوا ہے۔[1]

ان ساتوں روایات میں وارد فتویٰ نصِ صریح ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جہری نماز میں بھی مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم فرماتے تھے اور ظاہر بات ہے کہ یہ فتویٰ بھی حدیث سے متاخر ہے، لہٰذا اصولِ فقہ حنفی کی رو سے یہ «وَ اِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا» والی روایت منسوخ وناقابلِ احتجاج بنتی ہے۔ جب کہ یہ بھی محض الزامی جواب ہے، ورنہ یہ جملہ ہی شاذ وضعیف ہے اور صحیح ہونے کی صورت میں جمع وتطبیق بھی ممکن ہے، لہٰذا اسے منسوخ قرار دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذکر کرتے جائیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

---

[1] جزء القراءۃ (ص: ۳۳، ۱۲۷)، کتاب القراءۃ (ص: ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۱۵۱)، تحقیق الکلام (۲/۹۸، ۹۹)، توضیح (۲/۳۵۷)، تفسیر ستاری (ص: ۳۷۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف سری نمازوں میں قراءتِ فاتحہ کی ملتی ہے، جو امام بیہقی نے روایت کی ہے، اس میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے:

"إِنَّهُمَا كَانَا يَأْمُرَانِ بِالْقِرَاءَةِ وَرَاءَ الْإِمَامِ إِذَا لَمْ يَجْهَرْ،"[1]

"وہ دونوں امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے جب کہ وہ جہراً نہ پڑھ رہا ہو۔"

جب کہ یہ اثر سند کے اعتبار سے صحیح نہیں، کیوں کہ اس کا مدار عاصم بن بہدلہ پر ہے، اور یہ جو راوی سیئ الحفظ تھا اور مقدمہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ابو حاتم ابن علیہ اور عقیلی نے، میزان الاعتدال کی رو سے یحییٰ القطان، نسائی اور دارقطنی نے بھی اسے خراب حافظے والا قرار دیا ہے۔[2]

اب ایسی روایت کی صحیح مسلم والی روایات اور دوسری سات روایات کے سامنے کیا حیثیت ہے؟ جن کی رو سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی سری و جہری تمام نمازوں میں مقتدیوں کو سورت فاتحہ پڑھنے کا فتویٰ دیتے رہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی قراءت خلف الامام کا حکم دیا کرتی تھیں۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو "کتاب القراءۃ" بیہقی میں مروی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوا»[4] "جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"

وہ روایت بھی اس سند کے ایک راوی حسن بن علی بن شیب المعمری کی وجہ

---

① بحوالہ تحقیق (۱۰۲/۲)

② بحوالہ سابقہ وتوضیح (۲۵۵/۲، ۲۵۷)

③ جزء القراءۃ (ص: ۳۴) وقد مر أیضاً.

④ کتاب القراءۃ (ص: ۹۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ضعیف و نا قابلِ حجت ہے، پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تو بسندِ صحیح ثابت ہے کہ وہ امام کے پیچھے قراءت فاتحہ کے قائل تھے، لہٰذا اصولِ فقہ حنفی کی رو سے یہ حدیثِ انس رضی اللہ عنہ بھی قابلِ استدلال نہیں، بلکہ منسوخ ہے، جیسا کہ حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی ضعیف ہے اور اس کے الفاظ: «فِي نَفْسِهٖ» اور «اَمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ... الخ» منکر ہیں۔[2]

دیگر جوابات:

اس دلیل کے ان جوابات کے علاوہ جو جوابات ہم آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ﴾ کے ضمن میں ذکر کر آئے ہیں۔ ان جوابات پر پھر توجہ فرمالیں اور خصوصاً ان میں سے چند جوابات تو اس سلسلے میں بہت مفید ہیں، کیوں کہ اُس آیت اور اِس حدیث میں وارد اس جملے سے استدلال ایک ہی نوعیت کا ہے۔ اُن جوابات کو بھی شامل کر لیں تو اس دلیل کے جملہ جوابات دو چند ہو جاتے ہیں اور اس دوسری دلیل کی حیثیت انتہائی کمزور ہو جاتی ہے، لہٰذا حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، قابلِ حجت و استدلال نہ رہی۔

تیسری دلیل:

مانعینِ سورت فاتحہ مقتدی کے لیے قراءتِ فاتحہ کی ممانعت کے سلسلے میں تیسری دلیل کے طور پر جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، وہ موطا امام مالک، سننِ اربعہ، "جزء القراءۃ" امام بخاری، "کتاب القراءۃ" اور سننِ کبریٰ

[1] للتفصیل: توضیح الکلام (۲/۳۵۹، ۳۶۵)

[2] للتفصیل تحقیق الکلام (۲/۱۱۶، ۱۱۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیہقی، ابن حبان اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں وہ بیان فرماتے ہیں:

«إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: هَلْ قَرَأَ مَعِيَ مِنْكُمْ أَحَدٌ آنِفاً؟ فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ، أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنِّيْ أَقُوْلُ مَا لِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ، فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ» ①

''نبی ﷺ ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو استفسار فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے؟ ایک آدمی نے عرض کی: ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بھی کہوں کہ میری قراءت میں رکاوٹ کیوں آ رہی ہے؟ آپ ﷺ سے یہ سننے کے بعد لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کرنا چھوڑ دیا۔''

موطا کی اس روایت میں بظاہر ایک آدمی کے قراءت کرنے کا ذکر ملتا ہے، جب کہ در اصل ایسا نہیں، بلکہ صحیح ابن حبان، ''کتاب القراءۃ''، بیہقی اور مسند ابی یعلی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

«قَرَأَ أُنَاسٌ مَعَهُ» ② ''لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ قراءت کی۔''

اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے قراءت کی تھی۔ یہی

① موطأ مع الزرقاني (۷۸/۱) جزء القراءة بخاري (ص: ۶۳، ۶۳) توضیح (۳۶۶/۲) كتاب القراءة بيهقي (ص: ۱۰۷، ۱۰۸) سنن بيهقي ۱۵۷/۲) تحقیق (۱۰۵/۲) أبو داود (۴۹/۳، ۵۰) ترمذي (۲۳۱/۲، ۲۳۲) ابن حبان، الاحسان (۱۶۱/۵)

② ابن حبان (۱۶۰/۵) كتاب القراءة (ص: ۱۰۹) توضیح (۳۹۹/۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ ہے کہ ''الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان'' کے مُرتِّبْ و مُبَوِّبْ امیر علاء الدین فاسی حنفی نے اس حدیث پر یوں تبویب کی ہے:

"ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْقَوْمَ كَانُوا يَقْرَأُونَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الصَّوْتِ حَيْثُ قَالَ لَهُمْ هَذَا الْقَوْلَ، لَا أَنَّ رَجُلًا وَاحِداً كَانَ هُوَ الَّذِي يَقْرَأُ وَحْدَهُ" ①

''اس بات کا بیان کہ پوری قومِ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے پیچھے بآوازِ بلند قراءت کیا کرتے تھے، تبھی تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا، ایسا نہیں کہ ایک ہی آدمی پڑھتا تھا۔''

مسند احمد اور معجم طبرانی کبیر و اوسط میں حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے، جس میں ہے:

«هَلْ قَرَأَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعِيَ آنِفاً؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: إِنِّيْ أَقُوْلُ: مَا لِيَ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ، فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَهُ حِيْنَ قَالَ ذٰلِكَ» ②

''کیا تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قراءت کی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی کہوں کہ مجھے قراءت کرنے میں الجھن کیوں ہو رہی ہے؟'' جب آپ ﷺ نے یہ کہا تو لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کرنا ترک کر دیا۔''

اس حدیث سے بھی پتا چلتا ہے کہ نبی ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے والا ایک

---

① الاحسان (۵/۱۵۹)

② مسند أحمد، الفتح الرباني (۳/۱۹۷، ۱۹۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، بلکہ ایک قوم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی، ایسے ہی "معانی الآثار طحاوي" (۱/۱۰۶) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

«كَانُوا يَقْرَأُونَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ»①

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔"

یہ حدیث بھی اس بات کا پتا دے رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔

وجہِ استدلال:

حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے امام کے پیچھے قراءت کرنے والوں پر نکیر فرمائی اور انھیں گویا ڈانٹا تو اس نکیر کے نتیجے میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قراءت خلف الامام ترک کر دی، جس سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی کے لیے قراءت ممنوع ہے۔

تیسری دلیل کا پہلا جواب:

اس دلیل کے قائلینِ وجوب نے کئی جوابات دیے ہیں، جن میں سے پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث: «إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ» کے الفاظ تک تو مرفوع ہے، یعنی یہاں تک تو نبی ﷺ کا ارشاد ہے اور «فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ» سے لے کر آخر حدیث تک اس حدیث کی سند کے ایک راوی امام زہری کا قول ہے، جو تابعی ہیں اور ان کی عادت تھی کہ وہ اپنا قول بھی مرفوع حدیث میں ملا دیا کرتے تھے، جیسا کہ امام بخاری، امام مالک، امام طحاوی، امام بیہقی، امام ابو داود، امام ابن حبان، امام ذہلی، علامہ ابن فارس، امام خطابی، حافظ ابن حجر، علامہ ابن ملقن، ملا علی قاری

① بحوالہ توضیح (۲/۳٦۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفی، علامہ شوق نیموی، امام سیوطی اور امام ابن العربی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔

ان تمام محدثین و علما کے اقوال کی تفصیل "جزء القراءة" إمام بخاري (ص: ٦٤)، تاريخ صغير إمام بخاري (ص: ٨٩، ٩٠) سنن أبي داود (٥٥/٣) الإحسان ابن حبان (١٦١/٥)، سنن كبرى بيهقي (١٥٨/٢)، "كتاب القراءة" بيهقي (ص: ١٠٨، ١٠٩)، معالم السنن خطابي (١٧٨/١/١)، التلخيص الحبير ابن حجر (٢٣١/١/١)، مرقاة شرح مشكاة ملا علي قاري (٣٠٢/٢)، التعليق الحسن على آثار السنن شوق نيموي (ص: ٨٨)، عارضة الأحوذي ابن العربي (١٠٨/٢)، تحقيق الكلام (١٠٦/٢، ١٠٧) اور توضيح الكلام (٣٦٨/٢، ٣٧٠) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

جب حدیث میں وارد یہ ٹکڑا جماعتِ محدثین کے نزدیک مرفوع حدیث کا حصہ نہیں تو پھر اس سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ خصوصاً امام زہری کی مرسلات کبار محدثین کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہیں، جیسا کہ محدث کبیر ابن ابی حاتم نے کتاب المراسیل میں یحییٰ بن سعید القطان کے حوالے سے مراسیلِ زہری و قتادہ رحمہما اللہ کو "بمنزلة الريح" قرار دیا ہے۔ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں القطان، ابن معین اور امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی مراسیلِ زہری کو لا شیئ قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ بن سعید کا ایسا ہی قول نقل کیا ہے۔[1]

الغرض محدثینِ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ یہ جملہ امام زہری رحمہ اللہ کا ہے جو اس حدیث میں بلا تفصیل درج ہو گیا ہے، جسے "مُدْرَج" کہا جاتا ہے، لہٰذا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

[1] المراسيل (ص: ٢٠)، التدريب (ص: ٧٠)، بحوالہ تحقیق (١٠٩/٢، ١١٠)

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جواب:

اس دلیل کا دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ امام زہری کا نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو بھی بات نہیں بنتی، کیوں کہ یہ قول خلافِ واقع بنتا ہے، کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خود اپنا فتویٰ عمر بھر یہ رہا کہ امام کے پیچھے قراءت ضروری ہے، خواہ نماز سری ہو یا جہری۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں، وہ سات ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اس سے پہلے سورت اعراف کی آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکی تھی۔ اگر یہ آیت قراءت خلف الامام کی ممانعت پر نص ہے تو پھر سات ہجری کے بعد یہ کہنا کہ اس واقعے کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے « مَا لِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ » کے الفاظ سنے تو جہری نمازوں میں قراءت خلف الامام ترک کر دی تھی، یہ انتہائی بے معنی سی بات ہے، بالخصوص جب کہ فریقِ ثانی کا کہنا ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول ہی قراءت خلف الامام ہے، لہٰذا نتیجہ واضح ہے کہ یا تو یہ آیت ترکِ قراءت پر نص نہیں یا پھر « فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ » والا جملہ خلافِ واقع ہے۔

تیسرا جواب:

اس دلیل کا قائلینِ وجوب یہ جواب بھی دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے « مَا لِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ » فرما کر صحابہ رضی اللہ عنہم پر نکیر اس لیے نہیں فرمائی کہ انھوں نے قراءت کیوں کی تھی، بلکہ نکیر کا اصل سبب ان کا بلند آواز سے قراءت کرنا تھا، کیوں کہ منازعت صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے، جب اونچی آواز سے قراءت کی جائے۔

---

[1] ترمذي مع التحفة (۲/۲۳۳، ۲۳٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① علامہ علاء الدین فاسی حنفی کی الاحسان میں تبویب بتا رہی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

"ذِكْرُ الْبَيَانِ أَنَّ الْقَوْمَ كَانُوا يَقْرَؤُوْنَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الصَّوْتِ"[1]

''اس بات کا بیان کہ قوم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نبی ﷺ کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کیا کرتے تھے۔''

② ایسے ہی علامہ طاہر حنفی نے "مجمع البحار" (۳/۳٤٧) میں لکھا ہے:

"وَمِنْهُ «مَا لِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآن» أَيْ أُجَاذَبُ فِيْ قِرَاءَتِهِ كَأَنَّهُمْ جَهَرُوْا بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَهُ فَشَغَلُوْهُ، يُنَازِعُنِيْ الْقُرْآن أَيْ لَا يَتَتَابَعُنِيْ لِيْ وَكَأَنِّيْ أُجَاذِبُهُ فَيَعْصِيْ وَيَثْقُلُ عَلَيَّ لِكَثْرَةِ أَصْوَاتِ الْمَأْمُوْمِيْنَ"[1]

[1] مجمع البحار (۳/۳٤٧) بحوالہ توضیح (۲/۳۸۰) تحقیق (۲/۱۱٤)

''اسی سے یہ بھی ہے کہ ''مجھے قرآن پڑھنے میں اُلجھن کیوں ہو رہی ہے؟'' کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبیِ اکرم ﷺ کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کر کے آپ ﷺ کو اُلجھن میں ڈالا تھا۔ "يُنَازِعُنِيْ الْقُرْآن" کا معنی یہ ہے کہ مجھے قرآن پڑھنے میں اُلجھن ہو رہی ہے اور بکثرت مقتدیوں کی آوازوں سے میرے لیے قراءت بوجھل ہو رہی ہے۔''

③ اسی طرح معروف امامِ لغت ابن المنظور نے "لسان العرب" (۱۰/۲۲۹) میں بھی منازعت کے لیے جہری قراءت ہی کا لکھا ہے:

[1] الاحسان (۵/۱۵۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وَذَلِكَ أَنَّ بَعْضَ الْمَأْمُومِينَ جَهَرَ خَلْفَهُ فَنَازَعَهُ قِرَاءَتَهُ فَشَغَلَهُ، فَنَهَى عَنِ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَهُ"[1]

"بعض مقتدیوں نے آپ ﷺ کے پیچھے جہراً قراءت کی اور آپ ﷺ کی قراءت میں الجھن پیدا کی، لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے پیچھے جہری قراءت سے منع فرمایا۔"

4 امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں امام زہری رحمہ اللہ کے قول: "فَانْتَهَى النَّاسُ" کا یہی معنی لکھا ہے: "أَرَادَ بِهِ رَفْعَ الصَّوْتِ خَلْفَ الرَّسُولِ ﷺ"[2]

"اس سے مراد نبی ﷺ کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کرنا ہے۔"

5 "غيث الغمام حاشيه إمام الكلام" میں مولانا عبدالحی نے «مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ» کا معنی و مفہوم یوں لکھا ہے:

"فَهُوَ إِنْ دَلَّ عَلَى النَّهْيِ فَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلَى نَهْيِ الْقِرَاءَةِ الْمُفْضِيَةِ إِلَى الْمُنَازَعَةِ فِي الْجَهْرِيَّةِ"[3]

"اس میں اگر کوئی دلیل ہے تو وہ اس بات کی کہ آپ ﷺ نے جہری قراءت سے منع کیا تھا، جو جہری نماز میں منازعت کا باعث ہوتی ہے۔"

6 علامہ ابن عبدالبر "التمهيد" میں لکھتے ہیں:

"وَلَا تَكُونُ الْمُنَازَعَةُ إِلَّا فِيمَا جَهَرَ الْمَأْمُومُ وَرَاءَ الْإِمَامِ"[4]

"نماز میں منازعت صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب مقتدی امام

---

1. لسان العرب (۱۰/۲۲۹)
2. الاحسان (۵/۱۶۰)
3. غيث الغمام (ص:۱۷۹) بحوالہ تحقیق (۲/۱۱۴) توضیح (۲/۳۸۱)
4. التمهيد (۱۱/۵۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے بلند آواز سے قراءت کرے۔"

⑦ امام قرطبی نے تفسیر "الجامع لأحکام القرآن" میں «مَا لِيَ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ» کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَالْمَعْنٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ: «لَا تَجْهَرْ إِذَا جَهَرْتُ» فَإِنَّ ذٰلِكَ تَنَازُعٌ تَجَاذُبٌ وَ تَخَالُجٌ... اِقْرَأُوْا فِيْ أَنْفُسِكُمْ يُبَيِّنُهُ حَدِيْثُ عُبَادَةَ وَفُتْيَا الْفَارُوْقِ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ الرَّاوِيْ لِلْحَدِيْثَيْنِ فَلَوْ فَهِمَ الْمَنْعَ مِنْ قَوْلِهٖ: «مَا لِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ» لَمَا أَفْتٰى بِخِلَافِهٖ"[1]

"اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب میں جہراً قراءت کروں تو تم جہراً نہ پڑھو، کیوں کہ یہ تلاوت میں الجھن کا باعث ہے، اپنے دل میں قراءت کرو، یہ معنی عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اور حضرت عمر فاروق اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے فتووں سے واضح ہو رہا ہے جو ان دونوں حدیثوں کے راوی ہیں، اگر ان دونوں نے حدیث کے الفاظ: «مَا لِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ» سے ممانعت کا معنی سمجھا ہوتا تو اس کے خلاف کبھی وہ فتویٰ نہ دیتے۔"

⑧ امام منذری کی مختصر سنن ابی داود پر شرح معالم السنن میں امام خطابی "أُنَازِعُ" کا معنی لکھتے ہیں:

"مَعْنَاهُ أُدَاخِلُ فِيْ الْقُرْآنِ وَ أُغَالِبُ فِيْهَا"[2]

"قرآن پڑھنے میں مداخلت محسوس کرتا ہوں اور مغلوب ہو جاتا ہوں۔"

⑨ ماضی قریب کے عظیم مفسر، محدث اور مجتہد علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں

---

① تفسیر قرطبي (۸۲/۱)

② معالم السنن (۱۷۸/۱/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے:

"وَالْمُنَازَعَةُ إِنَّمَا تَكُوْنُ مَعَ جَهْرِ الْمُؤْتَمِّ لَا مَعَ إِسْرَارِهِ" [1]

''منازعت صرف اسی صورت میں ہوتی ہے کہ جب مقتدی بلند آواز سے قراءت کرے، سراً قراءت کرنے سے نہیں۔''

الغرض ان تمام ائمہ لغت اور شارحینِ حدیث کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ منازعت صرف اسی صورت میں ہوتی ہے جب مقتدی بلند آواز سے قراءت کریں۔ نبی ﷺ کا روکنا بھی بلند آواز والی قراءت سے تھا اور امام کے پیچھے جہراً پڑھنے کو کوئی بھی جائز نہیں سمجھتا، رہا معاملہ آہستگی سے قراءتِ فاتحہ کا تو «مَا لِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآنَ» والی حدیث سے اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

چوتھا جواب:

اس حدیث سے اور خصوصاً اس کے آخر میں وارد اثر سے زیادہ سے زیادہ جہری نمازوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے قراءت چھوڑنے کا پتا چلتا ہے، مگر اس سے سری نمازوں میں قراءت کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ پھر اس سے مطلق ممانعت پر استدلال کا کیا معنی ہوا؟ جب کہ جہری میں سکتات میں قراءت کے جواز کا ثبوت بھی ذکر کیا جا چکا ہے، لہٰذا اس حدیث سے دلیل لینا صحیح نہیں ہے۔

پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فتویٰ بھی سری و جہری تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے قراءتِ فاتحہ کے ضروری ہونے کا ہی ہے، جیسا کہ تفصیل ذکر کی جا چکی ہے، اس لیے بھی یہ حدیث قابلِ احتجاج نہیں رہتی اور حضرت عبادہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیثِ خداج۔ احادیثِ فاتحہ خلف الامام اور فتویٰ

[1] نیل الأوطار.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اس بات کے دلائل ہیں کہ اس حدیثِ منازعت سے سورت فاتحہ کی ممانعت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔[1]

اسی سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ بھی صحیح نہیں، کیوں کہ اول تو یعقوب بن سفیان، ذہلی اور یحییٰ بن معین جیسے کبار محدثین کے نزدیک وہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے اور پھر اگر اسے صحیح مان ہی لیا جائے تب بھی اس کے وہی جوابات ہیں جو حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم نے ذکر کیے ہیں۔[2]

مانعین کی چوتھی دلیل:

سنن ابن ماجه، مسند أحمد (٣٣٩/٣)، مصنف ابن أبي شيبه (٣٧٧/١)، موطأ إمام محمد، كتاب القرأءة وسنن كبرى (١٥٩/٢)، ومعرفة السنن و الآثار للبيهقي، جامع المسانيد للخوارزمي (٣٣٥/١)، كتاب الآثار إمام أبو يوسف اور معاني الآثار طحاوي میں مختلف طُرق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ»[3]

”جس نے امام کی اقتدا کی، اس کی قراءت اسے کافی ہے۔“

یاد رہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ، انس، ابو سعید الخدری، ابن عباس، علی، عمران بن حصین اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔[4]

---

[1] للتفصيل: تحقیق (١٠٦/٢، ١٣٣) توضیح (٣٦٦/٢، ٣٩٧)

[2] للتفصيل: توضیح الکلام (٣٦٦/٢، ٣٩٧)

[3] حوالہ جات مذکورہ تحقیق (١٣٤/٢) وما بعد، توضیح (٤٩٦/٢)

[4] نصب الرايه (٦/٢، ١٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانعینِ قراءت کی یہ مشہور و معروف دلیل ہے، حتیٰ کہ ان میں سے علمائے اصول نے آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ﴾ کو ساقط عن الاحتجاج بنا کر اپنے منعِ قراءت کے اثبات کے لیے اس دلیل کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس حدیث سے وجہِ استدلال تو بڑی واضح ہے کہ مقتدی کے لیے امام کی قراءت ہی جب کافی ہے تو پھر مقتدی کو قراءت کی کیا ضرورت ہے؟

پہلا جواب:

اس دلیل کی شہرت کی وجہ سے قائلینِ وجوب فاتحہ نے اس کے دس جواب دیے ہیں، جن میں سے چند اہم جوابات کا خلاصہ ہم ذکر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا پہلا جواب یہ ہے:

یہ روایت متعدد طُرق سے مروی ہونے کے باوجود بھی ضعیف و کمزور اور نا قابلِ استدلال ہے اور اس کا مرفوع و متصل ہونا ثابت نہیں ہے۔

1 اس کی استنادی حیثیت کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ مقتدی سے قراءت کو مطلقاً ساقط کر دینے والوں (احناف) کا استدلال حدیث: «مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ» سے ہے:

"لٰكِنَّهُ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْحُفَّاظِ، وَقَدِ اسْتَوْعَبَ طُرُقَهُ وَعِلَلَهُ الدَّارَقُطْنِي وَغَيْرُهُ"[1]

"لیکن یہ حفاظِ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اور امام دارقطنی وغیرہ نے اس کے طُرق و علل جمع کیے ہیں۔"

ایسے ہی موصوف نے اپنی دوسری کتاب "تلخیص الحبیر" میں فائدے

---

[1] فتح الباري (٣٤٢/٢) طبع دار الإفتاء.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زیرِ عنوان اس روایت کے بارے میں لکھا ہے:

"مَشْهُوْرٌ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ وَلَهُ طُرُقٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَ كُلُّهَا مَعْلُوْلَةٌ"[1]

"یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مشہور ہے اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے کئی طرق ہیں، لیکن سب کے سب معلول ہیں۔"

2. امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے:

"وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيْثُ بِطُرُقٍ، وَلَا يَصِحُّ شَيْئٌ فِيْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ"[2]

"یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے، لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔"

3. امام قرطبی اپنی تفسیر "الجامع لأحکام القرآن" میں رقمطراز ہیں:

"اَمَّا قَوْلُهُ ﷺ: «مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ» فَحَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ"[3]

"البتہ یہ حدیث: "جس نے امام کے ساتھ نماز پڑھی، اس کے لیے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔" ضعیف ہے۔

4. امام ابن حزم نے "المحلّٰی" میں لکھا ہے:

"وَقَدْ جَاءَتْ أَحَادِيْثُ سَاقِطَةٌ كُلُّهَا مِنْهَا «مَنْ كَانَ لَهُ إِمَام

---

1. (۲۳۲/۱/۱) توزیع جامعہ سلفیہ.
2. تفسیر ابن کثیر
3. قرطبي (۸٦/۱/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ»[1]

''اس سلسلے میں کتنی ہی ناقابلِ حجت احادیث مروی ہیں، جن میں سے «مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ» بھی ہے۔''

5 امام المحدثین، امام بخاری ''جزء القراءة'' میں فرماتے ہیں:

''هذا الجزء لم يثبت عند أهل العلم من أهل الحجاز و أهل العراق وغيرهم لإرساله وانقطاعه''[2]

''یہ حدیث حجاز و عراق کے کبار اہلِ علم کے نزدیک مرسل و منقطع ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں۔''

6 امام المجد ابن تیمیہ نے ''منتقى الأخبار'' میں لکھا ہے:

''وقد روي مسندا من طرق كلها ضعاف، والصحيح انه مرسل''[3]

''یہ روایت متعدد طرق سے بھی مروی ہے، مگر وہ سب طرق ضعیف ہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ مسند نہیں مرسل ہے۔''

7 علامہ ابن قیم نے مانعینِ قراءت کے بارے میں اس حدیث کے تعلق سے ''أعلام الموقعين'' میں لکھا ہے:

''إنكم أخذتم بالحديث الضعيف «وهو من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة»[4]

---

1. المحلی (۲۴۲/۳)
2. جزء القراءة مع اردو ترجمہ (ص: ۳۱)
3. المنتقىٰ مع النیل (۲/۱)
4. أعلام الموقعين (۳۰۸/۲/۱) طبع دار الفکر بیروت.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم نے بطور دلیل وہ ضعیف حدیث لی ہے، جس میں ہے کہ امام کے ساتھ پڑھنے والے کے لیے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔''

8 علامہ امیر یمانی نے ''سبل السلام شرح بلوغ المرام'' میں خود بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ''التلخیص الحبیر'' سے اور ''المنتقی'' سے بھی اس کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔[1]

اسی طرح امام ابن الجوزی نے ''العلل المتناهية'' (۱/۴۳۱) میں علامہ عبدالرؤف مناوی نے ''فیض القدیر شرح الجامع الصغیر'' (۶۰/ ۲۰۸) میں، علامہ علقمی نے اپنی شرح الجامع الصغیر میں، امام بیہقی، امام حاکم، سلمہ بن محمد الفقیہ، حافظ ابن موسیٰ رازی نے جیسا کہ معرفہ السنن بیہقی اور نصب الرایہ میں ہے، علامہ ابو الحسن سندھی نے حاشیہ ابن ماجہ میں، امام ابن عدی، امام دارقطنی، خطیب بغدادی، علامہ ابن عبد البر اور ابو حاتم رحمہم اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ان متقدمین محدثین کے علاوہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں، علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے تفسیر فتح البیان میں، مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ نے عون المعبود میں، مولانا عبدالرحمان مبارکپوری نے ''أبكار المنن'' اور ''تحقيق الكلام'' میں اور مولانا اثری نے توضیح الکلام میں اسے ضعیف و ناقابلِ استدلال قرار دیا ہے۔[2]

لہٰذا جب یہ روایت ہی ضعیف ہے تو اسے بطورِ دلیل پیش کرنا ہی اصولی طور پر درست نہیں۔

---

1. المنتقی (۱/۱/۱۷۱)
2. للتفصیل: تحقیق الکلام (۲/۱۳۴، ۱۵۵) توضیح الکلام (۲/۴۹۶، ۵۳۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جواب:

اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کر ہی لیا جائے تو پھر قائلینِ وجوبِ فاتحہ اس کا دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس صورت میں فقہ حنفی کے ایک معروف اصول کی رو سے یہ حدیث نا قابلِ استدلال ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک جب راویِ حدیث اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو اعتماد راوی کے عمل پر ہوگا، روایت پر نہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بسندِ صحیح سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا ثابت ہے۔ علامہ ابو الحسن سندھی نے ان کے اس اثر کو ان کی بیان کردہ اس روایت سے زیادہ قوی قرار دیا ہے۔[1]

فقہ حنفی کے طے شدہ اس اصول کی رو سے بھی اس روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

تیسرا جواب:

اس دلیل کا تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سورت فاتحہ کی ممانعت پر نصِ صریح نہیں اور اس کے برعکس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث (قراءتِ فاتحہ خلف الامام) کے بارے میں واضح برہان ہے، لہٰذا اس حدیث کو مقدم ہونا چاہیے، جیسا کہ علامہ عبد الحی نے امام الکلام میں اعتراف کیا ہے۔[2]

چوتھا جواب:

اس دلیل کا ایک جواب سنن ابن ماجہ کے حاشیے میں علامہ ابو الحسن سندھی حنفی نے یوں دیا ہے:

---

[1] حاشية ابن ماجه (٣٧٨/١)، تحقیق الکلام (٢/ ٦١، ٦٦، ٧٣) توضیح الکلام (٥٣٣/٢)

[2] إمام الكلام (ص: ٢٠٨)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قِيلَ يُحتَمَلُ أَنَّ الْمُرَادَ: «مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ» فَلْيَقْرَأْ بِقِرَاءَتِهٖ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ قِرَاءَةٌ لَهُ فَلْيَقْرَأْ لِنَفْسِهٖ" [1]

"حدیث: «مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ» میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ امام کی قراءت کے ساتھ مقتدی بھی قراءت کرے، کیوں کہ امام کی قراءت امام کے لیے ہے اور مقتدی اپنے لیے خود قراءت کرے۔"

گویا ایک نامور حنفی عالم نے بھی جب اس حدیث کے اس مفہوم کا احتمال پیش کیا ہے تو پھر اس روایت سے استدلال کیونکر صحیح ہوا، کیوں کہ معروف اصولی قاعدہ ہے:

"اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ"

"جب احتمال وارد ہوگیا تو استدلال باطل ہوگیا۔"

پانچواں جواب:

اس دلیل کا پانچواں جواب یہ دیا گیا ہے کہ قراءت سے بھی مطلق قراءت مراد نہیں، بلکہ سورت فاتحہ کے ماسوا کی قراءت مراد ہے کہ امام جب کسی سورت کی قراءت کرے تو وہ مقتدی کے لیے بھی کافی ہے۔ اگر قراءت سے مطلق قراءت مراد لی جائے تو پھر اس عموم میں تو ثنا و دعائے استفتاح بھی آجائے گی، حتی کہ پوری نماز ہی صرف امام کے لیے ہوگی، مقتدی محض کھڑا ہی رہ جائے گا۔ اس کے برعکس حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث خاص سورت فاتحہ کے وجوب سے تعلق رکھتی ہے، لہٰذا اس حدیث کو صحیح ماننے پر قراءت کو دیگر احادیث کے تناظر میں صحیح مفہوم سے لینا ہوگا اور

[1] حاشية ابن ماجه بحوالہ تحقیق الکلام (۲/۱۷۲)، توضیح (۲/۵۵۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ غیر فاتحہ کی قراءت ہے۔[1]

پانچویں دلیل اور اس کا جواب:

مانعینِ قراءت کی طرف سے اور خصوصاً کم پڑھے لکھے اور جاہل قسم کے لوگوں نے یہ دلیل خوب حفظ کر رکھی ہوتی ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھے گا، اس کے منہ میں آگ ڈالی جائے گی اور اس موضوع و مفہوم کی ایک ضعیف روایت بھی ضعفاء ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ہے:

«مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ نَاراً»[1]

''جس نے امام کے پیچھے قراءت کی، اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے گا۔''

لیکن یہ روایت موضوع و باطل اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا و بہتان ہے۔ یہ روایت مامون بن احمد نامی راوی نے گھڑی ہے، خود امام ابن حبان نے اس روایت کو اپنی ''کتاب الضعفاء'' میں وارد کر کے اس کے ضعف کا اشارہ دے دیا ہے اور پھر اس راوی مامون بن احمد کے بارے میں لکھا ہے:

''کَانَ دَجَّالًا مِّنَ الدَّجَاجِلَةِ''

''یہ دجال آدمیوں میں سے ایک دجال تھا۔''

مزید اس کی روایت کردہ اسی موضوع روایت کو نقل کیا ہے جس میں اس راوی کا دجل پنہاں ہے۔ میزان الاعتدل میں اسی راوی کے بارے میں لکھا ہے: ''أَتٰی بِطَامَّاتٍ وَ فَضَائِحَ''، قال ابن حبان: ''دجّال'' اور آگے اس کی مروی اس

---

[1] سبل السلام (۱۷۱/۱/۱)

[1] الضعفاء لابن حبان بحوالہ نصب الرایہ (۱۹/۲)، تحقیق (۱۷۹/۲)

[1] نصب الرایہ (۱۹/۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کے علاوہ وہ روایت بھی لکھی گئی ہے جس میں یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے:

”يَكُوْنُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيْسَ أَضَرَّ عَلَى أُمَّتِي مِنْ إِبْلِيْسَ وَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُوْ حَنِيْفَة، هُوَ سِرَاجُ أُمَّتِي“

”میری امت میں ایک آدمی محمد بن ادریس (امام شافعی رحمہ اللہ) ہو گا، وہ میری امت کے لیے ابلیس سے بھی زیادہ ضرر رساں ہو گا، (والعیاذ باللہ) اور میری امت میں ایک آدمی ابوحنیفہ (امام صاحب رحمہ اللہ) ہو گا، وہ میری امت کا روشن چراغ ہے۔“

اس روایت کے بارے میں امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”مَوْضُوع، لَعَنَ اللّٰهُ وَاضِعَه، وَهٰذِهِ اللَّعْنَةُ لَا تَفُوْتُ أَحَدَ الرَّجُلَيْنِ وَهُمَا مَامُوْنٌ وَالْجُوْئِبَارِي، وَكِلَاهُمَا لَا دِيْنَ لَهُ وَلَا خَيْرَ فِيْه، كَانَا يَضَعَانِ الْحَدِيْثَ“[1]

”یہ من گھڑت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے والے پر لعنت فرمائے اور اس لعنت کا مستحق ان دو میں سے ہر ایک ہے: ”مامون ہو یا جوئباری“ اور یہ دونوں ہی بے دین تھے اور مادۂ خیر سے قطعاً عاری۔ یہ دونوں احادیث گھڑا کرتے تھے۔“

”الدرایه في تخریج أحادیث الهدایة“ (ص: ۹۵) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس راوی کے بارے میں لکھا ہے:

[1] غیث الغمام حاشیه إمام الکلام بحوالہ تحقیق (۲/۱۸۰، ۱۸۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اُتُّهِمَ فِيهِ مَأْمُونُ بْنُ أَحْمَدَ أَحَدُ الْكَذَّابِيْنَ" ①

"اس کی سند کا ایک راوی مامون بن احمد جھوٹوں میں سے ایک ہے، وہ متہم ہے۔"

اس روایت کا موضوع و من گھڑت ہونا اس بات سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اپنا فتویٰ یہ رہا ہے کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنی چاہیے، جیسا کہ سنن کبریٰ اور "کتاب القراء ۃ" بیہقی میں ہے:

"كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ. قَالَ ثَابِتٌ: وَكُنْتُ أَقُوْمُ إِلَىٰ جَانِبِ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ فَيَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ، وَيُسْمِعُنَا قِرَاءَتَهُ لَنَا، فَخُذْ عَنْهُ" ②

"وہ ہمیں امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ثابت رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھتا، وہ سورت فاتحہ پڑھتے اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت بھی پڑھتے اور اپنی قراءت ہمیں بھی سنا دیتے، ان سے یہ مسئلہ سیکھیے۔"

یہی حال حضرت سعد اور عمر رضی اللہ عنہما سے مروی آثار کا بھی ہے۔ ③

گویا راوی کے اپنے عمل و فتوے کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی یہ روایت ناقابلِ استدلال و حجت ہے، جیسا کہ خود مانعینِ قراءت کا اپنا بنایا ہوا اصول ہے۔

غرض کہ مامون بن احمد کی بیان کردہ یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے، لہٰذا

① بحوالہ بالا۔

② کتاب القراءۃ مترجم اردو تحقیق (۲/۱۱)، توضیح (۱/۵۵۰)، وقال: حسن صحیح، الکواکب الدریۃ (ص: ۷۳)

③ تحقیق (۱/۱۰۰، ۱۰۲)، (۲/۲۱۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے ترکِ قراءت پر استدلال کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

اس مفہوم کا ایک اثر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ہے:

"وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْ فِيْهِ جَمْراً"[1]

"مجھے اچھا لگتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے، اس کے منہ میں آگ کا انگارہ ڈالا جائے۔"

مزید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

"لَيْتَ فِيْ فَمِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ حَجَراً"[2]

"کاش امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں پتھر پڑیں۔"

ایسی ہی روایات پر حضرت نظام الدین اولیا کا مذکورۃ الصدر جواب انتہائی کامیاب ہے، جو اس کتاب کے آغاز میں درج ہے۔[3]

قرآن و سنت کی انھی نصوص سے مانعینِ قراءت نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہیے۔ اسی موضوع کی بعض دیگر روایات بھی ہیں، جن سے دلیل لی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بھی کوئی روایت ایسی نہیں جو اپنے موضوع میں صریح و صحیح ہو، بلکہ ضعیف و شاذ اور موضوع و من گھڑت ہونے کی وجہ سے ناقابلِ استدلال و حجت ہیں۔ لہٰذا ہم ان چار حدیثی دلائل پر مشتمل انھی روایات سے وجہِ استدلال اور قائلینِ وجوبِ فاتحہ کی طرف سے ان کے جوابات پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

① ضعفه البخاري و ابن عبد البر، انظر تحقيق (٢/ ٢١٣، ٢١٤)

② نصب الراية (٢/ ٦١)، و موطأ إمام محمد (ص: ٩٨)

③ تفصیل کے لیے اس موضوع کا آغاز دیکھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ

فریقِ ثانی نے قرآن و سنت کے علاوہ بعض آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے بھی استدلال کیا ہے، لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ان آثار میں سے اہم قسم کے آثار کا تذکرہ کرنے سے پہلے آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حجیت کے بارے میں چند ایک اجمالی اصول ذکر کر دیں، جن سے مجموعی طور پر آثار کی حیثیت متعین ہو جائے گی اور اس بات کا پتا چل جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کب حجت ہیں اور کب نہیں؟

حجیتِ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرائط:

اس سلسلے میں کبار ائمہ احناف نے تصریح کی ہے کہ احناف کے یہاں صحابی کا قول حجت ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ کوئی مرفوع حدیث اس کی نفی نہ کر رہی ہو، اگر کسی مرفوع حدیث سے اس اثر کی نفی ہو رہی ہو تو وہ اثر قابلِ حجت نہیں ہوگا۔

1. امام ابن ہمام نے "فتح القدير شرح الهدايه" (٢٦٤/٢) میں لکھا ہے:

"اِنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ فَيَجِبُ تَقْلِيْدُهُ عِنْدَنَا إِذَا لَمْ يَنْفِهِ شَيْئٌ آخَرُ مِنَ السُّنَّةِ" [1]

"صحابی کا قول حجت ہے اور اسے اختیار کرنا واجب ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کی نفی کسی حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوتی ہو۔"

2. امام ابن ہمام کا یہی قول علامہ عبدالحی نے "امام الكلام" (١٦١، ٢٢٢ قديم) میں بھی ذکر کیا ہے۔

3. ملا علی قاری نے "مرقاة شرح مشكاة" (٢٣٤/٢) میں لکھا ہے:

"قَوْلُ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَنَا إِذَا لَمْ يَنْفِهِ شَيْئٌ آخَرُ مِنَ

[1] فتح القدير (٢٦٤/٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السُّنَّةِ“[1]

”صحابی کا قول ہمارے نزدیک تب حجت ہے جب سنت سے اس کی نفی نہ ہوتی ہو۔“

4 ایسے ہی کبار ائمہ احناف نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ صحابی کا اثر وقول حجت ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ صحابی کے بیان کردہ اس حکم کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافِ رائے نہ پایا جاتا ہو اور اگر کسی حکم کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہو تو پھر اس مسئلے میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوگا، چنانچہ ”نور الأنوار“ (ص: ۲۱۶) میں لکھا ہے:

”وَهٰذَا الْإِخْتِلَافُ الْمَذْكُوْرُ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِيْ وُجُوْبِ التَّقْلِيْدِ (أَيْ تَقْلِيْدِ الصَّحَابِيِّ) وَعَدَمِهِ فِيْ كُلِّ مَا ثَبَتَ عَنْهُمْ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ بَيْنَهُمْ“[2]

”علما کے مابین قولِ صحابی کے حجت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، وہ اس مسئلے میں ہے، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین کوئی اختلاف نہ پایا جاتا ہو۔“

5 اصولِ فقہ حنفی ہی کی ایک دوسری کتاب ”توضیح“ (ص: ۳۲۲) میں صحابی کی تقلید سے متعلق فصل میں لکھا ہے:

”يَجِبُ إِجْمَاعاً فِيْمَا شَاعَ فَسَكَتُوْا مُسَلِّمِيْنَ، وَلَا يَجِبُ إِجْمَاعاً فِيْمَا ثَبَتَ الْخِلَافُ بَيْنَهُمْ“[3]

---

[1] المرقاة (۲/۲۳٤)

[2] نور الأنوار (ص: ۲۱٦)

[3] توضیح (ص: ۳۲۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”وہ قول واجب عمل ہے جو ان کے مابین مشہور ہو اور ان سب نے اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہو اور وہ بالاجماع واجب عمل نہیں ہے، جس کے بارے میں ان کے مابین اختلاف پایا گیا۔“

6 ”غيث الغمام حاشية إمام الكلام“ (ص: ۱۰۹، ۱۵۵) میں علامہ عبدالحی نے لکھا ہے:

”حُجَّةُ آثَارِ الصَّحَابَةِ إِنَّمَا تَكُوْنُ مُفِيْدَةً إِذَا لَمْ يَكُنِ الْأَمْرُ مُخْتَلِفاً فِيْهِ بَيْنَهُمْ“[1]

”آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حجت اس وقت مفید ہوگی، جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین مختلف فیہ نہ ہو۔“

یہ تو علمائے احناف کی تصریحات کے مطابق آثارِ صحابہ کی حجیت سے متعلق مختصر بحث تھی، جب کہ احناف کی طرح دیگر فقہا اور محدثین کے نزدیک آثارِ صحابہ کی حجیت ان دو شرطوں کے ساتھ ہی مشروط ہے کہ اس مسئلے میں نہ تو کوئی مرفوع حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مخالف ہو اور نہ صحابہ کے مابین ہی اس مسئلے میں اختلافِ رائے ہو۔[2]

مسئلہ زیرِ بحث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

مسئلہ زیرِ بحث میں آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پوزیشن یہ ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امام کے پیچھے سورت فاتحہ کا ترک قولاً یا فعلاً ثابت ہے، انھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سورت فاتحہ خلف الامام کا پڑھنا ترک کی نسبت بہتر اسناد سے ثابت ہے، جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے ”التمهيد شرح الموطأ“ میں لکھا ہے:

---

1 غيث الغمام (ص: ۱۰۹، ۱۵۵)

2 نقلاً عن التحقيق (۲/ ۲۰۲، ۲۰۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وَلَا أَعْلَمُ فِي هَذَا الْبَابِ صَاحِباً صَحَّ عَنْهُ بِلَا اِخْتِلَافٍ أَنَّهُ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْكُوفِيُّوْنَ إِلَّا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحْدَهُ"

"مجھے اس مسئلے میں کسی بھی صحابی سے بلا اختلاف یہ بات معلوم نہیں کہ اس نے اہلِ کوفہ (احناف) کی طرح ترکِ قراءت کا کہا ہو، سوائے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے۔"

ایسے ہی انھوں نے اپنی ایک دوسری کتاب "الاستذکار" میں لکھا ہے:

"وَلَا أَعْلَمُ فِي هَذَا الْبَابِ مِنَ الصَّحَابَةِ مَنْ صَحَّ عَنْهُ مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْكُوفِيُّوْنَ مِنْ غَيْرِ اخْتِلَافٍ إِلَّا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحْدَهُ"

"مجھے اس مسئلے میں کسی بھی صحابی سے صحیح سند سے یہ روایت نہیں ملی کہ جس میں بلا کسی اختلاف کے کسی صحابی نے اہلِ کوفہ والی رائے اختیار کی ہو، سوائے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے۔"

ان دونوں عبارتوں کا ماحصل یہ ہوا کہ جس صحابی سے امام کے پیچھے سورت فاتحہ کا ترک کرنا ثابت ہے، اسی سے اس کے برخلاف سورت فاتحہ کا پڑھنا بھی ثابت ہے، سوائے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے۔ ان سے ترکِ فاتحہ تو ثابت ہے، لیکن قراءتِ فاتحہ ثابت نہیں ہے اور یہ بات تو علامہ ابن عبد البر کے اپنے علم کی حد تک ہے کہ ان سے قراءتِ فاتحہ ثابت نہیں، جب کہ علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے ان کی اس بات کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ خود حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی بسندِ صحیح ثابت ہے کہ وہ بھی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے، چنانچہ سنن ابن ماجہ، سنن کبریٰ بیہقی اور "کتاب القراءۃ" بیہقی میں حضرت جابر بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«كُنَّا نَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» [1]

''ہم امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور کوئی سورت اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔''

اس اثر کے بارے میں حاشیہ میں زوائد ابن ماجہ علامہ بوصیری سے نقل کرتے ہوئے، علامہ سندھی حنفی نے لکھا ہے:

''هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهُ ثِقَاتٌ'' [2]

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

ایک دوسرے حنفی عالم مولانا عبدالحی نے بھی ''امام الکلام'' (ص: ۳۲) میں لکھا ہے:

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سری نمازوں میں قراءت خلف الامام کے قائل تھے۔''

جب مسئلہ زیرِ بحث میں ہر صحابی سے دو طرح کے آثار ملتے ہیں اور ان میں سے بھی صحیح تر قراءتِ فاتحہ کے ہیں تو پھر ترک والوں کی کیا حیثیت ہوگی؟

ان دو تین اصولی باتوں کو ذہن میں رکھیں، تا کہ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تذکرے میں آپ خود فیصلہ کرسکیں کہ ان میں قوتِ دلیل کس قدر ہے؟

پہلا اثر:

فریقِ ثانی نے اپنے موقف کی تائید میں جو آثار پیش کیے ہیں، ان میں سے

---

[1] ابن ماجه، السنن الكبرىٰ بيهقي (۲/۱۰۷)، كتاب القراءة مترجم (ص: ۷٤) وقد مرَّ.

[2] بحوالہ تحقیق (۲/۱۰۵) توضیح (۱/۵۰۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پہلا اثر موطا امام محمد (ص: ۹۸) میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ہے:

"لَيْتَ فِيْ فَمِ الَّذِيْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ حَجَراً"[1]

"کاش امام کے کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ڈالا جائے۔"

اس اثر کی سند میں ابن عجلان مدلس اور صغار تابعین میں شمار ہوتا ہے، جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہ سے احادیث سننا (سماع) ثابت ہی نہیں، لہٰذا اوّلاً تو یہ سند ہی صحیح نہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ اثر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت سری و جہری نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا پتا دینے والے اثر کے خلاف ہے اور صحیح کے مقابلے میں ایسا منقطع اثر کیا وقعت رکھتا ہے؟[1]

مزید صحیح سند والا اثر ہم فریقِ اول کی تائید میں پیش کیے جانے والے آثار میں سے اثرِ اول کے طور پر ذکر کر چکے ہیں، ایسے ہی آثار (پتھر، آگ، مٹی) کے لیے حضرت نظام الدین اولیا کا جواب بڑا مفید ہے، اس پر بھی نظر ڈال لیں۔

دوسرا اثر:

انھی معنوں میں ایک اثر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جو موطا امام محمد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، جسے "التعليق الممجد حاشية موطا إمام محمد" میں مولانا عبدالحی نے، "الاستذکار" لابن عبد البر کے حوالے سے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ابن عبد البر نے "التمهيد" میں بھی اسے ضعیف کہا ہے اور امام بخاری نے "جزء القراءة" میں اسے ضعیف شمار کیا ہے۔[3]

---

1. موطأ إمام محمد (ص: ۹۸) ونصب الرايه (۲/ ۲۱) وقد مرّ قريباً.
2. تحقیق (۲/ ۲۱٤) توضیح (۲/ ۷۳۳)
3. جزء القراءة (ص: ٤٠)، تحقیق (۲/ ۲۱۳، ۲۱٤)، توضیح (۲/ ۷۳۸، ۷۵۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا اور چوتھا اثر:

اس سے ملتا جلتا ایک تیسرا اثر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو "شرح معانی الآثار طحاوي" میں ہے، جس میں ہے:

"لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خلف الْإِمَامِ مُلِيَ فُوهُ تُرَاباً" ①

"کاش امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں خاک ڈالی جائے۔"

جب کہ "جزء القراءۃ" میں ہے:

"وَدِدْتُ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِيَ فُوهُ نَتِناً" ②

"کاش امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کا منہ بدبو سے بھر دیا جائے۔"

یہ دونوں آثار بھی صحیح نہیں ہے، بلکہ پہلا اثر ابو اسحاق سبیعی اور خدیج بن معاویہ دو راویوں میں سے پہلے کے مدلس و متکلم فیہ اور دوسرے کے ضعیف ہونے کی وجہ سے نا قابلِ استدلال ہے۔ دوسرے اثر کو روایت کر کے خود امام بخاری نے اسے مرسل و نا قابلِ استدلال قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ لعنت ملامت کا انداز اور قائلینِ وجوبِ فاتحہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہ سے مٹی یا بدبو بھرے جانے کی تمنا پر مشتمل کلام کسی صحابی کا تو کیا یہ تو اہلِ علم کی شان کے بھی خلاف ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات (قراءتِ فاتحہ) ثابت ہے تو پھر اسود وغیرہ کے ان بیانات میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ ③

① شرح معاني الآثار (١/١٢٩)

② جزء القراءة بخاري مترجم اردو (ص: ٤٠)

③ جزء القراءة مع اردو (ص: ٤٠، ٤١)، تحقیق (٢/٢١٥، ٢١٦)، حاشیہ توضیح (٢/٧١٨، ٧١٩)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل یہ رہا ہے کہ وہ امام کے پیچھے (خصوصاً سری نمازوں میں) قراءت کیا کرتے تھے، جیسا کہ فریقِ اول کے تائیدی آثار میں سے اثرِ سوم ذکر کیا جا چکا ہے اور اس اثر کی سند بھی صحیح ہے، لہٰذا یہ غیر اہلِ علم کے سے انداز کا اثر اس کا کیا مقابلہ کرے گا؟

موطا امام محمد (ص: ۹٤) میں ایک اثر وہ بھی ہے جس کی رو سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سری و جہری کسی نماز میں قراءت نہیں کرتے تھے، لیکن وہ سخت ضعیف ہے اور دوسری نمازوں میں قراءت کرنے کا پتا دینے والے صحیح اثر کے خلاف بھی ہے۔[1]

البتہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بعض آثار صحیح اسناد سے بھی مروی ہیں، جن میں سے ایک تو ان سے دو طریق سے بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، طحاوی، موطا امام محمد، مصنف عبد الرزاق اور معجم طبرانی کبیر میں ہے، جس میں حضرت ابو وائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا میں امام پیچھے قراءت کر سکتا ہوں تو انھوں نے جواب دیا:

”اِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغُلًا، سَيَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ“[2]

”یہ نماز میں مشغولیت ہوگی، آپ کو امام کی قراءت ہی کافی ہے۔“

یہ اثر سند کے اعتبار سے تو صحیح ہے، لیکن اس کا تعلق جہری نمازوں سے ہے، کیوں کہ سری نمازوں میں تو ان سے قراءت خلف الامام صحیح سند سے ثابت ہے، جیسا کہ فریقِ اول کی تائید میں ذکر کیے گئے آثار میں سے اثرِ سوم شاہد ہے، اسی طرح ”جزء القراءۃ“ امام بخاری رحمہ اللہ اور بعض دیگر کتب میں ایک اور اثر میں حضرت

---

[1] توضیح (۷۱٦/۲، ۷۱۸)

[2] ابن أبي شيبة (۳۷٦/۱)، عبد الرزاق (ح: ۲۸۰۳)، المعجم الكبير للطبراني (۳۰۳/۹)، (ح: ۹۳۱۱)، توضیح (۷۱٤/۲، ۷۱۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ، إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا سَيَكْفِيكَ ذٰلِكَ الْإِمَامُ" ①

"قرآن سننے کے لیے خاموش رہو، یہ نماز میں مشغولیت ہوگی، تمھارے لیے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔"

اس اثر کی سند بھی حسن صحیح ہے، لیکن اس کا تعلق بھی جہری نمازوں سے ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ یہی اثر "أَنْصِتْ" کے الفاظ سے نقل کرنے کے بعد اس کے بارے میں امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"دَلَّ أَنَّ هٰذَا فِي الْجَهْرِ، وَ إِنَّمَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا سَكَتَ فِيهِ الْإِمَامُ" ②

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جہری نمازوں کے بارے میں ہے، البتہ جب امام سراً قراءت کرے تو مقتدی بھی قراءت کرے۔"

غرض انصات و خاموشی کا تعلق ہی چونکہ صرف جہری نمازوں سے ہوتا ہے، لہٰذا اس اثر کو سری نمازوں میں قراءت کی مخالفت کے بارے میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

پانچواں اثر:

پانچواں اثر مختلف دو سندوں سے دارقطنی، طحاوی، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور "کتاب القراءة" بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ہے:

① جزء القراءة، نصب الراية (۲/۱۲)، توضیح (۲/۷۱۸)

② جزء القراءة (ص: ۱۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ"۔[1]

"جس نے امام کے ساتھ قراءت کی، وہ فطرتِ سلیمہ پر نہیں۔"

لیکن از روئے سند یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ خود امام دارقطنی نے اسے کئی طرق سے روایت کر کے لکھا ہے: "لَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ" (۳۳/۱/۱)

اس کے ضعیف ہونے کے اسباب کی تفصیل "التمهيد" لابن عبدالبر، "جزء القراءة" امام بخاری مع اردو ترجمہ (ص: ۳۹) "فتح القدير شرح هداية" (۱۳۷/۱) الضعفاء ابن حبان "كتاب القراءة" بيهقي مترجم (ص: ۱۴۸، ۱۴۹)، "المجروحين ابن حبان" (۵/۲) "ميزان الاعتدال" ذہبی (۴۸۳/۲) "تحقيق الكلام" (۲۰۹/۲، ۲۱۲) اور "توضيح الكلام" (۷۲۸/۲، ۷۳۱، ۷۳۲) میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

جب یہ اثر ہی ضعیف ہے تو پھر اس سے استدلال کرنا یا تائید لینا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا، خصوصاً جب کہ اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ وہ مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے اور ان کا یہ صحیح اثر ہم قائلینِ وجوب کے دلائل کی تائید کے ضمن اثرِ دوم کے طور پر ذکر کر آئے ہیں۔

چھٹا اثر:

اس سلسلے میں چھٹا اثر خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروی ہے، جس میں حضرت نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں پوچھا گیا

---

[1] دارقطني (۳۳۱/۱/۱، ۳۳۲)، مصنف عبد الرزاق (۱۳۸/۲، ۱۳۹)، إرواء الغليل (۲۸۳/۲)، تحقيق الكلام (۲۰۹/۲)، توضيح (۷۲۷/۲، ۷۲۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا تو انھوں نے فرمایا:

إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ، وَ إِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيَقْرَأْ"

"تم میں سے جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءت ہی کافی ہے اور جب وہ اکیلا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ قراءت کرے۔"

مزید وہ بیان فرماتے ہیں:

"وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ"[1]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔"

موطا امام محمد میں ایک اور طریق سے مروی ہے:

"كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ"[2]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔"

سنن کبریٰ اور "کتاب القراءۃ" بیہقی میں ہے:

"كَانَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ جَهَرَ أَوْ لَمْ يَجْهَرْ، وَ كَانَ رِجَالٌ أَئِمَّةٌ يَقْرَأُوْنَ خَلْفَ الْإِمَامِ"[3]

"وہ امام کے پیچھے جہری دسری نماز میں قراءت نہیں کرتے تھے، جب کہ دیگر ائمہ کرام (صحابہ میں سے اہلِ علم لوگ) امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ اثر مجمل ہے، جب کہ انھی سے مروی دوسرے آثار

---

[1] موطا مع الزرقاني (١/١٧٨)، دارقطني وموطأ إمام محمد.

[2] موطأ إمام محمد (ص: ٩٦)

[3] بيهقي (٢/١٦١)، كتاب القراءة مترجم (ص: ١٦٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں صراحت موجود ہے کہ وہ صرف جہری نمازوں میں قراءت کے قائل نہیں تھے اور سری نمازوں میں وہ بھی پڑھتے تھے، جیسا کہ امام مالک کی تبویب "بَابُ تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا يَجْهَرُ فِيهِ" سے اشارہ ملتا ہے اور جیسا کہ امام الکلام میں علامہ عبدالحی نے بھی تسلیم کیا ہے (ص: ۲۲۱)۔

فریقِ اول کی تائید کرنے والے آثار میں اثرِ ہفتم بھی تھا، جو پانچ مختلف اسانید سے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اب رہے وہ آثار جن میں سری میں بھی نہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے تو ان کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ امام بیہقی نے "السنن الکبریٰ" (۱۶۱/۲) میں لکھا ہے:

"وَ الْمُثْبِتُ أَوْلَىٰ مِنَ النَّافِي"

"ثابت کرنے والا نفی کرنے والے سے اولیٰ ہوتا ہے۔"

یہ ایک عام اصول ہے۔ اس اعتبار سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سری نماز میں قراءت خلف الامام کا عمل ہی اثبت و ارجح ہے، لہٰذا ان نفی کرنے والے آثار میں مانعینِ قراءت کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔[1]

ساتواں اثر:

سنن ترمذی میں ہے کہ حضرت وہب بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے:

"مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ"[2]

[1] کتاب القراءة بیهقي اردو (ص: ۱۶۶، ۱۶۷) توضیح الکلام (۷۰۵/۲، ۷۱۰)

[2] ترمذي مع التحفة (۲۵۲/۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس نے کوئی رکعت بھی ایسی پڑھی، جس میں قراءتِ فاتحہ نہ کی، اس کی وہ رکعت نہیں ہوئی، سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔''

اس اثر سے بھی دلیل لی جاتی ہے اور یہ ہے بھی سنداً صحیح۔

1 حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے صحیح سند کے ساتھ ابن ماجہ، سننِ کبریٰ اور ''کتاب القراءۃ'' بیہقی کے حوالے سے ایک اثر فریقِ اول کی تائیدیں اثرِ پنجم کے طور پر ذکر کیا جا چکا ہے، جیسے علامہ بوصیری، ابو الحسن سندھی اور علامہ عبد الحی لکھنوی جیسے کبار علمائے احناف نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے، لہٰذا اس اثر سے زیادہ سے زیادہ جہری نمازیں مراد لی جاسکتی ہیں، جن میں امام بلند آواز سے قراءت کر رہا ہو۔

2 دوسری بات یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد صرف وہ رکعت ہو، جس میں مقتدی امام کو رکوع میں پاتا ہے، چنانچہ امام ابن خزیمہ نے امام احمد بن حنبل کے ہم عصر اور ایک بلند پایہ مجتہد امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِهِ الَّتِي يُدْرِكُ الْمَأْمُومُ إِمَامَهُ رَاكِعاً فَيُجْزِئُ عَنْهُ بِلَا قِرَاءَةٍ''[1]

''اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے وہ رکعت مراد ہو، جسے مقتدی اس وقت پاتا ہے، جب کہ امام رکوع جا چکا ہو، اس صورت میں اس کی وہ رکعت بلا قراءت ہو جائے گی۔''

[1] تحفة الأحوذي (٢/٢٥٢)، كتاب القراءة بيهقي مترجم، توضيح (٢/٧١٣_٧١٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی محض ایک احتمال ہی ہے، جس کے بارے میں تفصیل ذکر کی جا چکی ہے کہ مدرکِ رکوع کی رکعت ہوتی ہے کہ نہیں؟!

بہرحال امام اسحاق نے اس اثر کے عموم کو رکوع کی رکعت سے خاص کر دیا ہے، اب مقامِ غور یہ ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ اس اثر سے «لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» والی حدیث کے عموم کی تخصیص کریں تو مانعینِ قراءت اسے قبول کر لیتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ اگر امام اسحاق بن راہویہ اسی اثر کے عموم کو رکوع کی رکعت سے خاص کریں تو اسے قبول نہ کیا جائے؟!

3 ایک تیسری بات یہ بھی پیشِ نظر رکھیں کہ اس اثر میں عموم مطلق ہے تو پھر یہ اثر خود مانعینِ قراءت (احناف) کے اپنے مسلک کے خلاف بھی ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ تو کجا مطلقاً قراءت ہی فرض نہیں۔ چپ چاپ کھڑے رہیں، یا صرف ''سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ'' ہی کہہ دیجیے تو بھی نماز ہو جائے گی، لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ امام اسحاق رحمہ اللہ کے قول کے مطابق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی اس اثر اور انھی سے مروی وجوبِ قراءتِ فاتحہ والے اثر کے مابین تطبیق بھی ہو جائے۔[1]

آٹھواں اثر:

مانعینِ قراءت اپنی تائید میں جو آٹھواں اثر پیش کرتے ہیں، وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم اور معانی الآثار طحاوی میں مروی ہے، جس میں حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا امام کے ساتھ قراءت کی جا سکتی ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

[1] أیضاً.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ"[1]

"امام کے ساتھ کسی چیز میں بھی قراءت نہیں۔"

یہ اثر سند کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن اس سے مراد سورت فاتحہ کے سوا کی قراءت ہے یا پھر اسے ترکِ جہر پر محمول کرنا ضروری ہے، تاکہ اس اثر اور مرفوع احادیثِ رسول اللہ ﷺ میں موافقت پیدا ہو جائے، جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں اور امام بیہقی نے "کتاب القراءۃ" میں کہا ہے، چنانچہ شرح مسلم میں امام نووی نے اس اثر کے دو جواب ذکر کیے ہیں، جن کا خلاصہ و ماحصل یہ ہے:

① صحیح احادیث جیسے: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ» اور «اِذَا كُنْتُمْ خَلْفِيْ فَلَا تَقْرَأُوْا اِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ» اور ایسی ہی دیگر ثابت شدہ احادیث، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور کسی بھی دوسرے صحابی کے قول پر مقدم ہیں (حدیثِ رسول اللہ ﷺ اور قولِ صحابی رضی اللہ عنہم میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہے)۔

② حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول جہری نمازوں میں سورت فاتحہ کے بعد والی سورت پڑھنے کی ممانعت پر محمول ہو گا اور یہ تاویل بھی محض اختیاری نہیں، بلکہ سخت ضروری ہے، تاکہ صحیح احادیثِ رسول اللہ ﷺ اور قولِ ہذا میں مطابقت و موافقت پیدا ہو جائے۔[2]

امام بیہقی نے "کتاب القراءۃ" میں اس اثر کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے پیچھے جہراً قراءت نہیں ہے اور صحابہ و تابعین

---

① مسلم مع النووي، طحاوي: (١/ ١٢٤)

② شرح مسلم نووي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے جتنے بھی حضرات سے ایسے آثار مروی ہیں اور سنداً بھی صحیح ہیں اور مانعینِ قراءت جن سے دلیل لیتے ہیں، ان سب میں یہ احتمال موجود ہے کہ ان سے جہری قراءت کی ممانعت مراد لی جائے اور سورت فاتحہ کے سوا دوسری کوئی سورت یا قرآن کا کوئی حصہ پڑھنے کی ممانعت مراد لی جائے۔

جب تاویل کا احتمال پیدا ہوجائے تو کوئی روایت اختلافی مسائل میں نص ثابت نہیں ہوسکتی الخ ....[1]

انہی دونوں کبار ائمہ کی تشریحات کا خلاصہ علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے تحقیق الکلام میں بھی نقل کیا ہے۔[2]

نواں اثر:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے ایک مشترکہ طور پر مروی اثر امام طحاوی نے روایت کیا ہے، جس میں ہے:

"لَا تَقْرَأُوا خَلْفَ الْإِمَامِ شَيْئًا فِي الصَّلَاةِ"[3]

''نماز میں امام کے پیچھے کچھ بھی نہ پڑھو۔''

یہ اثر از روئے سند صحیح نہیں۔[4] پھر حضرت ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے صحیح اسناد کے ساتھ سری نمازوں میں قراءت ثابت ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی پر محمول ہوگا۔

---

(1) كتاب القراءة ونقل تضعيف البخاري له (ص: ١٦٧، ١٦٨) مترجم اردو.

(2) تحقيق (٣١٨/٢)

(3) نصب الرايه: (٣/٢)، طحاوى: (١/ ١٢٩)

(4) للتفصيل: توضیح (٧١٠/٢، ٧١١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں اثر:

ایک اثر موطا امام محمد اور ''کتاب القراءۃ'' بیہقی میں بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ہے:

''مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ'' ①

''جس نے امام کے پیچھے قراءت کی، اس کی کوئی نماز نہیں۔''

اس اثر کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس کی سند میں بعض راویوں کا بعض دیگر سے سماع ثابت نہیں ہے اور ایسی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ ②

امام بیہقی رحمہ اللہ کے علاوہ امام بخاری کا یہ فیصلہ علامہ زیلعی حنفی نے بھی اپنی کتاب نصب الرایہ میں نقل کیا ہے۔ ③

جب کہ الاستذکار میں علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ اثر منکر ہے، صحیح نہیں اور اس پر علما کا اجماع ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز مکمل ہے، اور اس پر کوئی اعادہ نہیں ہے۔ ④

علامہ لکھنوی نے لکھا ہے:

''كَأَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْقِرَاءَةِ الْمُخِلَّةِ بِالْاِسْتِمَاعِ'' ⑤

''یہ اثر ایسی قراءت پر محمول کیا جائے گا جو قراءت استماع (بغور سننے) میں خلل انداز ہو۔''

---

① موطأ (ص: ١٠٠)، كتاب القراءة (ص: ١٦٧)

② كتاب القراءة (ص: ١٦٧، ١٦٨)

③ نصب الراية (٢/٢٠)

④ الأستذكار (٢/١٩٣٠)

⑤ التعليق الممجد (ص: ١٠٠)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض دو حرفی خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ آثار سند کے اعتبار سے صحیح نہیں اور اگر بعض از روئے سند صحیح ہیں تو وہ ممانعت میں صریح نہیں، بلکہ محض محتمل ہیں۔ دوسری صحیح وصریح احادیثِ مرفوعہ ہونے کی وجہ سے یا تو ان آثار کی تاویل ضروری ہے یا پھر ان کا ترک، کیوں کہ احادیثِ رسول اللہ ﷺ تو بہر حال آثار سے مقدم ہوں گی اور جو صورتِ حال ان ذکر کیے گئے آثار کی ہے، وہی بعض دیگر آثار کی بھی ہے، لہٰذا طوالت کے خوف سے ان سب کی تفصیل سے صرفِ نظر کر رہے ہیں۔

قد کاٹھ بڑھانے کے لیے:

بعض مولفین نے اپنی کتب میں ترکِ قراءت کا مسلک دس، ستر اور اسّی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف بھی منسوب کردیا ہے، جیسا کہ ''عمدة القاري'' (۱۳/۶/۳) میں علامہ بدر الدین عینی نے اور روح المعانی میں علامہ آلوسی نے کیا ہے، انھیں سے مولانا رشید احمد، مولانا سرفراز صفدر اور مولفِ ''الفرقان'' نے بھی یہ چیز نقل کی ہے، جب کہ علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے تحقیق الکلام جزء دوم میں پہلے اثر کو بالکل بے اثر اور موضوع ومن گھڑت ثابت کیا ہے، جسے علامہ عبد الحی حنفی رحمہ اللہ نے بھی غیر مستند بات قرار دیا ہے اور آگے جو بات کا وزن بڑھانے کے لیے اسّی صحابہ کی کی طرف یہ مسلک بیک جنبشِ قلم منسوب کیا گیا ہے، جن میں حضرت علی اور عبادلہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا بطورِ خاص ذکر کیا ہے، اس پر علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے صاحب عمدۃ القاری پر تعجب کا اظہار کیا ہے اور دعوے سے لکھا ہے کہ اسّی تو کیا اور دس پندرہ بھی کیا، صرف حضرت علی مرتضیٰ اور عبادلہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہی سے جن کا نام بالتخصیص لیا گیا ہے، قیامت تک قراءتِ فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

پھر اپنی تائید میں علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے امام بخاری کی ''جزء القراءة''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اور مولانا لکھنوی حنفی کی ”إمام الکلام“ سے بھی عبارتیں نقل کی ہیں۔ تفصیل کے لیے ”تحقیق الکلام“ (۲/۲۰۳۔۲۰۹) طبع فاروقی کتب خانہ ملتان اور ”توضیح الکلام“ (۲/۷۳۶) ملاحظہ فرمالیں۔

دعوائے اجماع کی حقیقت:

مانعینِ قراءت نے اس مسئلے پر اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دعویٰ بھی کیا ہے، جیسا کہ علامہ برہان الدین مرغینانی نے ”هداية“ میں لکھا ہے:

”وَعَلَيْهِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ“

”ترکِ قراءت خلف الامام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔“

شرح ہدایہ میں ابن الہمام اور علامہ عینی نے بھی صاحبِ ہدایہ کی تائید کی ہے۔ جب کہ اجماع کا یہ دعویٰ قطعاً غیر صحیح و بلا سند ہے، کیوں کہ اگر زیادہ نہیں تو محض موطا امام محمد اور شرح معانی الآثار طحاوی کا ہی مطالعہ کر لیا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہرگز نہیں ہو سکتا، بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس مسئلے میں اختلاف اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔ متقدمین علمائے احناف کے علاوہ متاخرین میں سے بھی مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے قراءتِ فاتحہ سے متعلقہ رسائل و کتب میں اس مسئلے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین مختلف فیہ ہونے کی تصریح کی ہے اور صاحبِ ہدایہ کی بات پر تعاقب کرتے ہوئے ہدایہ ہی کے ایک محشی مولانا اللہ داد جونپوری نے لکھا ہے:

”لَوْ كَانَ بِهِ إِجْمَاعاً لَكَانَ الشَّافِعِيُّ أَعْرَفَ بِهِ“[1]

”اگر اس مسئلے میں اجماع ہوتا تو امام شافعی رحمہ اللہ اسے ضرور جانتے ہوتے۔“

---

[1] حاشیه هداية (١/ ١٢٠)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ لکھنوی نے آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرتے ہوئے امام الکلام میں لکھا ہے:

"فَهٰذِهٖ آثَارٌ شَهِدَتْ بِأَنَّ الْمَسْئَلَةَ خِلَافِيَّةٌ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَ أَئِمَّةِ الْأُمَّةِ" ①

''ان آثار سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ یہ مسئلہ قراءتِ فاتحہ خلف الامام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ امت کے درمیان مختلف فیہ ہے۔''

علامہ لکھنوی ہی نے "التعليق الممجد علىٰ موطا الإمام محمد" میں لکھا ہے:

"وَأَمَّا مَا ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ مِنْ إِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْمَنْعِ، فَلَيْسَ بِصَحِيْحٍ، لِكَوْنِ الْمَسْئَلَةِ مُخْتَلِفاً فِيْهَا بَيْنَ الصَّحَابَةِ" ②

''صاحبِ ہدایہ کا ترکِ قراءت پر اجماع کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین مختلف فیہ ہے۔''

خود علمائے احناف کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ قراءتِ فاتحہ کے مسئلے میں مانعین کا اپنے حق میں اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دعویٰ محض طفل تسلی ہے، جس کی دنیائے علم و تحقیق میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ علامہ عینی نے اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس موہوم دعوے کی تائید میں اس کی چار توجیہات پیش کی ہیں اور ان چاروں کی تردید خود انھی کے ہم مسلک عالم علامہ لکھنوی نے کر دی ہے، جس کا تذکرہ تحقیق الکلام میں بھی آگیا ہے، لہٰذا اس (۲/۲۲٤، ۲۲۵) کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

---

① إمام الكلام (ص: ٢٦)

② التعليق الممجد (ص: ٩٩)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض بقول علامہ لکھنوی اس مسئلے میں اجماعِ سکوتی ہے نہ اجماعِ صراحتی اور نہ ہی اجماعِ اکثری، اور اجماعِ اکثری کی حقیقت بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور جمہور اہلِ علم منعِ قراءت کے بجائے وجوبِ قراءت کے قائل و فاعل اور آمر رہے ہیں، جیسا کہ سنن ترمذی میں امام صاحب نے بھی نقل کیا ہے، وہ سری اور جہری نماز میں ہو یا صرف سری نمازوں میں یا پھر جہری نمازوں کے سکتاتِ امام میں، چنانچہ امام ترمذی لکھتے ہیں:

« وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَرَأَىٰ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَ التَّابِعِيْنَ وَ مَنْ بَعْدَهُمُ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ »[1]

”قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اہلِ علم کا اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد والوں میں سے اکثر اہلِ علم قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں۔“

بلکہ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کے حوالے سے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ فقہائے کوفہ کے ترکِ قراءت والے مسلک پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بلا اختلاف کسی بھی صحابی کا کوئی اثر ثابت نہیں، جس کا اثر ممانعت میں وارد ہے صحیح یا ضعیف، اُسی صحابی سے صحیح تر اثر میں قراءت بھی ثابت ہے، سوائے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے، یہ بھی ان کے علم کی حد تک ہے، ورنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ہر دو طرح کے آثار ملتے ہیں، ممانعت کے بھی اور قراءت کے بھی۔

اب بھی اگر اجماعِ صحابہ کے دعوے پر اصرار کیا جائے تو پھر وہ اجماع بھی عجیب ہی ہے جس کی حالت یہ ہے کہ اکثر اس میں شامل ہی نہیں یا کم از کم صحابہ کی ایک جماعت

[1] ترمذي مع التحفه (۲/۲۳۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے خارج ہے، ایسے اجماع کو کیسے اجماع کہا جا سکتا ہے؟ ہاں اگر ذہنی تحفظات اس بات پر آمادہ کر دیں تو وہ دوسری بات ہے، لیکن علم و تحقیق کی دنیا میں ایسا ممکن نہیں۔ [1]

آثارِ تابعین رحمہم اللہ اور ان کے جوابات

جب یہ مسئلہ صحابہ کے مابین مختلف فیہ ہے تو پھر تابعین کے آثار سے اپنے موقف کی تائید حاصل کرنا صحیح نہیں، بلکہ اصول کے خلاف ہے، خصوصاً جب کہ خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فرمان "مناقب الإمام أبي حنیفه" (ص: ۲۰) میں نقل کیا گیا ہے:

"وَاَمَّا إِذَا انْتَهَىٰ الْأُمُرُ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَ الشَّعْبِيِّ وَالْحَسَنِ وَ عَطَاءٍ فَاجْتَهِدُ كَمَا اجْتَهَدُوْا" [2]

"جب معاملہ (مسئلہ) ابراہیم، شعبی، حسن بصری اور عطا رحمہم اللہ تک پہنچ جائے تو تم بھی ایسے ہی اجتہاد کرو، جیسے انھوں (اُن بزرگوں) نے اجتہاد کیا۔"

لٰہذا جب امام موصوف بھی آثارِ تابعین کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے اور بالاتفاق یہ حجت بھی نہیں ہیں تو پھر انھیں ذکر کرنے کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں رہ جاتی، لیکن چونکہ فریقِ اول کی طرف سے ان کی تائید میں پیش کیے جانے والے آثارِ تابعین میں سے بھی بعض کا تذکرہ کیا گیا تھا، لٰہذا فریقِ ثانی کی طرف سے بھی بعض آثار کا تذکرہ کرنا عین قرینِ انصاف ہوگا۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ فریقِ اول کی تائید میں جن تابعین کے آثار ذکر کیے گئے ہیں، وہ مقام و مرتبے میں قد کاٹھ والی شخصیات ہیں۔ جن میں امام سعید بن جبیر،

[1] کتاب القراءۃ بیهقي مترجم (ص: ۱۶۱)

[2] مناقب (ص:۲۰) بحوالہ توضیح (۷۵۱/۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استادِ امام ابو حنیفہ حماد، مکحول، حسن بصری، عروہ بن زبیر، مجاہد، قاسم بن محمد بن ابو بکر، زہری، سعید بن مسیّب، اوزاعی اور استادِ امام ابو حنیفہ امام عطاء رحمہم اللہ بھی شامل ہیں، ان جلیل القدر تابعین کے مقابلے میں اگر بعض آثار مل بھی جائیں تو کیا ہوا؟

1 اثرِ سعید رحمہ اللہ:

1 امام کے پیچھے سورت فاتحہ کی قراءت کو ممنوع قرار دینے والے فریقِ ثانی نے اپنی تائید میں جن آثارِ تابعین کو پیش کیا ہے، ان میں سے ایک تو مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ چنانچہ شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب ان سے قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا:

"لَيْسَ خَلْفَ الْإِمَامِ قِرَاءَةٌ"[1]

''امام کے پیچھے کوئی قراءت نہیں۔''

1 لیکن پہلے تو سند کے اعتبار ہی سے یہ اثر صحیح نہیں، کیوں کہ اس کا ایک راوی ہشیم گو ثقہ ہے، لیکن کثیر التدلیس ہے، جیسا کہ "التقریب" (ص: ٥٣٤) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے۔ مدلس راوی کی عنعنہ والی روایت صحیح نہیں ہوتی، جیسا کہ اہلِ علم کے یہاں یہ اصولِ محدثین معروف ہے۔

2 دوسری بات یہ کہ فریقِ اول کے تائیدی آثارِ تابعین کے ضمن میں ہم نے انھیں حضرت سعید رحمہ اللہ کا اثر "جزء القراءة"، امام بخاری، "کتاب القراءة" بیہقی اور مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے ذکر کیا تھا جو علامہ ابن حجر اور علامہ لکھنوی کے بقول صحیح السند بھی ہے۔ اس میں حضرت سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ تم امام

[1] ابن أبي شيبه (١/٣٧٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قراءت سن ہی کیوں نہ رہے ہو، تم خود بھی قراءت کرو، لہٰذا اس صحیح السند اثر کے مقابلے میں مدلس راوی کے بیان کردہ اس اثر کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

3 تیسری بات یہ کہ اس ضعیف اور اُس صحیح اثر کے مابین مطابقت و موافقت بھی باآسانی ممکن ہے کہ ممانعت والے اس اثر کو سورت فاتحہ کے ماسوا قراءت کی ممانعت پر محمول کرلیا جائے اور پہلے والے اثر سے سورت فاتحہ کو خاص کردیا جائے کہ وہ تو پڑھ لے، لیکن اس کے علاوہ کوئی سورت یا قراءت کا کوئی حصہ نہ پڑھے۔ یا تو تطبیق دیں یا پھر وجوبِ قراءت فاتحہ والے اثر کو صحیح السند ہونے کی وجہ سے مقدم مانیں۔

2، 3، 4 آثارِ علقمہ رحمہ اللہ:

2 اسی سلسلے میں دوسرا اثر حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ سے "کتاب الآثار" امام محمد (۹۳/۱) میں مروی ہے، جس میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"مَا قَرَأَ عَلْقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ قَطُّ فِيمَا يُجْهَرُ فِيهِ وَلَا فِيمَا لَا يُجْهَرُ فِيهِ وَلَا الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ أُمَّ الْقُرْآنِ وَلَا غَيْرَهَا خَلْفَ الْإِمَامِ" [1]

"علقمہ بن قیس نے امام کے پیچھے جہری و سری نمازوں میں کبھی فاتحہ و غیر فاتحہ کی قراءت نہیں کی۔ (نہ پہلی دو رکعتوں میں) اور نہ آخری دو رکعتوں میں۔"

سند کے اعتبار سے یہ اثر بھی صحیح نہیں، کیوں کہ اس کا ایک راوی حماد بن ابی سلیمان اگرچہ صدوق ہے، لیکن عمر کے آخری پہر میں وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور علامہ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں لکھا ہے کہ ان کے پہلے شاگردوں شعبہ، ثوری اور دستوائی کے سوا اگر کوئی حماد سے بیان کرے تو وہ اختلاط کے بعد والی ناقابلِ قبول بات ہوگی (مجمع

[1] الآثار (۶۳/۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الزوائد: ۱/۱۱۹) یہی بات تہذیب میں امام احمد رحمہ اللہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔ [1]

یہ روایت ان تینوں میں سے کسی نے بیان نہیں کی، لہٰذا ضعیف و کمزور ہے۔

دوسرے یہ کہ حماد مدلس بھی ہے، اگرچہ سفیان کے درجۂ تدلیس میں ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر کی ''طبقات المدلّسین'' کے حوالے سے علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے ''ابکار المنن'' (ص: ۱۷۷) میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے یہ اثر بھی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور مدلس کی مُعَنْعَن روایت صحیح نہیں ہوتی۔

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے امام ابن ابی حاتم کی کتاب المراسیل سے امام عبدالرحمان بن مہدی کا قول بھی نقل کیا ہے، جس کی رو سے نخعی رحمہ اللہ کا علقمہ رحمہ اللہ سے سماع ہی ثابت نہیں، لہٰذا مرسل ہونے کی وجہ سے یہ اثر صحیح نہ ہوا، جب کہ حماد رحمہ اللہ ہی کے بارے میں یہ بات بھی ذکر کی جاچکی ہے کہ ''جزء القراءۃ'' امام بخاری میں ان سے فاتحہ خلف الامام ثابت ہے اور وہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا عمل بھی یہی بتاتے ہیں۔ جیسا کہ فریقِ اول کے مؤید آثار میں اثرِ دوم انھیں حضرت حماد کا ہی اثر ہے۔

3 حضرت علقمہ سے ایک اثر مصنف عبدالرزاق میں بھی مروی ہے، جس میں ہے:

''وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ أَحْسِبُهُ قَالَ: تُرَاباً أَوْ رَضْفاً'' [2]

''مجھے یہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے لیے بس یہی کافی ہے کہ اس کا منہ مٹی یا گرم پتھر سے بھر دیا گیا ہو۔''

لیکن ایک راوی اسحاق مرسل ہونے اور اس کا علقمہ سے سماع بھی نہ ہونے کی وجہ سے یہ اثر بھی ضعیف و منقطع ہے۔

---

[1] التهذيب (١٦/٣)

[2] مصنف عبد الرزاق (١٣٩/٢)، الجوهر النقي (١٤٩/٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4 اسی نوعیت کا ایک اثر موطا امام محمد (ص: ۸۹) میں بھی ہے، لیکن اس کا ایک راوی بکیر بن احمد بھی حافظ ابن حجر کے بقول ضعیف ہے۔[1]

5 اثرِ عمرو بن میمون رحمہ اللہ:

5 مصنف ابن ابی شیبہ میں مالک بن عمارہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں خصوصاً عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے قراءت خلف الامام کے بارے میں پوچھا: تو اُن سب کا کہنا ہے:

"لَا يُقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ"[2] "امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے۔"

اس اثر کے راوی مالک بن عمارہ رحمہ اللہ کے بارے میں "التعليق الحسن على آثار السنن" میں علامہ نیموی حنفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"فِيهِ مَالِكُ بْنُ عُمَارَةَ لَمْ أَقِفْ مَنْ هُوَ"[3]

"اس میں ایک راوی مالک بن عمارہ ہے، مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔"

پھر خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا سری نمازوں میں قراءت کرنا صحیح سند سے فریقِ اول کے موید آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے، لہٰذا اگر ان کے تلامذہ کے اس اثر کو عموم پر محمول کیا جائے تو یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر کے مقابلے میں مرجوح ہوگا۔

6، 7، 8 آثارِ اسود بن یزید رحمہ اللہ:

6 ایسے ہی مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرتِ نخعی، امام اسود بن یزید سے نقل کرتے ہیں:

1. التقريب (ص: ٦٧)
2. ابن أبي شيبة (١/ ٣٧٧)
3. التعليق الحسن (ص: ٩٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لَأَنْ أَعَضَّ جَمْرَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ"[1]

"پتھر کو چبانا مجھے قراءت خلف الامام سے زیادہ محبوب ہے۔"

اس کی سند میں ابراہیم نخعی، سفیان ثوری کے طبقہ کے مدلس راوی ہیں۔[2]

7 ان کا ایک اثر مصنف ابن ابی شیبہ (۳۷۶/۱) میں اور بھی ہے، جس میں خلف الامام قراءت کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالنے کا ذکر ہے، لیکن اس میں اسماعیل بن خالد طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں۔

8 ایک اور اثر مصنف ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق میں بھی اسی مفہوم و معنی کا ہے۔[3] مگر اس کی سند میں اعمش مدلس ہے اور اس نے اسے ابراہیم سے صیغۂ عن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

غرض آخری دو طرق سے مروی ان آثارِ اسود کو صحیح یا حسن مان لیں تو بھی بات نہیں بنتی، کیوں کہ اسود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور وہ سری نمازوں میں قراءت خلف الامام کے قائل تھے، جیسا کہ تفصیل گزری ہے، لہٰذا شاگرد کا یہ فتویٰ استاد کے فتویٰ کے مقابلے میں مرجوح ہے، خصوصاً جب کہ استاد صحابی ہیں اور پھر یہ اثر متعدد صحیح و صریح احادیث و آثار کے بھی خلاف ہے، لہٰذا زیادہ سے زیادہ انھیں قراءتِ مشوشہ پر محمول کرنا ضروری ہوگا، جیسا کہ علامہ عبد الحی نے "التعلیق الممجد" میں رقم کیا ہے۔

9، 10 آثارِ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ:

9 آثارِ تابعین ہی میں سے حضرت ابراہیم نخعی کا ایک اثر امام اعمش نے بیان کیا ہے، جس میں ہے:

---

1. مصنف ابن أبي شيبه (۳۷٦/۱)
2. أبكار السنن (ص: ۱۷٦)
3. مصنف ابن أبي شيبه (۳۷۷/۱)، مصنف عبد الرزاق (۱۳۸/۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"أَوَّلُ مَا أَحْدَثُوا الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ كَانُوا لَا يَقْرَأُونَ"

''سب سے پہلے لوگوں نے قراءت خلف الامام کا مسئلہ نکالا، وہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔''

اس کی سند میں اعمش ہے جو ثقہ اور بہت بڑے محدث تھے، لیکن تدلیس کرتے تھے، جیسا کہ "التقریب" (ص: ۲۱۰) اور "التلخیص" (۱۹/۳/۲) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے، "فتح المغیث" (۸۸/۱) میں علامہ عراقی نے، "الکفایہ" (ص: ۴۷۲، ۴۸۵) میں علامہ بغدادی نے، "معرفہ علوم الحدیث" (ص: ۱۰۰) میں امام حاکم نے، اور شرح مسلم میں امام نووی نے انھیں مدلس اور ان کی معنعن روایت کو نا قابلِ قبول قرار فرما دیا ہے۔

10 ان کا ایک اثر موطا امام محمد (ص: ۹۸) میں بھی ہے، جس کے اطلاق پر خود علمائے احناف میں سے علامہ ظفر احمد عثمانی نے ماہنامہ ''فاران'' کے 20 نومبر 1963ء کے شمارے میں نقد و نقض کیا ہے۔

الغرض ان تمام آثارِ تابعین رحمہم اللہ کے متعلق پوری اور علمی تفصیل درکار ہو تو "تحقیق الکلام" (۲۲۱/۲، ۲۲۲) اور "توضیح الکلام" (۷۵۱/۲، ۷۶۹) ملاحظہ کر لیں، مختصر یہ کہ ان آثار میں اتنی جان نہیں کہ احادیثِ صحیحہ اور صریحہ اور آثارِ صحابہ و تابعینِ صحیحہ و صریحہ کا مقابلہ کر سکیں، لہٰذا اس مسئلے یعنی ''قراءتِ فاتحہ خلف الامام'' کے سلسلے میں فریقِ اول کا پلہ ہی بھاری ہے کہ ان کے یہاں دلیل کی قوت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیاسی اور عقلی دلائل

فریقِ ثانی کے بعض علما نے اپنے دعوے کو قیاسی و عقلی دلائل سے بھی ثابت کرنے کی سعی کی ہے، مثلاً:

1 وکیل:

کسی نے کہا کہ جب ہم کسی مقدمے میں کسی ایڈووکیٹ کو اپنا وکیل مقرر کرتے ہیں تو قاضی و حاکم کے سامنے اجلاس میں صرف وکیل ہی بولتا ہے، موکلین خاموش رہتے ہیں، اسی طرح نماز میں امام بھی مقتدیوں کا وکیل ہوتا ہے اور اس کی قراءت ہی سب کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ نہایت ہی سطحی سی دلیل ہے، کیوں کہ معمولی عقل و فکر رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ نماز میں امام و مقتدی کا تعلق وہ ہرگز نہیں ہوتا جو ایک وکیل کا اپنے موکلوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اگر یہ قیاس صحیح ہوتا تو پھر جس طرح وکیل کے سوا کچہری میں کوئی زبان تک نہیں کھولتا، ویسے ہی تمام مقتدیوں کو بھی زبان بندی کے ساتھ کھڑے یا بیٹھے رہنا چاہیے اور تکبیرِ تحریمہ، ثنا، اور تسبیحاتِ رکوع و قومہ اور سجدہ، دعا بین السجدتین اور تشہد، درود و سلام اور دعا وغیرہ سب صرف امام کو ہی پڑھنا چاہیے، لیکن چونکہ کچہری و عدالت کوئی اور چیز ہے اور نماز و مسجد کچھ اور، جج یا قاضی کوئی اور چیز ہے اور ربِ کائنات ایک دوسری ہی بے مثال ذات، ایڈووکیٹ یا وکیل کوئی اور چیز اور مقتدی و نمازی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزے دیگر۔

غرض یہاں یہ قیاسی مثال قطعاً کسی کام کی نہیں، ورنہ پھر مقتدی کو ساری نماز میں محض حرکات وسکنات پر ہی اکتفا کرنا پڑے گا، بلکہ اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ وکیل ساری کارروائی کرتا رہتا ہے اور موکلین اپنے اپنے گھروں میں ہوتے ہیں اور اگر اس قیاسی مثال کو نماز اور مقتدیوں پر فِٹ کیا جائے تو پھر مقتدیوں کو ریڈی میڈ سسٹم کے مطابق ریڈی پیڈ (R.PAYED) اور پرفارمڈ نمازیں بھی مہیا ہونے لگیں گی۔ وہ گھر بیٹھیں، اُن کے حصے کی نماز امام ادا کرتا پھرے گا۔ کیا یہ بات قرینِ عقل و قیاس ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔[1]

2 وفد:

کوئی کہہ دیتا ہے کہ بادشاہوں کے درباروں میں جو وفد آتے ہیں تو ہر وفد کا صرف ایک ہی شخص بولتا ہے، باقی سب خاموش رہتے ہیں اور اگر سب لوگ بولنے لگیں تو یہ بات خلافِ ادب وتہذیب اور یہ حرکت ناروا و نازیبا شمار ہوگی۔ اسی طرح ہم جب شہنشاہِ کل عالم، ربِ کائنات کے حضور نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بھی ہم میں سے صرف ایک ہی شخص کو ہماری نمایندگی کرتے ہوئے قراءت کرنی چاہیے اور باقی تمام نمازیوں کو خاموش رہنا چاہیے۔

لیکن یہ بات بھی امام بیہقی رحمہ اللہ کے بقول ایک باطل دلیل ہے، کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ غیر صحیح قیاس ہے، کیوں کہ دنیا کا بادشاہ ایک وقت میں صرف ایک شخص کی بات سننے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر چند لوگ اس کے سامنے اکٹھے ہی بولنے لگیں تو وہ اس میں امتیاز کی قدرت

---

[1] نیز دیکھیے: کتاب القراءۃ، بیہقی (ص: ۱۳۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رکھتا کہ کون کیا کہہ رہا ہے؟ جب کہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ تو وہ ذاتِ عالی صفات ہے کہ اگر پوری دنیا کے لوگ ایک وقت میں ایک ہی جگہ پر جمع ہو جائیں اور اپنی اپنی حاجتیں اور ضرورتیں پیش کرنے لگیں تو وہ ہر ایک کی سن سکتا ہے سمجھ سکتا ہے اور ایک دوسرے کی دعا وطلب میں فرق کر سکتا ہے۔

اس قیاس سے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ مقتدی دعا، ثنا، تشہد اور اذکار وغیرہ بھی نہ پڑھے، بلکہ مطلق ستون بنا کھڑا رہے یا پھر امام کے پیچھے پیچھے ویسی ہی حرکات وسکنات کرتا ہوا بالآخر اس کے ساتھ ہی بیٹھ جائے، جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے، لیکن یہ باطل ہے اور جب لازم باطل ہو تو ملزوم بھی باطل ہوتا ہے، چنانچہ امام بیہقی ''کتاب القراءۃ'' میں لکھتے ہیں کہ مقتدی کے بھی تکبیرِ تحریمہ، تشہد اور باقی اذکارِ نماز پڑھنے سے یہ قیاس باطل قرار پاتا ہے اور پھر اللہ کو ایک شخص کی بات کسی دوسرے کی طلب ودعا سننے سے روک نہیں سکتی، جب کہ انسان کا معاملہ اس سے برعکس ہے۔[1]

3 مناظرہ:

یہیں ایک تیسری قیاسی دلیل بھی ذکر کرتے جائیں کہ بعض لوگ یہ کہہ گزرتے ہیں کہ جب کہیں کوئی مجلسِ مناظرہ منعقد ہو تو اس میں صرف مناظر ہی بولتا ہے اور اس کی بات اس کی ساری جماعت یا پارٹی کی طرف سے کافی سمجھی جاتی ہے تو پھر امام کی قراءت مقتدیوں کی طرف سے کافی کیوں نہیں ہوگی؟

رجوعِ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ:

اگر اس مناظرے کو صحیح بھی مانا جائے تب بھی اس کی تاویل ضروری ہے کہ یہ

1. کتاب القراءۃ مترجم اردو (ص: ۱۸٤، ۱۸۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا پرانا قول ہے، بعد میں انھوں نے اس سے رجوع فرما کر احادیثِ شریفہ سے ثابت شدہ وجوب کا قول اختیار فرما لیا تھا اور یہی معاملہ ان کے دو شاگردانِ رشید میں سے امام محمد رحمہ اللہ کا بھی ہے، چنانچہ "غیث الغمام" علامہ لکھنوی حنفی میں ہے کہ معروف حنفی عالم امام شعرانی نے "المیزان الکبریٰ" میں لکھا ہے:

"لِأَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ قَوْلَانِ: أَحَدُهُمَا عَدَمُ وُجُوبِهَا عَلَى الْمَأْمُومِ، بَلْ وَ لَا تُسَنُّ، وَهٰذَا قَوْلُهُمَا الْقَدِيمُ، وَ أَدْخَلَهُ مُحَمَّدٌ فِي تَصَانِيفِهِ الْقَدِيمَةِ، وَ انْتَشَرَتِ النُّسَخُ إِلَى الْأَطْرَافِ، وَ ثَانِيهِمَا اسْتِحْسَانُهُمَا عَلَى سَبِيلِ الْاِحْتِيَاطِ وَعَدَمِ كَرَاهَتِهَا عِنْدَ الْمُخَافَتَةِ لِلْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ: « لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ » وَ فِي رِوَايَةٍ: « لَا تَقْرَأُوا بِشَيْءٍ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ » وَقَالَ عَطَاءٌ: كَانُوا لَا يَرَوْنَ عَلَى الْمَأْمُومِ الْقِرَاءَةَ فِيمَا يَجْهَرُ فِيهِ الْإِمَامُ وَفِي مَا يُسِرُّ، فَرَجَعَا مِنْ قَوْلِهِمَا الْأَوَّلِ إِلَى الثَّانِي اِحْتِيَاطاً" [1]

"امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ کے قراءت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں دو قول ہیں:

مقتدی پر قراءت واجب نہیں، بلکہ امام کے پیچھے قراءت کرنا بھی سنت نہیں ہے یہ ان کا قدیم، پہلا اور پرانا قول ہے جسے امام محمد نے اپنی پرانی تصانیف میں داخل کر دیا، جس کے نسخے اطراف میں پھیل گئے۔

[1] المیزان الکبری للشعراني بحوالہ تحقیق (٦/١)، توضیح (٥٧/١، ٥٨)، وغیث الغمام (ص: ١٥٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن دونوں کا دوسرا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا، حدیثِ مرفوع میں ثابت ہونے کی وجہ سے سری نمازوں میں بھی مکروہ نہیں ہے، یعنی احتیاطاً قراءت کرنا اچھا ہے، اور وہ مرفوع حدیث یہ ہے:

امام کے پیچھے فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو۔ دوسری روایت میں ہے:

جب میں جہری قراءت کروں تو تم سورت فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو۔

امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے پہل امام ابو حنیفہ، امام محمد رحمہ اللہ اور دیگر احناف، امام کے پیچھے سری و جہری نمازوں میں عدمِ قراءت کے قائل تھے۔ اور پھر (احادیث سے اس کے ثبوت کے بعد) امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ دونوں نے اپنے پہلے قول (عدمِ قراءت) سے رجوع فرمالیا اور علیٰ سبیل الاحتیاط فاتحہ پڑھنے والے دوسرے قول کو اختیار فرمایا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب نے بھی احادیثِ صحیحہ وصریحہ کے پیشِ نظر بالآخر اپنے پرانے قول سے رجوع کرکے مقتدی کے لیے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ﴾ پڑھنے کو مستحسن ومستحب قرار دیا۔ امام محمد رحمہ اللہ کی پہلی تصانیف میں تو ممانعت کا ہی قول تھا جیسا کہ امام عبدالوہاب شعرانی کے ذکر کردہ الفاظ سے پتا چلتا ہے اور پھر وہ استحسان کا ذکر بھی کر گئے ہیں، لیکن وہ ان کی بعد والی کتب میں ہے، جیسا کہ خود فقہائے احناف میں سے صاحبِ ہدایہ نے بھی: ''وَیُسْتَحْسَنُ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِحْتِیَاطِ فِیْمَا یُرْوٰی عَنْ مُحَمَّدٍ'' کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کا قول، ہدایہ اور احناف:

امام محمد رحمہ اللہ کا یہی قول شیخ نجم الدین زاہدی حنفی نے المجتبیٰ شرح مختصر القدوری میں، علامہ عینی نے البنایہ شرح الہدایہ میں اور دیگر علمائے احناف نے اپنی اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصانیف میں ذکر کیا ہے اور جن احادیث کی وجہ سے امام صاحب اور ان کے شاگرد نے استحسان کا قول اختیار کیا تھا، انھیں احادیث کے پیشِ نظر یہی دو ایک نہیں درجنوں علما وفقہائے احناف نے بھی سری میں بالعموم اور جہری کے سکتات میں قراءتِ فاتحہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔ اب یہاں ان کے اسمائے گرامی دوبارہ ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں، کیوں کہ ہم سابقہ صفحات میں ان کے اقوال کی نصوص اور ترجمہ بھی ذکر کر چکے ہیں۔

امام محمد کے قول کے سلسلے میں دیگر کتب سے قطع نظر صرف ہدایہ کا حوالہ بھی کافی ہونا چاہیے تھا، کیوں کہ ہدایہ فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب شمار ہوتی ہے اور اس کے فقہ کی پہلی تصانیف کی ناسخ قرار دیتے ہوئے اسے ''اَلْهِدَايَةُ كَالْقُرْآنِ'' کا درجہ دیا جاتا ہے، لیکن بعض اہلِ علم نے امام محمد کے اس قول کو جب اپنے نظریات کے خلاف پایا تو ہدایہ ہی میں مذکور اس قول کو شاذ قرار دے دیا یا اسے مرجوح کہہ دیا، جیسا کہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں امام ابن ہمام نے کیا اور پھر ان کی دیکھا دیکھی بعد والے بھی کتنے ہی مولفین یہی بات لکھتے گئے کہ ہدایہ میں مذکور امام محمد کا یہ قول ان کی اپنی تصانیف کتاب الحجہ (۱/۱۱٦) اور موطا (ص: ۹٤) وغیرہ میں مذکورہ اقوال کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے اور صاحبِ ہدایہ سے نقل میں تسامح ہوا ہے۔[1]

حالانکہ نقل میں تسامح کی بات نہیں، بلکہ نظریے میں اختلاف ہونے کی وجہ سے ایسا کہا گیا ہے، ورنہ امام محمد رحمہ اللہ کی کتب میں یہی قول تھا، جسے صاحبِ ہدایہ اور دیگر علمائے احناف نے نقل اور قبول کیا ہے اور اس بات کی تائید کئی امور سے ہوتی ہے:

(1) مجاہدینِ برصغیر کی مشہور شخصیت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے فاضل خلیفہ اور شہید کے دستِ راست اور ناموسِ ملت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] ''نمازِ مسنون'' صوفی عبدالحمید گوجرانوالہ، (ص: ۳۳٤) احسن الکلام وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''امام محمد در (مبسوط) بر مقتدی فاتحہ را تجویز کردہ چنانچہ خود دیدہ ام۔''[1]

''امام محمد نے (مبسوط) میں مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا تجویز کیا ہے، جیسا کہ ان کی اس کتاب میں خود میں نے دیکھا ہے۔''

2 امام محمد کے اس قول کے شاذ نہ ہونے کا پتا اس امرِ دوم سے بھی چلتا ہے کہ مولانا ظفر احمد عثمانی نے تکمیل البرہان کے جواب میں جو مضمون ماہنامہ ''فاران'' کراچی میں شائع کروایا تھا، اسی کی ماہ دسمبر 1960ء کے پرچے میں شائع ہونے والی قسط میں ایسی ہی بات کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا کہ ہدایہ جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب اور داخلِ درس ہے، اس میں یہ قول مذکور ہے کہ امام محمد نے احتیاطاً سری نمازوں میں قراءتِ فاتحہ کو مستحسن قرار دیا ہے۔ ہدایہ سے زیادہ کون سی کتاب فقہ حنفی میں مشہور ہوگی۔

پھر ملا جیون اور مولانا عبد الحی رحمہ اللہ کی کتابوں میں امام محمد کے اس قول کے صراحت موجود ہونے کا تذکرہ بھی کیا ہے اور علامہ انور شاہ کشمیری نے ''العرف الشذي'' (ص: ١٤٧) میں لکھا ہے، اور ''معارف السنن'' (١٨٨/٣) میں علامہ بنوری نے بھی ان سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''رِوَايَةُ الْاِسْتِحْسَانِ فِي السِّرِّيَّةِ لَا بُدَّ أَنْ تَكُوْنَ ثَابِتَةً فَإِنَّ صَاحِبَ الْهِدَايَةِ ثَبْتٌ فِي النَّقْلِ مُتْقِنٌ لِلْمَذْهَبِ''[2]

''سری نمازوں میں استحساناً قراءتِ فاتحہ کی روایت لامحالہ صحیح ہے، کیوں کہ صاحبِ ہدایہ جنھوں نے اسے نقل کیا ہے اور وہ نقل میں پختہ اور مذہب

---

[1] مجموعہ رسائل مولانا قندھاری بحوالہ ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان''، مولانا رحیم آبادی (ص: ٧٨٤)، حاشیہ از مولانا عطاء اللہ حنیف طبع مکتبہ سلفیہ لاہور۔

[2] العرف الشذي و معارف السنن بحوالہ توضیح الکلام (٦٠/١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ثقہ و مضبوط ہیں۔‘‘

علامہ کشمیری ہی کی املائی تقریر فیض الباری (۲/۲۷۲) میں تو بڑے فیصلہ کن انداز سے امام محمد کے قول کو شاذ کہنے والے شیخ ابن ہمام کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

”وَالصَّوَابُ مَا ذَكَرَهُ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ فَإِنَّ تَنَاقُلَ الْمَشَائِخِ بِرِوَايَةٍ يَكْفِي ثُبُوتَهَا وَلَا يُشْتَرَطُ أَنْ تَكُونَ مَكْتُوبَةً فِي الْأَوْرَاقِ أَيْضاً فَقَدْ تَكُونُ رِوَايَةٌ عَنْ إِمَامٍ، وَ تُنْقَلُ عَلَى الْأَلْسِنَةِ وَلَا تُوجَدُ فِي الْكُتُبِ“ (1)

’’جو بات (قراءتِ فاتحہ کا استحسان و استحباب) صاحبِ ہدایہ نے ذکر کی ہے، صحیح و درست ہے، مشائخ کا اپنی کتابوں میں اس روایت کو نقل کرنا ہی ثبوت کے لیے کافی ہے، اور اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ یہ بات اوراق میں مکتوب ہو، کیوں کہ بعض دفعہ کوئی روایت کسی امام سے زبانی طور پر تو منقول ہوتی ہے، لیکن کتب میں موجود نہیں ہوتی۔‘‘

جب کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ یہ قول تو مبسوط میں مذکور بھی ہے، جسے انھوں نے خود دیکھا ہے، لہٰذا صحیح تر بات یہی ہے کہ ان کا قول شاذ نہیں، بلکہ ثابت ہے اور کتاب الآثار یا موطا میں وارده اقوال کے خلاف بھی نہیں ہے۔

لیکن مانعین ان کے اس قول کو ان کی کتاب موطا اور کتاب الآثار (کتاب الحجۃ) وغیرہ میں وارده اقوال کے خلاف شمار کرتے یا کراتے ہوئے شاذ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبِ ہدایہ سے نقل میں تسامح ہوا ہے، جب کہ کئی حوالوں سے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ صاحبِ ہدایہ سے تسامح نہیں ہوا، بلکہ ان کی نقل صحیح ہے، خصوصاً

(1) فيض الباري بحواله سابقه (١/٦١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عبدالحی، ملا جیون، علامہ انور شاہ اور مولانا بنوری کے نام قابلِ ذکر ہیں، جو صاحبِ ہدایہ کی نقل کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب موطا اور الآثار میں وارد اقوال اس کے خلاف ہیں تو یہ بات بھی صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ان کتب میں ان کے اقوال اس بات کا پتا تو ہرگز نہیں دیتے کہ قراءت مکروہ وممنوع ہے، بلکہ محض غیر اولیٰ ہونے پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ علامہ کشمیری سے نقل کرتے ہوئے علامہ بنوری نے "معارف السنن" (۱۸۸/۳) میں لکھا ہے:

"وَكَلَامُ مُحَمَّدٍ فِي الْآثَارِ وَ الْمُوَطَّأ يَدُلُّ عَلىٰ عَدَمِ قِرَاءَ تِهَا وَكَوْنِهَا غَيْرَ مَرْضِيَّةٍ وَ لَا يَدُلُّ عَلىٰ الْكِرَاهَةِ وَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلىٰ أَنَّ الْأَوْلَىٰ أَنْ لَّا يَقْرَأ" (1)

علامہ کشمیری نے یہی بات "العرف الشذي" (ص: ۱۴۸) میں بھی لکھی ہے۔

معلوم ہوا کہ امام محمد کے سری نمازوں میں قراءت کو مستحسن قرار دینے والے قول کو موطا و الآثار میں واردہ اقوال کے خلاف قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے، جب کہ سری نمازوں میں تو ممانعت کا حکم قطعاً ثابت نہیں ہے، جیسا کہ علامہ انور شاہ فیض الباری میں فرماتے ہیں:

"لَمْ أَرَفِي نَقْلٍ عَنِ الْإِمَامِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ فِي لسِّرِّيَّةِ لَا تَجُوْزُ" (2)

"میں نے کسی جگہ یہ لکھا ہوا نہیں دیکھا کہ سری نمازوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے قراءتِ فاتحہ کو ناجائز کہا ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

(1) معارف السنن بحواله سابقه أيضاً (۶۳/۱)

(2) فيض الباري (۱۰۵/۲) بحواله مذكوره.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المختصر: قراءتِ فاتحہ خلف الامام کو ممنوع و مکروہ اور حرام و بدعت کہنے والوں کے دلائل کی حقیقت آپ کے سامنے آگئی ہے اور ان میں سے بعض صحیح السند و المتن، لیکن استدلال کے ضعف و وہن اور اکثر کے متن و سند کے کمزور و ناقابلِ استدلال ہونے کی بات بھی کھل گئی ہے۔

ایسے دلائل سے اس عمل کو ترک کرنا، حرام یا مکروہ اور بدعت کہنا جو صحیح و صریح قرآنی و حدیثی دلائل سے نصاً ثابت ہے، یہ کسی طرح بھی ستم سے کم نہیں، لہٰذا ہم سب کو چاہیے کہ فاتحہ خلف الامام کے وجوب کا پتا دینے والے دلائل کی قوت کو دیکھتے ہوئے امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھا کریں، چاہے وہ کسی بھی انداز سے کیوں نہ ہو:

1. اگر کوئی امام مسنون طریقے سے ہر آیت پر سکتہ کرے تو اس کے سکتات میں پڑھ لیں، تاکہ تمام اعتراضات ہی ختم ہو جائیں۔
2. اگر کوئی ایسا نہیں کرتا، بلکہ سورت فاتحہ کے بعد ذرا لمبا سکتہ کرتا ہے تو اس میں سورت فاتحہ پڑھ لیں اور اس میں قراءت کرنے پر بھی کوئی خاص اعتراض نہیں ہوتا۔
3. اگر کوئی امام درمیانی اور آخری کوئی بھی سکتہ نہ کرے تو محلِ ثنا میں پڑھ لیں اور ثنا چھوڑ دیں۔
4. اگر ان میں سے کوئی بھی انداز ممکن نہ ہو تو پھر امام کے ساتھ ساتھ ہی آہستگی سے پڑھتے جائیں اور ایسی غیر خلل انداز قراءت کے خلاف بھی کوئی ثبوت صحیح نہیں ہے، بلکہ اکثر احادیث کا یہی تقاضا ہے۔ وَ اللّٰهُ الْمُوَفِّقْ

ایک اہم وضاحت:

اس موضوع (قراءتِ فاتحہ خلف الامام) کو ختم کرنے سے پہلے اس بات کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض علما ان پڑھ یا کم لکھے پڑھے لوگوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھکانے اور باہم نفرتوں کے بیج بونے میں لگے رہتے ہیں۔ وہ بعض جملوں کو غلط مفہوم پر محمول کرتے ہوئے ان سے خود ہی غلط نتائج کشید کرتے ہیں اور پھر انھیں بنیاد بنا کر بلا وجہ کی الزام تراشیاں اور فتنے پیدا کرتے ہیں، مثلاً: قائلینِ وجوبِ فاتحہ کے بارے میں کوئی جوشیلا مولوی کہہ دے کہ ان کے نزدیک جب ہر نماز کے لیے قراءتِ فاتحہ فرض یا واجب ہے، وہ چاہے امام ہو یا مقتدی یا چاہے وہ اکیلا ہو، تو قائلینِ وجوب کے نزدیک اس کے منکر اور تارک پر کیا فتویٰ چسپاں ہوگا؟

اب تارکِ قراءت مسلمان رہے گا یا نہیں، کیوں کہ اصول کے لحاظ سے تو فرض کا منکر مسلمان نہیں ہونا چاہیے۔[1]

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے اختلافی اور تحقیقی مسائل میں فریقین کو ہی وسعتِ ظرفی سے کام لیتے ہوئے دادِ تحقیق دینی چاہیے، نہ قائلین، مانعین کو کفر و فسق تک لے جائیں اور نہ ہی مانعین، قائلین پر شمشیرِ تکفیر و تفسیق چلائیں اور نہ ہی ایک دوسرے کی عبارات کو غلط رنگ میں پیش کر کے ان سے ایسے نتائج اخذ کریں، جن سے منافرت پیدا ہوتی ہو۔

فریقِ اول کے نظریہ یعنی وجوبِ قراءتِ فاتحہ خلف الامام سے ایسے نتائج اخذ کرنا ممکن تھا، بلکہ اخذ کیے گئے، جب کہ اس مسئلے کے بارے میں فریقِ اول کے ایک فاضل حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب خیر الکلام میں بعض وضاحتی امور ذکر کر کیے ہیں، جن کا یہاں تذکرہ ان شاء اللہ مفید رہے گا، چنانچہ انھوں نے "خیر الکلام" (ص: ۱۴، ۱۵) میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے:

"جو شخص بساط کے مطابق تحقیق و تدقیق اور بحث و جستجو کے بعد دیانت دارانہ

[1] كما قال صاحب أحسن الكلام (١/٣٥) حاشيه.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کرے، اس شخص کو فاسق یا گمراہ کہنا عناد کا بیج بونا ہے اور ضروری ہے کہ جو فریق ایک جانب کو حق سمجھتا ہے، وہ دوسرے فریق کو معذور سمجھتے اور اس پر زبانِ لعن وطعن دراز کیے بغیر اپنے نظریے کو منصفانہ رنگ میں بدلائل بیان کر کے کتمان کے گناہ سے بچے۔"[1]

پھر آگے (ص: ۳۳) موصوف فرماتے ہیں:

"ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلاف ہونے کی بنا پر اجتہادی ہے، پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں، خواہ نماز جہری ہو یا سری، وہ اپنی تحقیق پر عمل کر لے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔"[2]

یہ ایک اصولی بات ہے کہ جس سے قائلینِ وجوب (فریقِ اول) کی دقتِ نظری، وسعت ظرفی اور عملی اختلافات کے سلسلے میں ان کے نظریہ کو سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے اور جیسا کہ فاضل گوندلوی نے حتی الامکان اور بساط کے مطابق تحقیق وجستجو کے بعد اپنی تحقیق کے نتیجے پر عمل کرنے والوں کو کہا ہے کہ اس کی نماز باطل نہیں تو اب اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اپنے آبا و اجداد کے طریقۂ نماز کے بارے میں اپنے والدین سے پوچھا اور انھیں دیکھا کہ وہ اس طرح نماز پڑھتے تھے اور ہیں، لہٰذا یہی طریقہ صحیح ہے، یہ کوئی تحقیق نہیں ہے۔ تحقیق وہ ہے جو قرآن وسنت کے دلائلِ صحیحہ پر مبنی ہو اور صحیحہ کی شرط بھی ضروری ہے، کیوں کہ بعض لوگ اپنے نظریے کے حق میں دلائل کا ڈھیر لگا دیتے ہیں، لیکن وہ یا تو سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہوتے یا پھر موضوع بحث میں صریح نہیں

---

[1] خیر الکلام (ص: ۱۴، ۱۵)، توضیح (۱/۴۵)

[2] خیر الکلام بحوالہ سابقہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے، ایسے دلائل سے استدلال صحیح نہیں اور نہ وہ حجت و دلیل بن سکتے ہیں یا بالفاظِ دیگر دلائل کی تعداد کارگر نہیں، بلکہ دلائل کی صحت و قوت مطلوب و درکار ہے۔

اس مسئلہ کے زیرِ بحث ''قراءتِ فاتحہ خلف الامام'' میں بھی دلائل تو دونوں طرف ہی ہیں، بلکہ فریقِ ثانی کے پاس تو فریقِ اول کی نسبت بظاہر زیادہ ہیں، خصوصاً جب قیاسی دلائل کو بھی شامل کرلیا جائے، لیکن سابقہ طویل گفتگو کو ذہن میں رکھ کر بآسانی اس نتیجہ پر پہنچا جاسکتا ہے کہ فریقِ اول کے دلائل کم ہیں یا زیادہ، لیکن صحیح وقوی ہیں اور فریقِ ثانی کے دلائل چاہے کتنے ہی زیادہ ہیں، لیکن کسی نہ کسی اعتبار سے متکلم فیہ ہیں۔ اس انداز و معیار کو سامنے رکھ کر آپ تحقیق کریں گے تو فریقِ اول کے ساتھ اتفاق کریں گے کہ مقتدی کو بھی سورت فاتحہ پڑھنی ہی چاہیے۔

ماضی قریب کے ایک معروف حنفی محقق علامہ عبدالحی لکھنوی نے اپنی تحقیقات کا نچوڑ ذکر کرتے ہوئے "التعلیق الممجد" (ص: ۹۹) میں لکھا ہے:

''فَظَهَرَ أَنَّهُ لَا يُوجَدُ مُعَارِضٌ لِأَحَادِيثِ تَجْوِيزِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ مَرْفُوعاً''

''بات واضح ہے کہ قراءۃ خلف الامام والی صحیح احادیث کے معارض کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔''

یعنی کسی مرفوع حدیث میں یہ نہیں ہے کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے۔

اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

''لَمْ يُرْوَ فِي حَدِيثٍ مَرْفُوعٍ صَحِيحٍ النَّهْيُ عَنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَكُلُّ مَا ذَكَرُوهُ إِمَّا لَا أَصْلَ لَهُ وَ إِمَّا لَا يَصِحُّ''

''امام کے پیچھے قراءتِ فاتحہ سے روکنے یا منع کرنے والی کوئی صحیح و مرفوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث (رسول اللہ ﷺ سے) مروی نہیں ہے، ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ جن کی کوئی اصل ہی نہیں ہے، یا پھر وہ احادیث صحیح نہیں ہیں۔"

"السعایہ" (۳۰۲/۲) میں، ایسے ہی امام الکلام (ص: ۲۸۲) میں لکھتے ہیں:

"أَمَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَا يَثْبُتُ النَّهْيُ عَنْ ذٰلِكَ بِسَنَدٍ يُعْتَدُّ بِهٖ"

"رسول اللہ ﷺ سے کسی معتمد و معتبر سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے۔"

اس حنفی محقق علامہ سید عبدالحی لکھنوی کے اس فیصلے پر ہی ہم اس موضوع کو ختم کر رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَ ارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهٗ. آمین

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ابوسلمان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ الخبر

و داعیہ متعاون بمراکز الدعوۃ و الارشاد

بالدمام و الظہران و الخبر سعودی عرب

Web: www.mohammedmunirqamar.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

① قرآن کریم، مع متعدد اردو تراجم

② إمام الكلام، علامه لكهنوي

③ أنفاس العارفين

④ إحياء العلوم غزالي

⑤ الاعتبار للحازمي

⑥ الإتقان للسيوطي، طبع بيروت

⑦ الأذكار للنووي بتحقيق الارناؤوط

⑧ أحسن الكلام، گكهڑوي

⑨ أحكام القنطارة

⑩ أحكام القرآن، امام ابن العربي

⑪ أشعة اللمعات، دهلوي

⑫ إرواء الغليل للألباني

⑬ أعلام الموقعين لابن القيم

⑭ أبكار المنن للمباركپوري

⑮ الآثار، إمام محمد

⑯ الإحسان بترتيب ابن حبان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑰ أكمل البيان في تائيد تقوية الإيمان، مولانا رحيم آبادي

⑱ بلوغ المرام ابن حجر

⑲ البداية و النهاية لابن كثير، طبع بيروت

⑳ بهشتي زيور، مولانا أشرف على تهانوي

㉑ البرهان العجاب فى فرضية أم الكتاب.

㉒ بخاري مع الفتح

㉓ البحر المحيط لابن حيان

㉔ تفسير تفهيم القرآن، طبع لاهور

㉕ تفسير ابن كثير طبع بيروت و مصر

㉖ تحقيق الكلام للمباركفوري

㉗ تاريخ دعوت و عزيمت

㉘ تفسير كشاف، طبع دار المعرفه، بيروت

㉙ التمهيد لابن عبد البر، طبع مراكش

㉚ التلخيص الحبير، لابن حجر

㉛ تحفة الأحوذي علامه المباركفوري

㉜ تنوير الحوالك شرح موطا إمام مالك للسيوطي

㉝ تفسير ستاري، طبع كراچي

㉞ تفسير قرطبي، طبع مصر

㉟ تفسير جلالين، طبع بيروت

㊱ التعليق الممجد على موطأ محمد، لكهنوي

㊲ تقريب التهذيب، ابن حجر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

38 تفسير طبري

39 تفسير المظهري

40 تفسير ماجدي

41 توضيح الكلام، إرشاد الحق أثري

42 جزء القراءة، إمام بخاري

43 الجوهر النقى على البيهقي

44 حجة الله البالغة (اردو) شاه ولي الله

45 الدراية لتخريج الهداية للعسقلاني

46 حاشية الدهلوي على بلوغ المرام

47 خير الكلام حافظ محمد محدّث گوندلوي

48 الدر المنظوم

49 دليل الطالب.

50 رد المحتار شامي، طبع كراچي

51 سنن النسائي

52 سنن الدار قطني

53 السعاية شرح هداية

54 سنن أبي داود مع العون

55 السنن الكبرى بيهقي، طبع بيروت

56 سيرت شبلي از سيد سليمان ندوي

57 السنن ترمذي مع التحفة

58 صحيح الترغيب و الترهيب للألباني

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

59 سبل السلام شرح بلوغ المرام للصنعاني
60 سنن الدارمي بتحقيق محمد فؤاد
61 شرح السنة بغوي بتحقيق الأرناؤوط
62 شرح معاني الآثار
63 شرح مسلم مع النووي، طبع بيروت
64 صحيح ابن خزيمه بتحقيق الأعظمي
65 صحيح مسلم مع النووي
66 صحيح مسلم بتحقيق محمد فؤاد
67 صحيح بخاري مع الفتح، طبع داز الإفتاء
68 صحيح ابن خزيمه
69 صحيح أبي داود للألباني
70 صحيح نسائی للألباني
71 صفة الصلاة للألباني
72 صحيح ابن ماجه للألباني
73 ضعيف أبي داود للألباني
74 ضعيف ترمذي للألباني
75 الضعفاء لابن حبان
76 ضعيف الجامع الصغير للألباني
77 عون المعبود، علامه شمس الحق عظيم آبادي
78 العرف الشذي أنور شاه كشميري
79 غيث الغمام عبدالحیٔ لكهنوي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(80) غنية الطالبين (اردو ترجمه) شيخ عبد القادر جيلاني

(81) فتاویٰ أولياء كرام و فقهاء عظام، لاهور

(82) فتح الباري، ابن حجر

(83) فيض الباري، علامه كشميري

(84) فتاویٰ علماء حديث، سعيدي

(85) فتح المغطأ شرح موطأ

(86) فتح القدير شرح هداية لابن الهمام

(87) فصل الخطاب، علامه كشميري

(88) فتاویٰ عالمگيري

(89) كتاب القراءة، بيهقي

(90) كتاب الفرقان

(91) كنز العمال علي متقی

(92) لسان العرب لابن المنظور

(93) مشكاة مع شرح رحماني المرعاة

(94) المرعاة شرح مشكاة علامه ، حماني

(95) موارد الظمآن للهيثمي

(96) مختصر صفة صلاة النبي ، للألباني

(97) موطأ مع الزرقاني

(98) مجمع الزوائد للهيثمي

(99) موطأ إمام مالك

(100) مسك الختام نواب صديق خان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

101 مشكاة بتحقيق ألباني

102 المرقاة شرح المشكاة ملا علي قارى

103 معارف السنن إمام خطابي

104 مختصر شمائل ترمذي للألباني

105 منحة المعبود ترتيب الطيالسي أبي داود عبد الرحمن البنّا

106 مختصر الفتاوى المصرية ابن تيميه، لاهور

107 ميزان الاعتدال ذهبي

108 مناقب الإمام أبي حنيفه

109 مصباح اللغات، طبع لكهنؤ

110 مصنف عبد الرزاق بتحقيق الأعظمي

111 مصنف ابن أبي شيبه، طبع بمبئي

112 معاني الآثار طحاوي

113 منية المصلى

114 المبسوط للسرخسي، طبع مصر

115 مسند أحمد بفهرس الألباني

116 مجمع البحار، طاهر پٹني

117 المجموع شرح المهذب للنووي

118 معالم السنن خطابي، طبع بيروت

119 منتقى الأخبار، لابن الجارود

120 المحلىٰ لابن حزم، طبع مصر

121 موطأ إمام محمد مع التعليق الممجد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

122 معجم طبراني كبير بتحقيق حمدي سلفي
123 المعجم الوسيط، طبع تركي
124 مختار الصحاح للجوهري
125 مستدرك حاكم، طبع بيروت
126 المعجم الكبير للطبراني
127 الميزان الكبرىٰ للشعراني
128 نماز میں سورت فاتحہ، از مولانا کرم الدین
129 نور الأنوار
130 نماز مسنون، صوفی عبد الحمیدسواتي
131 نيل الأوطار للشوكاني، طبع بيروت
132 نصب الراية تخريج الهدايه للزيلعي
133 نزهة الخواطر
134 هداية مع فتح القدير
135 ماهنامه فاران نومبر / دسمبر ١٩٦٠ء

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

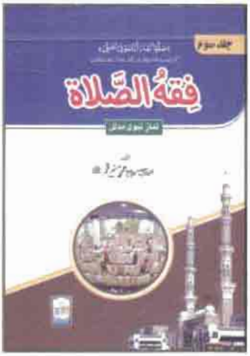

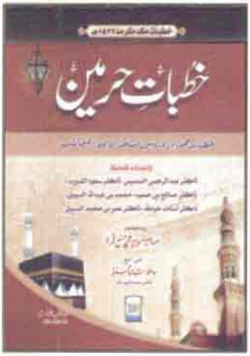

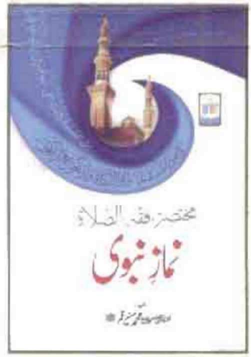

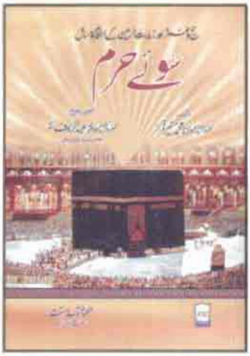

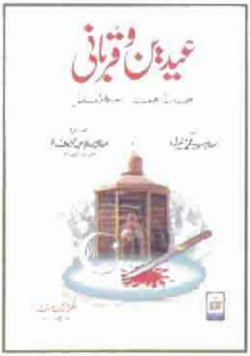

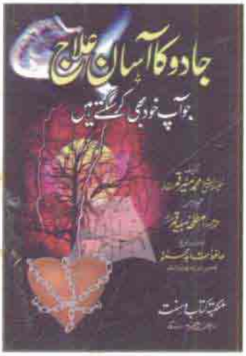

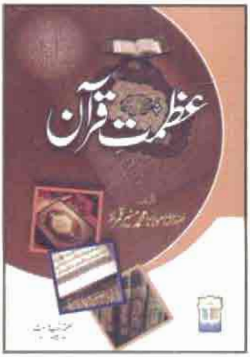

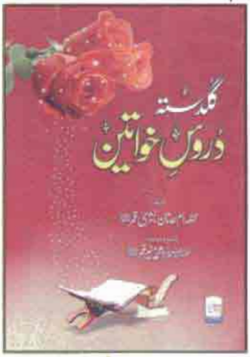

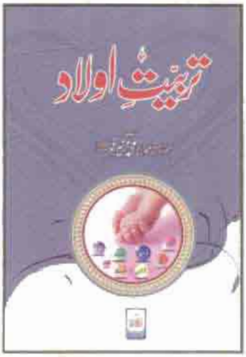

مکتبہ بیت السلام
رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
042-37320422, 0321-9350001

GUJRANWALA
UMM UL QURA PUBLICATIONS
055-3823990 / 0321-6466422
www.umm-ul-qura.org